

سکِ سلامِ دبیر

کینہ دلِ مجرانی سرور میں نہیں ہے
 جو فکرِ سلامِ شہِ صندر میں نہیں ہے
 ہاتف نے کہا مشک جو بھرنے لگے عباس
 سرور نے کہا قبر میں رکھ لاشہ اصغر
 باتوں نے کہا دودھ تو دودھ آہ یہ دیکھو
 سلی جو لگائی تو سکینہ یہ پکاری
 شہ کہتے تھے ہم دینِ پیہر کے ہیں مشتاق
 جب تیغِ علم کی تو یہ جبریل پکارے
 یہ ہند کی بیٹی نے سکینہ سے کہا آہ
 بالفرض کہ ماں باپ ہیں نادار تمہارے
 جیسا کہو میں خلعت و زیور تمہیں لادوں
 دکھلا کے رتن شانے کی اپنے وہ پکاری
 گر ہو سکے تم سے ، ہمیں بابا سے ملا دو

یہ آئینہ اقلیمِ سکندر میں نہیں ہے
 اے مجرانی خلد اُس کے مقدر میں نہیں ہے
 یہ پانی سکینہ کے مقدر میں نہیں ہے
 دلبر جو نہیں بر میں تو دل بر میں نہیں ہے
 پانی بھی نصیبِ علی اصغر میں نہیں ہے
 اے شمر تو کیا دینِ پیہر میں نہیں ہے
 ہے دل میں وہ حسرت جو مقدر میں نہیں ہے
 خیر یہ اقرار تو محضر میں نہیں ہے
 ق کیا تیری حجت دلِ مادر میں نہیں ہے
 اُجلا سا بھی گرتہ کوئی کیا گھر میں نہیں ہے
 صرف مجھے نذر زر و گوہر میں نہیں ہے
 جو اس میں ہے زینت کسی زیور میں نہیں ہے
 ہاتف نے ندادی کہ مقدر میں نہیں ہے

مہماں ہے غمِ شاہ دبیر اہلِ عزا میں
 گو کربِ دہلا ہند کے کشور میں نہیں ہے

نیساں کی چشمِ گر غمِ سرور سے تر نہ ہو
 قاتل سے شاہ کہتے تھے جلدی تو ذبح کر
 حاکم کی بیٹی رو کے سکینہ سے کہتی تھی
 اکبر سے شاہ کہتے تھے کیونکر نکالوں میں

مجرانی قطرہ لاکھ برس تک ٹھہر نہ ہو
 ظالم مری بہن کو کہیں یہ خبر نہ ہو
 بھینا تمہارے سن میں کوئی بے پدر نہ ہو
 نیزے کی ٹوک میں کہیں تیرا جگر نہ ہو

لکھا قضا نے شاہ کی قسمت میں آبِ تیغ
کہتی تھی بانو تیر گلے سے میں کھینچ لوں
کونے گئی دمشق گئی؟ شام میں گئی
کہتے تھے شہ کفن نہ ملے ہم کو ہے قبول
کانٹا اٹھا کئے پاؤں میں عابد نے رکھ لیا
ایسا ہوا ہے نیکیں و مظلوم کون آہ!
کہتے تھے اپنے حال پریشاں پہ اہلیت
کہتے تھے اہل ظلم کہ زہرا کے باغ کو
کٹ کر گلوئے شاہ نے یہ شمر سے کہا
عابد سے بانو کہتی تھی سر کو نہ پیٹ تو

مثل خیال چل دو سرور پہ اے دبیر

کر اس طرح سفر کہ کسی کو خبر نہ ہو



سلائی خاک ہوا خاک سے عبا ہوا
جومِ غم میں سلائی جو اشکبار ہوا
سلام اُس پہ رہ حق میں جو تار ہوا
پدر کو خواب میں صغرا نے اس طرح دیکھا
پنکاری کب سے جھکی ہے کمر تو بولے شاہ
حسین جب ہوئے پیدا تو یہ ندا آئی
یہ بھوک پیاس تھی مرغوبِ سید الشہداء
بلند کیوں نہ ہوا آفتابِ محشر آہ
نفلتِ پائی جو مسلم کی لاش کو نے میں
پنکارا لاشہ مسلم کہ یا اخی فریاد
کھلے ہیں دیدہ صغرا ہنوز بحرِ حسین

مزارِ سید ابرار پر تار ہوا
ہر ایک تار مژہ موتیوں کا ہار ہوا
جدا جو تن سے ہوا سر تو وصلِ یار ہوا
کمر خمیدہ، بدن ہے نحیف و زار ہوا
شہید جب سے کہ عبا بن نامدار ہوا
کہ تھا جو پردہ قدرت میں آشکار ہوا
کہ چھ مہینے کا سن تھا کہ روزہ دار ہوا
علی کے لال کا سر نیزے پر سوار ہوا
تو سر حسین کا نیزے پہ اشکبار ہوا
نصیب ہم کو نہیں آج تک مزار ہوا
مزار میں بھی نہ موقوف انتظار ہوا

سر حسین نے کٹ کر کہا یہ قاتل سے
 پڑی رسن جو گلے میں تو خوش ہوئے سجاد
 ہوئی نہ شمع میتر جوشہ کی ثربت کو
 کٹا کے ہاتھ لب نہر کہتے تھے عہاں
 گلے میں شاہ کے بانہیں تھیں لاشِ اصغر کی
 گئی جو کوفے میں سرکھولے دخترِ زہرا
 دبیر سبطِ رسولِ خدا کے صدقے سے
 سلام تیرا یہ مقبولِ کردگار ہوا



سی پارہ ہیں بصورتِ قرآن چمن کے پھول
 فرمایا شہ نے لایا ہوں اے دشتِ کربلا
 پامال باغیوں نے کئے پلن میں یک قلم
 اصحابِ شاہ دیں تھے جو کھین باغِ صبر
 بانو سے رو کے فاطمہ صفرانے عرض کی
 دلویا دودھ پر علی اصغر کا فاتحہ
 کیا بحرئی جہان میں شاہِ زن کے پھول
 تیرے بسانے کے لئے اپنے چمن کے پھول
 جعفر کے نوہال حسین و حسن کے پھول
 زخمِ سنان و تیر کو سمجھے چمن کے پھول
 اماں ہوئے تھے اکبر گلِ بیرہن کے پھول
 کیونکر ہوئے یتیم جنابِ حسن کے پھول
 بانو پکاریں پوچھوں نہ بیچاری کا حال
 چالیسواں ہوا نہ امامِ زمن کے پھول



رُخ ہے وہ گلشنِ قدرت کہ بوقتِ گلگشت
 گر جگہِ خضر کی ہو آبِ بقا سے سیراب
 چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اُس کا اگر
 واہ کیا نور ہے، کیا حُسن ہے اللہ اللہ
 دلِ عنادل کا نہ اک گُل کی صفایا کرے
 پھر نہ وہ ذائقہ آبِ بقایا کرے
 زکس باغِ جناں کو نہ صبا یاد کرے
 ایسے بندوں کو نہ کیوں جلدِ خدایا کرے



بیتِ جنت میں طے نظمِ سلام ایسا ہو
 سرِ شہِ نیزہ پہ تھا سارے سروں کے آگے
 روئیں سب بحرئی پروردِ کلام ایسا ہو
 بعدِ مردن بھی امامت تھی امام ایسا ہو

کلام دبیر

لاشہ ہائے شہدا دیکھ کے شہ کہتے تھے لشکر اک دن میں کسی کا نہ تمام ایسا ہو
 ہو گیا نقشِ نگین مہرِ نبوت کا حسین مہر ایسی ہو، نگین ایسا ہو؟ نام ایسا ہو
 بے ردا آلِ نبی، پردے میں ناموسِ یزید خاص کی قدر وہ ہو، رُحیہ عام ایسا ہو
 زینبِ خستہ جگر تھانے کو آئی رکاب
 کیوں فلک بے کس و مظلوم امام ایسا ہو

○

نام پر شاہ کے جو پانی پلا دیتے ہیں میر کوثر انھیں بُجرائی دُعا دیتے ہیں
 قاطمہ کہتی ہیں دُنیا میں یہ آباد رہیں شہ کا پُرسا مجھے سب اہلِ عزا دیتے ہیں
 کربلا میں کوئی مدفون اگر ہو تو حسین خاک کو مرتبہ خاکِ شفا دیتے ہیں
 چشمِ حُجاد اگر ضعف سے بھی ہوتی ہے بند اشقیا پاؤں کی زنجیر ہلا دیتے ہیں
 بوسہ لے کر اب سو فار کا کہتے تھے حسین بھوک اور پیاس میں کیا تیر مزا دیتے ہیں
 دیکھ کر لاشوں کو شہ کہتے تھے اے پیرِ فلک یوں کہیں خاک میں گزار ملا دیتے ہیں
 روکے کہتی تھی سکینہ کہ ہمیں قید کیا لوگ زنداں سے قیموں کو پھڑا دیتے ہیں
 کیا سخی ہیں شہ دیں بخششِ امت کے لئے جان بھی دیتے ہیں اور گھر بھی لٹا دیتے ہیں

یہ سلامِ شہِ مظلوم کہا خوب دبیر
 دیکھیں انعام میں مولا مجھے کیا دیتے ہیں

صنعتِ غیر منقوط میں

○

مسطور گر کمال ہو سروِ امام کا مصرع ہمارا سرود ہو دارالسلام کا
 حاصل سرِ غر کو مُرّقع کُلاه ! واہ ! دردا سرِ عَلم سرِ اَظہر امام کا
 اس طرح جو حمد رہا سرورِ اُمم اعدا کو حوصلہ ہوا مدحِ امام کا
 دردا ! لہوِ امامِ اُمم کا حلال ہو پہلِ اس طرح ہو مسئلہ امرِ حرام کا
 ہر سو وہ آمد آمدِ سردایہ دوسرا اور ہمہ وہ ادھم صرصرِ لگام کا
 کہرامِ شلکِ ملک ہوا دھومِ کوه کوه سوکھا لہوِ دلِ اسدِ گرگ و دام کا
 ڈر کر ادھر کو گم ہوا غیرِ عدد کا ماہ طالعِ بَوا بِلالِ ادھر کو حسام کا
 آرامِ گور کا ہو اگر دل کا مدّعا ہر سال و ماہ سوگ رکھا کر امام کا

ہر دم ملا حرم کو وہ درد و الم کہ آہ

روحِ رسول کو ہوا صدمہِ دمام کا

○

غیمِ آلِ عبا ہے اور میں ہوں سلامی یہ غذا ہے اور میں ہوں
 خیالِ کر بلا ہے اور میں ہوں بہشتِ جاں فزا ہے اور میں ہوں
 عجب کیا گر فرشتہ ہو سب نفس درِ شیرِ خُدا ہے اور میں ہوں
 بچوں موتی بیابانِ نجف کے یہ دَرِّ مدّعا ہے اور میں ہوں
 مثالِ دانہ پیتا ہوں شب و روز فلک کی آسیا ہے اور میں ہوں
 نہ پہنچا کر بلا میں کیوں دمِ حشر یہ بختِ نارسا ہے اور میں ہوں
 جو ڈھونڈا تاجِ گُرنی بول اٹھا عرش علی کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں
 نبیؐ کہتے تھے اے حیدرؑ تمہارا شناسا اک خُدا ہے اور میں ہوں

علی مشکل کشا ہے اور میں ہوں
 بس اب راہِ وفا ہے اور میں ہوں
 سدا نورِ خدا ہے اور میں ہوں
 شبیہِ مصطفیٰ ہے اور میں ہوں
 لطیفِ آبِ بقا ہے اور میں ہوں
 یہ گیسوئےِ دوتا ہے اور میں ہوں
 سپرِ اکِ لافِی ہے اور میں ہوں
 جوانی کی قضا ہے اور میں ہوں
 کہا آہ و بکا ہے اور میں ہوں
 ترا جُرو ہما ہے اور میں ہوں
 جہاں میں وہ جتا ہے اور میں ہوں
 کہا شہ نے قضا ہے اور میں ہوں
 شہادت کا مزا ہے اور میں ہوں
 تلاشِ کیما ہے اور میں ہوں
 ہمیشہ یہ دُعا ہے اور میں ہوں

تمنا دولت و حشمت کی بے جا
 دبیر آخر فنا ہے اور میں ہوں



یہی ہے ناحنِ قدرت کی آواز
 صفِ دشمن سے ٹر نکلا یہ کہہ کر
 خبر دیتا ہے زن میں حُسنِ اکبر
 جمالِ پاک نازاں ہے کہ بے مثل
 لبِ شیریں مخاطب ہے خضر سے
 شبِ معراج کہتی ہے کہ یکتا
 بدا ہے دوش پر ناوِ علی کی
 مگر ضدِ حیفِ زن کا ہے یہ اظہار
 وطن میں حالِ صغرئِ جس نے پوچھا
 نشانِ شاہ سے کہتا تھا اقبال
 دہن کہتی تھی دل ہے خون جس کا
 بہن چلائی تھا ہو دمِ ذبح
 گلا بھی خشک ہے خنجر بھی بے آب
 غبارِ راہِ مہدئی ہے نظر میں
 دُعا بھی مال و دولت کی نہ مانگوں

کہ سوزِ ماتمِ شہیدِ آفتاب میں ہے
 زبانِ حق سے ہر اکِ عدوِ جواب میں ہے
 سوال میں ہے نہ اندیشہِ حساب میں ہے
 عجب یہ ہے کہ خری کس طرحِ حساب میں ہے
 کہ یہ ثواب میں ہے اور وہ عذاب میں ہے
 کہ روحِ فاطمہ حاضر تری رکاب میں ہے

ہر ایک ذرہ کب اے بھرتی حساب میں ہے
 سلامی ابنِ علی تو سوالِ آپ میں ہے
 جو کربلا میں مَوا وہ نکیر و منکر سے
 حسینِ امام تو پیاسے موے نہ برسامینہ
 کہاں حسین کا لشکر کہاں سپاہِ یزید
 حسین کہتے تھے اے ذوالجناحِ ٹھہر کے چل

دخیل ہو کوئی زائر تو بولتے ہیں ملک
 حسینِ امام سے روکر کہا یہ اکبر نے
 دولہن تو روتی تھی گھونگٹ میں خلق کہتی تھی
 حرم تو بلوے میں پردے میں دختران یزید
 بیادِ تشنگی شہِ اُلٹ دیا ساغر
 حرم سے صبح شپ قتل شاہ کہتے تھے
 کہا بتول نے شاید حسینِ پیاسے ہیں
 شہیدِ اصغر تشنہ دہن ہوا سونہوز
 درِ خیام سے گھوڑا جو چل کے ٹھہر گیا
 تو ذوالجناح نے تب عرض کی کہ یا مولا
 خیالِ عارتِ اہل حرم جو گذرا ہے
 برائی قاسمِ نوشہ کے رنگ کھیلے ہیں
 میں ورثہ دارِ علی ہوں پکارتے تھے حسین
 یہی حسین تھے کہتے کہ ٹھہر ٹھہرائے شر

نگاہِ مہر کی ہے یہ کہ مدحِ گویوں میں
 دہر بھی ترے اربابِ انتخاب میں ہے



مُجَرَّی یادِ حق ہے یادِ علی
 خُلد کیا ہے محبتِ حیدر
 دفترِ سرِ میں صحیح نہیں
 یوں جگہ خُلد میں ہے شیعوں کی
 لورجِ دل پر رقم ہے نادِ علی
 قہرِ دوزخ ہے کیا عنادِ علی
 خُلد و طوبیٰ و نہرِ کوثر ہے
 چارِ عنصر ہیں قالبِ دیں کے
 فردِ ایماں بغیرِ صادِ علی
 دل میں شیعوں کے جیسے یادِ علی
 کاغذ و خامہ و مدادِ علی
 فضل و احسان و عدل و دادِ علی

آتش و خاک و آب و بادِ علی
 حرز ہے بازوے جوادِ علی
 جن کو دل سے ہے اعتقادِ علی
 قبر میں ہم پڑھیں گے نادِ علی
 دیکھنا شوکتِ جہادِ علی
 حور و غلاماں ہیں خانہ زادِ علی
 کیا نبی سے تھا اتحادِ علی
 پاک گوہر ہیں خانہ زادِ علی
 کیا خدا پر تھا اعتمادِ علی
 قاریوں کو حدیثِ صادقِ علی
 زادِ ایمان ہے خانہ زادِ علی
 یوں گنہ شیعوں کے وِدادِ علی
 روزِ مولد یہ تھا سوادِ علی
 شیعانِ خوش اعتقادِ علی
 ہر بلا کی سپر ہے نادِ علی
 راحلہ پاؤں فقر زادِ علی
 غیب میں ایسے ہیں بلاؤِ علی
 ہے ربائی کی قطعِ نادِ علی
 داغِ شبیر اور وِدادِ علی
 خاک میں مل گئی مرادِ علی

نور ہی نور ہے خدا کا فقط
 تنگ دستی سے دی پناہ ہمیں
 اُن کی مشکل کے عقدے سب حل ہیں
 بابِ فردوس فتح کر دیں گے
 دل بہ حق لب بہ شکر و دست بہ تیغ
 گھر علی کا ازل سے ہے جنت
 شبِ معراج ساتھ ساتھ رہے
 صاف دُرِ نجف سے ظاہر ہے
 تیغِ سائل کو بخش دی دمِ جنگ
 وال ہے خوبیِ قرأت پر
 ہیں علی خانہ زادِ ربِ حرم
 جیسے ہیزم کو آگ کھاتی ہے
 مصحفِ انبیاء پڑھے فر فر
 حشر میں ہوں گے زیرِ عرشِ علی
 ہر مرض کی دوا ہے خاکِ شفا
 سفرِ حج میں تھی یہ شانِ اکثر
 ایک گوشہ ہے جن کا ہفتِ اقلیم
 کیوں نہ چار آئینہ ہو شیعوں کا
 لائقِ کبریا ہیں دو خفے
 بولی قبرِ حسین پر زینب

○

انس رکھتے تھے عجب گنجِ شہیداں سے شہید
 اس لیے خون چھڑاتے نہ تھے داماں سے شہید
 روئے قتل میں عجب نالہ و افغاں سے شہید

مُحَرَّر کی بعد فنا بھی نہ اُٹھے واں سے شہید
 روزِ حشر میں شہادت کی سند ہووے گی
 بہرِ تعظیمِ نبی جبکہ اُنھی لاشِ حسین

لاشِ شہ سے یہ حسنِ بولے اگر ہم ہوتے
 خشک تھا خلق نہ خنجر کی زباں بھی ہوئی تر
 چشمِ زخم آئے نہ شبیرؔ پہ اے بارِ خدا
 روزِ عاشور کو وہ عید کا دن سمجھے تھے
 دفن کرنے لگی لاشوں کو جو نبی قومِ اسد
 تبرِ غم سیکڑوں سروڑ کے کلیجے پہ لگے
 ساتھ زہراؑ کے ہر ایک حور جو روتی آئی
 ہو کے یادِ رہے شبیرؔ کے ہم تشنہ دہن
 کپڑے تو خوں میں بھرے ہاتھوں پہ سراپنا دھرے
 سر کشا کر تو سبک بار ہوئے وہ زن میں
 ہم کو کچھ فخر نہیں آپ کے آگے واللہ
 شہ نے قاصد سے کہا فاطمہؑ سے کہہ دینا
 بھائیوں کی جو خبر پوچھے تو دینا یہ خبر
 تجھ کو بخشائے گا خالق سے وہ محشر میں دبیرؔ

ہونے دیتے نہ تمہیں خنجر بُراں سے شہید
 اور سیراب ہوئے خنجر بُراں سے شہید
 یہ دعا مانگتے تھے ہنجرِ مرگاں سے شہید
 سرِ شبیرؔ پہ قرباں ہوئے سو جاں سے شہید
 راہِ اعجاز سے بولے دلِ سوزاں سے شہید
 علی اصغرؑ جو ہوا تیر کے پیکاں سے شہید
 زن میں بیدار ہوئے نالہ و افغان سے شہید
 حوضِ کوثر پہ یہ بولے شہِ مرداں سے شہید
 حشر میں آئیں گے اس طرح کے ساماں سے شہید
 پر گراں بار ہوئے رحمتِ یزداں سے شہید
 حُلد میں کتنے تھے یہ اصغرؑ ناداں سے شہید
 ہو گیا باپ ترا خنجر بُراں سے شہید
 اک سناں سے ہوا اک تیر کے پیکاں سے شہید
 کربلا میں جو ہوا خنجر بُراں سے شہید



پڑھوں سلامِ مہبانِ بختن کے لیے
 دہن ہے ذکرِ سلامِ شہِ زمن کے لیے
 حواسِ خمسہ ہیں بُجرائی اس سخن کے لیے
 زمیں ہے خاکِ بر بُجرائی حسن کے لیے
 وہ پائے گا سیدِ من بکا سے بارِ جتاں
 پکارے طوق و سلاسل کو دیکھ کر عابدِ ق
 نہ تیر حُرمہ نے تنہی شرِ وادیا
 ہزار حیفِ کفن اُس کا خاکِ صحرا ہو ○

کہ ایک تھنہ نہ کافی ہے پنج تن کے لیے
 زبانِ دہن میں ہے گویا اسی سخن کے لیے
 کہ ششِ جہت کی ہے بنیادِ بختن کے لیے
 ہے نیل پوشِ فلکِ شاہِ بے وطن کے لیے
 خوشا نصیب جو روئے شہِ زمن کے لیے
 یہی ہے ہتھ میں بیمارِ خستہ تن کے لیے
 رسنِ گلے کے لیے اور گلا رسن کے لیے
 کہ جس کی خاکِ تبرک ہے اب کفن کے لیے

ہوا تھا نشوونما جس کا شیر زہرا سے
 ملیں گے جس کے غلاموں کو خَلّہ جنت
 نیا ستم ہے کہ اُمت نے کاٹ کر سرِ شاة
 پہنایا خلعتِ شادی تو بول انھی تقدیر
 لگائی ہاتھوں میں دُلہا دُلہن کے کیوں مہندی
 قضا پکاری کہ بیوہ کہو اسیر کہو
 لحد میں روتی ہے زہرا تڑپ تڑپ کے مدام
 یہی رقم خطِ پشت لبِ حسین میں تھا
 غضب ہے دستِ بخت بھی کیا عدو نے دراز
 سکینہ کہتی تھی سیدانی ہوں طمانچہ نہ مار
 حرمِ رسن میں بندھے آئے جبکہ پیشِ یزید ق
 کیا سلام بندھے ہاتھ سے جو زینب نے
 گھر کو کیا دُر دندانِ شاة سے نسبت
 حسین کہتے تھے سرِ دوں گا گھر لٹاؤں گا
 دکھا کے رنجِ یہ ماں سے کہتی تھی کبریٰ
 شریکِ خونِ حسین و حسن ہے پانی بھی ق
 حسینِ پیاسے موئے رن میں اور نہ پانی ملا
 دبیر ہو گا خدا مشتری گوہر اشک



سوزن میں تیروں کا باراں تھا اُس چمن کے لیے
 خدا کی شان وہ محتاج تھا کفن کے لیے
 برہنہ تن کو کیا جملہ کہن کے لیے
 کفن بھی قطع کرو دلیرِ حسن کے لیے
 وہ ہاتھ کٹنے کے خاطر ہیں یہ رسن کے لیے
 ہوئی خطاب کی تجویز جب دُلہن کے لیے
 کبھی حسین کی خاطر کبھی حسن کے لیے
 کہ ضربِ چوب کی ہے اس لبِ و دہن کے لیے
 گھر بھی آہ یتیم شرِ زمن کے لیے
 خدا کے واسطے اے شرِ جنتِ کین کے لیے
 لکھا ہے خاک کا جامہ تھا بارہ تن کے لیے ق
 طبق میں تڑپا بہت شہ کا سرِ بہن کے لیے
 یہ دُرِ صدف کے لیے وہ گھرِ دہن کے لیے
 نجاتِ اُمتِ محبوب ذوالہمن کے لیے
 دُلہن بنایا تھا اس کا لے پیرِ بہن کے لیے
 عزیز و غور کرو رب ذوالہمن کے لیے ق
 ملا تو زہر کے اندر ملا حسن کے لیے
 بھلا یہ رتبہ کہا ہے دُرِ عدن کے لیے

فاطمہؑ سنتی ہے اور اشکِ نشان ہوتی ہے
 غمِ حیدر کی پھری دل پہ رواں ہوتی ہے
 ہائے اب فاطمہؑ بے نام و نشان ہوتی ہے
 ایسی ہمیشہ زمانے میں کہاں ہوتی ہے

بُجرائی شہ کی مصیبت جو عیاں ہوتی ہے
 جب عیاں تیغِ ہلالِ رمضان ہوتی ہے
 ذبح ہوتے تھے حسین اور یہ کہتے تھے ملک
 دونوں بیٹے کیے زینب نے برادرِ یہ نثار

حوریں اک سمت بٹول آتی ہے رونے کے لیے
 اشک بے ساختہ مومن کے نکل پڑتے ہیں
 کہا زنجب نے تو کیوں گرنیں پڑنا اے چرخ
 شہ کا سردیکھ کے نیزے پہ یہ کہتے تھے حرم
 پاؤ کہتی تھی تڑپ کر میں کروں کیا ہے
 تانہ بھولے شریف پختن پاک کوئی ق
 زن میں وارد ہوئے اکبر نو پکارا لشکر
 واہ کیا نور ہے کیا خُسں ہے کیا جاہ و جلال
 رخ ہے وہ رخ کہ ابھی عکس جو اس کا پڑ جائے
 لب ہے وہ لعل کہ بیعانہ بدخشاں جس کا
 شمع ناوک پہ ہے پروانہ سدا تیر شہاب
 تیغ ہے برق غضب شعلہ فشاں آتش قہر
 پاؤ کہتی تھی کہ یاد آتے ہیں جس دم اکبر
 شہ کا سر کٹا تھا اور کہتی تھی روح زہرا
 ہم کو انجم سے ہے ثابت کہ غم مولاً میں
 نقش شہ دیں جب میں رقم کرتا ہوں
 شور تھا خیمہ میں ہنگام و دار اکبر
 رجب مبر دکھاتے ہیں جناب عابد
 جو مصیبت شہ بے کس پہ ہوئی زن میں دبیر

○

مجلس ماتم شہر جہاں ہوتی ہے
 جب کہ روداد شہ دیں کی بیاں ہوتی ہے
 حلق شہر پہ ششیر رواں ہوتی ہے
 کیوں قیامت نہیں دنیا میں عیاں ہوتی ہے
 صاحبو رخصتِ فرزند جواں ہوتی ہے
 پانچ وقت اس لیے دنیا میں ازاں ہوتی ہے
 عقل انسان کی خود رفتہ یہاں ہوتی ہے
 مدح اک شمع نہیں ہم سے بیاں ہوتی ہے
 کلڑے پوشاک قمر مثل کتاں ہوتی ہے
 ال اس لعل کی مدحت میں زباں ہوتی ہے
 کہکشاں چرخ پہ قربان کماں ہوتی ہے
 مرگ رہ جاتی ہے جس جاہ رواں ہوتی ہے
 پار سینے کی مرے غم کی سناں ہوتی ہے
 تیغ یہ میرے کلجے پہ رواں ہوتی ہے
 آہ سگان فلک شعلہ فشاں ہوتی ہے
 خشک ہر حرف یہ خاے کی زباں ہوتی ہے
 لوجدا قالب شہر سے جاں ہوتی ہے
 چشم حیرت سے خلافتی گمراں ہوتی ہے
 کون لکھ سکتا ہے اور کس سے بیاں ہوتی ہے

تڑپتی بٹول ایسی کہ کلڑے کفن ہوا
 ہیر نجات دارغِ عم پختن ہوا
 تقسیم درمیان حسین و حسن ہوا
 کس شان سے شہید امام زمن ہوا

خجرائی جب کہ خاتمہ پختن ہوا
 محشر میں خجرائی کو نہ رخ و محن ہوا
 روز ازل ثواب شہادت تھا جس قدر
 گردن پہ تیغ سینے پہ قاتل زباں پہ شکر

گرمی کی فصل اور پھر چھوٹے چھوٹے ساتھ
 چہلم کو آکے زن میں یہ کہتی تھی فاطمہ
 پانی کا قحط پیاس کی شدت بدن پہ زخم
 دم ایک سے رُکا تو گلا ایک سے چھلا
 ہر عشرے کو یہ کہتے تھے عابدِ دم زوال
 سید غریب بے کس و مظلوم بے دیار
 قربان اُن شہیدوں کی غربت پہ جن کو آہ
 وہ بولا مہر بخشو یہ بولی بکل کیا
 رہتے تھے پاؤں سُہر نبوت پہ جس کے آہ
 اٹھارہ سال کا پیر نوجواں اٹھا
 جُو فاطمہ نہ تھا کوئی لاشِ حسین پر
 کنگنا بندھا تھا ہاتھ میں کبراً کے جس جگہ
 کس ظلم سے کیا تھا قلم باغیوں نے آہ
 جس کا لباسِ حِلّہ جنت تھا بارہا
 جنبش جو کر بلا کو ہوئی بولے اہل بیت
 اس روز سے حرام ہے شمشاد پہ حرام
 اہل وطن سے کہتے تھے عابدِ ہزار حیف
 خالی دُرخِ حسین سے نسبت کہاں اسے
 کیا قہر ہے کہ شمر یہ کہتا تھا فخر یہ
 اکبر تھا وقت مرگ یہ پیاسا کہ باپ سے
 نازک گلا رسن میں سکینہ کا جب بندھا
 پانی پلا کے پیاسوں کو کہتے تھے اہل بیت
 گھبرا کے قید خانے میں کہتے تھے اہل بیت
 بھائی کے قتل ہوتے ہی زینب ہوئی اسیر

کس وقت میں حسین غریب الوطن ہوا
 اب تک حسین کو نہ میسر کفن ہوا
 کیا کیا حسینِ امام پہ رنج و محن ہوا
 سجاد پر یہ یہ صدمہ طوق و رسن ہوا
 یہ وقت تھا جو خاتمہٴ پنجتن ہوا
 کیا کیا خطابِ سبطِ رسولِ زمن ہوا
 کافور خاکِ دامنِ صحرا کفن ہوا
 قاسم میں اور دُہن میں فقط یہ سخن ہوا
 گھوڑوں سے پامال اسی کا بدن ہوا
 برگشتہ کیا حسین سے چرخ کہن ہوا
 بے کس ہوانہ ایسا کوئی بے وطن ہوا
 شادی کی صبح کو وہ مقام رسن ہوا
 سر سبز پھر نہ شہرِ خدا کا چمن ہوا
 قدرتِ خدا کی دُفن وہی بے کفن ہوا
 کیا اے زمینِ خاتمہٴ پنجتن ہوا
 جب سے قدادہ سروِ رسولِ زمن ہوا
 تم سے مرے پدر کا نہ غسل و کفن ہوا
 خوشبو ہزار نانہ مشکِ حقن ہوا
 خنجر سے میرے خاتمہٴ پنجتن ہوا
 پانی ہی مانگا بند نہ جب تک دہن ہوا
 آکر گلے پہ شیرِ خدا بوسہ زن ہوا
 ہے اس کی نذر قتل جو تشنہٴ دہن ہوا
 افسوس آج زندہ نہ خیر شکن ہوا
 سوئم ہوا نہ چہلم شادِ زمن ہوا

ایسا نہ تنگ حلقہ طوق و رتن ہوا
تیرا سخن قبول امامِ رتن ہوا

سجاد بولے کاش نکل جائے رک کے دم
اب اسے دبیر ایک سلام اور نظم کر

○

شمعِ رہ بہشتِ غمِ چختن ہوا
آلودہ اس میں خونِ امامِ رتن ہوا
جب خشک سب رسولِ خدا کا چمن ہوا
حضرت پہ دکھ پہ دکھ تو محن پر محن ہوا
جب دو پہر کو خاتمہ چختن ہوا
ہے ہنرِ سرخ رنگِ حسین و حسن ہوا
جس سے شگافتہ سرِ خیرِ شکن ہوا
بے جان جب وحیِ رسولِ رتن ہوا
باقی رہا جو زہرِ نصیبِ حسن ہوا
گویا اداِ حسین سے قرضِ حسن ہوا
پُر خون اس سے نانہٗ مشکِ نقن ہوا
گویا اداِ غلام سے قرضِ حسن ہوا
اس غم سے میوہ دار نہ سرو چمن ہوا
مدفون زہرِ خاک جب ابنِ حسن ہوا
نایاب اسے فلک یہ جہاں سے کفن ہوا
پر بند شکرِ حق سے نہ شہِ کادہن ہوا
زیورِ اسی کا حلقہ طوق و رتن ہوا
حسن ہوا حسین ہوا اور حسن ہوا
مجھ کو یہ پیارِ مرتبمِ زخمِ بدن ہوا
پانی سے تیرے تر نہ ہمارا دامن ہوا

نجرانی زہرِ خاک ہرج و مرج ہوا
تنہجِ خاکِ پاک جو ہو سرخ کیا عجب
سرسبزِ مغلِ بخششِ امت ہوا تب ایک
اکبر کی لاش لائے تو اصغر کو لے چلے
کیوں شش جہت نہ ہو گئی تابو اس گھڑی
دنیا میں کیوں نہ لعل و زہر کی قدر ہو
آلودہ زہر میں تھی وہ ششیرِ مومنو
دارثِ پدر کے ارث کے دنوں پر ہوئے
حقے میں دی وہ تیغِ ازل نے حسین کو
ظاہر میں زہرِ تیغِ کنا اک سرِ حسین
مارا غزالِ جنِ امامت کو بے خطا
قاسمِ ثار ہو کے یہ کہتا تھا یا حسین
اکبر کو پھل نہ بارِ جوانی کا کچھ ملا
آکر دہنِ نیسوک برہایا مزار پر
اصغر کے بھی گئے میں شلوکا تھا وقتِ دفن
آب و طعام بن رہا گو کہ تین دن
طُفنی میں ناگوار تھا بیکل کا جس کو بوجھ
نفریں نہ کی بتوں نے امت کو گو کہ قتل
لپٹے جو خر سے شاہِ دمِ مرگ بولا خر
کہتے تھے شاہِ خشک ہو اسے؟؟ علامت

پانی پہ شہ کا قاتل ہوتا ہے آج تک
شیرانِ دشت کہتے تھے مارا گیا حسین
آلہ یزید پر دے میں بلوے میں اہل بیت
دولہا جہاں بنایا تھا مادر نے دات کو
چالیس سال باپ کا عاہد نے غم کیا
اب بادشاہِ عصر نے چہم کی بنا
کیوں کر نہ ہو جہاں میں رواجِ عمِ حسین
ہم عمرِ حضرتِ ہودے علی حیدر اے دبیر

○

دل میں بہارِ داغِ امامِ زمن رہی
سب منزلوں میں شہ کو مدینہ کی یاد تھی
کافی ہوئی نہ چار بزرگوں کو موت آہ
اللہ رے بھائیوں کی محبت کے حشر تک
لبریز پیاس سے یہ ہوا شاہ کا دہن
عابد پکارے حیف بہتر گلے کئے
صغریٰ کہے گی حشر میں اکبر کو دیکھ کر
ہوتے ہی صبح عقد رنڈا پا گلے پڑا
قالب میں شہ کے تیر تھے بعد از دواعِ روح
اب تک نغاں ہے مرقدِ عباس سے بلند
صغریٰ نیرد کے پوچھا یہ تحقیق ہے پھوپھی
زینب نے سر جھکا کے کہا جج ہے میری جان
شیر بے جنازہ و بے غسل و بے حنوط
برقع کے بدلے منہ پہ رہے گیسوؤں کے بال

ایسا نہیں جہاں میں تشنہ دہن ہوا
جس دم نجف میں شیرِ خدا نعرہ زن ہوا
کیا تجھ کو انقلاب یہ چرخ کہن ہوا
داں روزِ عقدِ ماتم ابنِ حسن ہوا
مکہ نوحہ گر ہوا تو کبھی سینہ زن ہوا
آقا کا وہ چلن تھا یہاں کا چلن ہوا
شاہ جہاں محبتِ حسین و حسن ہوا
مقبول بارگاہِ خدا یہ سخن ہوا

مُجرائیوں کو قبر میں سیرِ چین رہی
پہنچے کربلا میں نہ حُبِ وطن رہی
امت کو فکرِ خاتمہٗ پنجتن رہی
ماتم میں بھی صدائے حسین و حسن رہی
منکر کے واسطے بھی نہ جائے سخن رہی
گردن مری فقط لیے طوقِ دہن رہی
بھیا تمہاری منتظر اب تک بہن رہی
کل ایک رات نام کو کبریٰ و لہن رہی
سورج غروب ہو گیا باقی کرن رہی
افسوس اے سکینہ تو تشنہ دہن رہی
عریاں میں پہ لاشِ امامِ زمن رہی
بے گور بھائی اور مقید بہن رہی
زینب برہنہ سر رہی عریاں بدن رہی
واری گلے میں جائے گریباں رسن رہی

ہوتا ہے شامیانہ کا دستور قبر پر
ہے ہے نہ پوچھو کیا مرے بھائی کا تھا کفن
جس خاک پر ہوا تھا شہید ابنِ بو تراب
جب تک دیا نہ فاتحہ پانی پہ بھائی کا
اصغر کوماں کے واسطے حوروں کی گود میں
ڈلہا کا گھر نہ باپ کا گھر تھا برائے فلک
باقی ہے نخل گردنِ زینب پہ قبر میں
بہرِ ثواب نغم میں کرتا ہوں اے دبیر

سو دھوپ شہ کے لاش پہ سایہ کفن رہی
دل کو مرے نہ اب ہوں پیر بن رہی
چالیس روز تک وہی بچی کفن رہی
زینب بھی قید خانہ میں تشنہ دہن رہی
کیا کیا نہ بے کلی لبِ مہرِ لبین رہی
آخر کہاں یتیم حسن کی دلہن رہی
دنیا میں قید خانہ رہا نے سن رہی
افسوس اب جہاں میں نہ قدرِ سخن رہی

○

پیرِ شہ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے
ہر بیت میں مضمونِ نیا زینب رقم ہے
در پیشِ خزاں جوں گلِ زہرا کی رقم ہے
وصفِ قدِ شہر کا کیا فیض رقم ہے
مدحِ شہ دیں لکھنے سے کب سیر قلم ہے
مجرائی دریدہ جو گریبانِ قلم ہے
کیا پاسِ بزرگی درِ شاہِ اُم ہے
وہ قبلہ نورِ ابروے سلطانِ اُم ہے
یہ فیضِ شائے قدِ سلطانِ اُم ہے
مجرائی یہی موج کی سطروں میں رقم ہے
مجرائی سرِ فتح و ظفرِ جدے میں خم ہے
موزوں جو شائے شرفِ اہلِ حرم ہے
موسیقی کو عدا آئی کہ فعلین اُتارو
جس طرح سے یہ پانچ نمازیں ہوئیں ہم پر

اس واسطے مجرائی سرِ خامہ قلم ہے
مجرائی کلیدِ درِ غیب اپنا قلم ہے
بلبل کی طرح نوے میں مجرائی قلم ہے
مانندِ الفِ راستِ سلائی کا قلم ہے
خالی صفحہ گرسنہ خاے کا حکم ہے
در پیشِ مگر مرثیہ شہ کی رقم ہے
مجرائی فلکِ دور سے تسلیم کو خم ہے
مجرائی فلک پر مہِ نو سجدے کو خم ہے
ہر مصرع سر بہرِ برا سرِ ارم ہے
سقاؤں میں یکتا ہے ٹو سقائے حرم ہے
تغ دو زباں شہ کی محرابِ حرم ہے
مجرائی ہر اک بیتِ مری بیتِ حرم ہے
صحرا یہ نہیں مقتلِ سلطانِ اُم ہے
واجب بہ خدا مہجرتِ پاک کا غم ہے

شہر کے ہے روئے کتابی سے مشابہ
یوں خر سے مخاطب ہوئے کفار دمِ جنگ
واں فاقہ ہے اور پیاس یہاں میوے ہیں اور نہر
مانا کہ ہیں شہرِ پیبر کے نواسے
کی تیغ زباں خر نے علم اور یہ پکارا
سودا بہ رضا اپنا ہے بازارِ قضا میں
تم کو مرے آقا کے شرف کیا نہیں معلوم؟
خورشید میں بدر فلک شمعِ مدینہ
کیا حاکم شامی کو ہے شہر سے نسبت
وہ ظلم ہے یہ عدل؛ وہ عصیاں یہ عبادت
تم کو رہو کیا؟ دیکھو میرے واسطے واللہ
ہاتف نے ندا دی نہ پھرا ہے نہ پھرے گا
قاسم سے کہا خطِ حسنِ شاہ نے پڑھ کر
کس وقت حسین آئے ہیں اکبر کے سرہانے
خواہر سے کہا خواب میں آکر شہ دیں نے
عباس کے بازو جو کٹے کہنے لگا شمر
عباس پکارے نہ سمجھنا مجھے بے دست
زہرا نے کہا شیرِ ترائی میں ہے کس کا؟
گھبرا کے لیکنہ نے کہا پیاس بجھاؤ
رو رو کے حرم پیٹ رہے تھے سرد سینہ
کیا حسنِ شہادت کا ہے کیا شانِ عبادت
جز قطرۂ خوں دانہ تیغ ہے نایاب
پہلو میں ہے سو فار کلیجے میں ہے پیکاں
لبِ شکر میں سر سجدے میں دلِ یادِ خدا میں

دنیا میں جواز اس لیے قرآن کی قسم ہے
شادی ہے تجھے آج ولیکن ہمیں غم ہے
واں ذلت و خواری ہے یہاں جاہ و چشم ہے
ہر شام کا حاکم بھی نہیں رتبہ میں کم ہے
خاموش و گرنہ ابھی سر سب کا قلم ہے
حُبِ شہ دیں سکتے ہے دل خر کا دم ہے
کعبے کی قسم قبلہ اربابِ ہم ہے
سر راہِ عرب ہے وہی سلطانِ عجم ہے
دکن پر یہ اسلام وہ دیر اور یہ حرم ہے
وہ رنج یہ راحت؛ وہ ستم ہے یہ کرم ہے
یہ طور یہ خلد ہے یہ کوڑ یہ ارم ہے
اے ناریو خر عاشقِ سلطانِ اُم ہے
وہ اس میں رقم ہے جو مقدر میں رقم ہے
سینے میں تو پھل برچھی کا اور ہونٹوں پہ دم ہے
زینب ترے سر کھلنے کا کتنا مجھے غم ہے
اب قید کرو ان کو کہ ہر شانہ قلم ہے
اک ہاتھ مرا تیغ ہے اک ہاتھ علم ہے
دریا سے ندا آئی کہ سقائے حرم ہے
عباس تمہیں مالکِ کوڑ کی قسم ہے
محرابِ خم تیغ میں سر شاہ کا خم ہے
صفِ بسنہ جماعت کے عوض لشکرِ غم ہے
ہم دم دم تکبیر فقط تیغ دو دم ہے
سینے میں سناںِ خلق پہ شمشیرِ ہتم ہے
زرد چابِ قبلہ ہے نگہ سوئے حرم ہے

گویا کہ نہ زنجیر ہے پا میں نہ دم ہے
بس بیڑیاں ہیں خار ہیں پاؤں کا دم ہے
بیمار کی زنجیر تو پاؤں کا دم ہے
ہر تعزیے کے پاس گواہی کو علم ہے
پانی دو ذرا سا کہ مرا ہونٹوں پہ دم ہے
داری گئی اصغر مری الفت تمہیں کم ہے
سرشت پہ فدا کرنا یہ بے سر کی قسم ہے
پر ہے یہ ادب بیچ میں عابد کا قدم ہے
منہ سرخ طمانچوں سے ہے کانوں پہ دم ہے
اے شہر لعین پانی کہ اب ہونٹوں پہ دم ہے
دریا تجھے سقائے سکینہ کی قسم ہے
جلد آتا چچا تو کو مرے سر کی قسم ہے
مضمون تو کہتے ہی سلاموں کا ہم ہے

سجّاد میں یوں تیز رو راہِ رضا واہ
سجّاد کے ہمراہیوں کی پوچھو نہ تفصیل
عابد نے کہا کیوں مجھے پہناتے ہو زنجیر؟
اک جاہیں پس از مرگ بھی سردار و علم دار
کہتی تھی مسلمانوں کی بستی میں سکینہ
بانو نے کہا باپ کے پہلو کو بسایا
بیٹے جو چلے رن کو تو زینب یہ پکاری
غل کر کے قیامت ابھی برپا کرے زنجیر
سیلی کبھی گنتی ہے کبھی چھٹتا ہے گوہر
جلاد بھی رویا جو کہا شہ نے دمِ ذبح
سُقّہ بھی مولا ہے کوئی پیاسا؟ یہ بتا دے
عباس چلے رن کو تو چلائی سکینہ
فرصت نہیں لکھنے کی دبیر آج و گرنہ



شیرِ وطن میں اسے یاد آئے ہیں کیا کیا
قسمت نے تماشے مجھے دکھائے ہیں کیا کیا
آغوش میں لے قبر کو چٹائے ہیں کیا کیا
عابد نیا سیری کے مزے پائے ہیں کیا کیا
الطافِ پدر نے مجھے فرمائے ہیں کیا کیا
سوغاتِ ترے واسطے ہم لائے ہیں کیا کیا
دیکھو مرے فرزندے نے دکھ پائے ہیں کیا کیا
شکر اس پہ بھی شہر بجالائے ہیں کیا کیا
دیکھو کہ ہمیں مرحلے پیش آئے ہیں کیا کیا
تو نے مرے گلِ خاک میں بلائے ہیں کیا کیا

صغرا نے بھی اے مجری غم کھائے ہیں کیا کیا
قاسم کی دُہن کہتی تھی رنڈ سالا پہن کر
فارغ ہوئے سجّاد جو نہی دُہنِ پدر سے
کانٹوں پہ چلے طوق پر ادنوں کو کھینچا
زنداں میں سکینہ ہوئی بیدار تو بولی
فرماتے تھے دکھلا کے مجھے میوہِ جنت
مقل میں سبیر سے یہی کہتی تھی زہرا
بیٹے مولا بھائی مولا غمخوار ہوئے قل
عابد جو چلے کانٹوں پہ رو رو کہ پکارے
رورود کے حسین ابن علی کہتے تھے کیوں چرخ

گو پیاس نے صدے ہمیں دکھائے ہیں کیا کیا
پوچھو مرے دل سے کہ مزے پائے ہیں کیا کیا
ناموسِ نبیٰ خیمے میں تھرائے ہیں کیا کیا
تھے مستعدِ قتل پہ شرمائے ہیں کیا کیا
عباسِ دلاور اسے یاد آئے ہیں کیا کیا
ہر رات کو شیرِ آن کے چلائے ہیں کیا کیا
سجاءِ حزیں اُس گھڑی شرمائے ہیں کیا کیا
تب شیرِ خدا قبر میں تھرائے ہیں کیا کیا
ہم ان کو دمِ ذبح بھی یاد آئے ہیں کیا کیا
پردیس میں دکھ آپ نے بھی پائے ہیں کیا کیا
مردے بھی انہیں ہاتھوں سے دفنائے ہیں کیا کیا

یہ شعر رقم کر کے دبیر جگر افکار
مینہ خانے نے بھی اشکوں کے برسائے ہیں کیا



کہا فلک نے زمیں کا ہوا قمر پیدا
یہ رفتہ رفتہ کیا چشم نے اثر پیدا
فلک پہ کس لیے ہوتا ہے اب قمر پیدا
الہی حشرِ تلک ہو نہ اب سحر پیدا
برنگِ شمع جو کٹ کٹ کے ہوئیں سر پیدا
ہوا تھا واسطے برجی کے یہ جگر پیدا
تمام ہو گئے فطرس کے بال و پر پیدا
صدائے نوحہ رہی رن میں رات بھر پیدا
کیا ہے حضرت عیسیٰ کو بے پدر پیدا
زمین خشک سے کوثر و چشم تر پیدا

ہوئے جو بُرجی سلطانِ بحر و بر پیدا
سلامی اشک میں ہے تانبش گھر پیدا
چھپا زمین میں ہے ہے مہِ بٹی ہاشم
دعائے فاطمہ تھی یہ شبِ شہادت کو
حسین کہتے تھے سب راہِ حق میں کٹا دوں
لگا جو سینہ اکبر میں نیزہ شہِ بولے
ہوا جو شہِ کئے قرینِ قہر حق سے دور ہوا
بنا بنائے لحدِ شہ کی چٹائی تھی بتوں
کہا یہ شہ نے لعینوں سے ہے خدا قادر
اسی کی دی ہوئی قدرت یہ ہے کہوں تو ہو

شہید ہو پھر نوجوان جب شہ کا
دکھا کے نیرے کے پھل شہ نے یہ نبی سے کہا
جن کو آب جو ایک غم حسین سے دو
حسین امام مابے کس ازل سے آج تک
ہوا جو خاتمہ بختن ملک بولے
رکھی جو گردن عابد پہ تیغ ظالم نے ق
کہا نہ کاٹ گلا جانشین احمد کا
پدر کی لاش پہ سجاد یاں تک پیٹے
شب شہادت شہر کا نہ منہ دیکھا
سر بتوں ہے اب تک کھلا غم شہ سے
سر حسین سے سجاؤ نے کہا رو رو
گے رن میں گے طوق میں گے تپ میں
جو دیکھتا قد اکبر وہ یہ بیاں کرتا
شکتہ گوہر دندان مصطفیٰ جو ہوا
سکینہ کہتی تھی بابا کا خوں بہا مانگوں
عجب نہیں ہے اگر شہ کے سوز غم سے دبیر

مرے مزار سے جوں سبزہ نبوں شرر پیدا



نجرنی ہے سوگوار ماہ حیدر چاندنی
نجرنی فرش نجف سے کب ہو ہمسر چاندنی
اے فلک اندھیر ہے عابد کا زنداں بے چراغ
تا کمال چارہ مصوٹ روشن سب پہ ہو
حلتہ نورانی فردوس کے مشتاق تھے
شمر نے چاہا کہ حضرت سے جدا اعتبار ہوں
اشک ہیں شبنم بکا کرتی ہے شب بھر چاندنی
چاندنی جھاڑوں تو جھڑتی ہے زمیں پر چاندنی
اے زمیں کیا قہر ہے دنیا میں گھر گھر چاندنی
چودھویں شب کورہا کرتی ہے شب بھر چاندنی
دیکھ کر عاشور کی شب کو بہتر چاندنی
یہ نہ سمجھا چاند سے چھوٹے گی کیوں کر چاندنی

جب سفیدی روضہ شیر میں ہونے لگی
 اتحادِ بختن پر بل کے چاروں ہیں گواہ
 مال و زر کا کیا بھروسا چاہیے فکرِ مال
 اُردے ماہِ بنی ہاشم سے روشن تھا جہاں
 صاف باطنِ لوسہ دنیا سے نرمی دنیا میں ہیں
 بارہا لکھا ہے شب کو حسنِ رخسارِ حسین
 سینہ پر داغِ زہرا دیکھ لے گر اک نظر
 خاکساروں کا ہر اک دھتے سے دامنِ پاک ہے
 کشورِ بغضِ علی میں کیوں بے ہیں تیرہ بخت
 مہدی دیں ہیں نہاں فیضِ ہدایت ہے عیاں
 جب کہ زنداں کے اندھیرے سے بہت گھٹا تھا دم
 ہوتے ہی طالع کیا ماہِ جوانی نے غروب
 جب چھٹی کو تارے دیکھے ہاتھ سے بولی قضا
 بے سوا دوں کو نہیں تمیزِ حسن و قبحِ لطم
 خاکساروں کا ہر اک دھتے سے دامنِ پاک ہے
 عرشِ اعظم جن کے گھر کا فرش پا انداز ہے
 ہر مہینے دشمنان دیں سے ہے سرگرم جنگ
 کھینچتا ہے عاشقوں کے دل کو نور کر با
 اے خوشا طالع کہ ہے نامِ حسن سے ہم عدد
 اشتیاقِ سیرِ بختِ دیتی ہے بے شیر کو
 اصغر بے شیر کی تربت پہ رکھنا چاہیے
 احمدِ مختار ہیں نورِ خدا کے آسمان
 شام سے سامانِ صبحِ قتل کرتے تھے شہید
 پیشِ فرشِ روضہ شیرِ طلعت پر ترے

گر و روضہ کے پھری چونے میں مل کر چاندنی
 دھوپِ خورشیدِ درخشاں ماہِ انور چاندنی
 فی الشل ہے چار دن کی اے تو نگر چاندنی
 بدر سے اس ماہِ نو میں تھی فزوں تر چاندنی
 گردِ آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی
 روشنائی میں مرکب کی ہے اکثر چاندنی
 چاند کے مانند داغی ہو سراسر چاندنی
 گردِ آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی
 یاں نہ ازل چاندنی ہے اور نہ آخر چاندنی
 چاند جیسے اُبر میں اور جلوہ گستر چاندنی
 کہتے تھے بچے دکھا دو ہم کو دم بھر چاندنی
 والے قسمت دیکھنے پائے نہ اکبر چاندنی
 دادیِ غربت کی اب دیکھیں گے اصغر چاندنی
 جانتا ہے کور سائے کے برابر چاندنی
 گردِ آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی
 فرش کی خاطر نہ تھی ان کو میتر چاندنی
 چرخ پر رکھتی ہے ماہِ نو کا فخر چاندنی
 مرغِ شبِ آہنگ کی خاطر ہے جو شیر چاندنی
 کیوں نہ ہو روشن دلوں میں نامِ آدر چاندنی
 قاصدِ مہرِ لبِ تھی بہرِ اصغر چاندنی
 چاند کا ہے دودھ سے لبریز ساغر چاندنی
 حیدر و زہرا قمرِ شیر و شیر چاندنی
 نور کا ترکا تھی بہرِ فوجِ سرو چاندنی
 خندہ دندان نما کرتے ہیں اختر چاندنی

نہر لے دامن میں گلِ خورشیدِ انور چاندنی
ہے نمک پاشِ دلِ احبابِ حیدر چاندنی
فرش پر سجاد کا تھا جسمِ لاغر چاندنی
مہر کے چشمہ میں دھوئے وہ انور چاندنی
روشنی لے کر چلے پیشِ دلاور چاندنی
آسمان پر دھوپ نکلے اور زمیں پر چاندنی
چار سو چار آئینے سے تھی برابر چاندنی
زمین ماہِ نو عیاں جو ذاتھی پاکر چاندنی

روضہ حضرت کی گلشن میں اگر گلچیں بنے
ظلمتِ زندانِ عابد سے ہے زخمی ان کا دل
ہو گیا تھا خونِ غم سے خشک رنگت تھی سفید
روضہ پر نورِ مولانا میں بچھاتی ہے اگر
گردِ خیمے کے طلائے کو چلے عباسِ جب
عکسِ خورشیدِ جبیں و ماہِ عارض جو پڑا
نورِ تن چھن چھن کے کڑیوں سے زرہ کے تھاعیاں
زبرِ راں شہدِ زوہ تھا ہال جس کے سنبھلے

اک مہِ داغِ عزا میں کتنے جلوے ہیں دبیر
قبر پر باہر چراغاں اور اندر چاندنی



نالہ اے بُجڑی پتھر میں اثر کرتا ہے
دُڑا خاک کو اے بُجڑی زر کرتا ہے
آئید ماہِ محرم کی خبر کرتا ہے
چرخ اے بُجڑی گلِ شمعِ قمر کرتا ہے
بُجڑی اُس کو فلکِ افسر سر کرتا ہے
آبلہ زبرِ قدمِ چشم کو تر کرتا ہے
اس لیے دشتِ ہر اک خاکِ بر سر کرتا ہے
گوہرِ بحرِ علی قصدِ سفر کرتا ہے
تج کو شمر لیں تیز مگر کرتا ہے
پیار اکثر مجھے زہرا کا پسر کرتا ہے
ذبحِ شہید کو اے شمر اگر کرتا ہے
آخری پیار تمہیں اب یہ پد کر کرتا ہے

جگرِ چرخ سے بھوں تیر گزر کرتا ہے
مہر سے ماہِ علی جب کہ نظر کرتا ہے
بُجڑی دل جو فغاںِ شام و سحر کرتا ہے
آہ پر سوز جو تُو وقتِ سحر کرتا ہے
جبہ سائی جو در شہ پہ قمر کرتا ہے
پا پیادہ جو گلِ فاطمہ ہے اس غم سے
گورِ زہرا کے پسر کو نہ ملی تا چہلم
مرگ کہتی ہے کہ غمِ دل میں کرے گا روزِ
شاہ کہتے تھے اچھلتا ہے مرا خونِ گدو
بولے سجاد کہ غش کھا کے جو میں گرتا ہوں
کہا نہ بت نے کہ کر قتل مجھے تُو پہلے
شاہ کہتے تھے سکینہ سے لپٹ کر شبِ قتل

پھل جو گنتے ہیں تو غم سر کو شجر کرتا ہے
 کہا زہرا نے کہ شیر سفر کرتا ہے
 جنگ میں سینے کو عباس پر کرتا ہے
 کہ قلم ہائے مسلمان مرا سر کرتا ہے
 اب طش پیاس سے بابا پہ جگر کرتا ہے
 اب بھی بے چین ہمیں درد کمر کرتا ہے
 ق ہاں خبردار کہ ہاتھ یہ خبر کرتا ہے
 اپنے لب کس لیے پانی سے ٹوٹ کر کرتا ہے
 اب مدینہ سے میرا لال سفر کرتا ہے
 عقلا سے ہے دہر
 دعوے ہنر کرتا ہے

ہو کے زخمی کہاٹھ نے کہ ٹھکوں سجدے میں
 پوچھا حوروں نے کہ کیوں خلد میں گھبراتا ہو؟
 روحِ حمزہ کی یہ کہتی تھی کہ سبحان اللہ
 وہ گلا کاٹتا تھا شہ کو تاسف یہ تھا
 کہا اصغر نے اشارے سے رکھو ہاتھ اپنا
 شہ کے مرقد سے یہ آتی تھی صدا اے عباس
 پانی مسلم نے جو طوع سے لیا آئی صدا
 ذبح ہو گا پسر فاطمہ زہرا پیاسا
 کہا زہرا نے پیبر سے کہ تربت سے اٹھو
 طالبِ دادِ مضا میں
 بے خرد سے نہیں

○

پر بے درختہ دیکھے یہ باد تو نہیں ہے
 اے حوریو یاں شہر ستم گر تو نہیں ہے
 مقتل میں کہیں نہ بے مظهر تو نہیں ہے
 بالیں ہے پہ ماں روتی ہے خواہر تو نہیں ہے
 ہم شکلِ پیبر ہے پیبر تو نہیں ہے
 واری گئی زندان ہے یہ گھر تو نہیں ہے
 پاس آپ کے بی بی کوئی چادر تو نہیں ہے؟
 واری تمہیں کچھ الفتِ مادر تو نہیں ہے
 اصغر مرا تصویرِ پیبر تو نہیں ہے
 کیوں شہرِ کلیجہ ترا شہر تو نہیں ہے
 آخر یہ جگر ماں کا ہے شہر تو نہیں ہے
 ناموسِ نبی لائقِ چادر تو نہیں ہے

برگشتہ سلائی کا مقدر تو نہیں ہے
 جنت میں قدم رکھا سکیئے نے یہ کہہ کر
 شہ بولے دمِ ذبح کوئی روتا ہے اے شہر
 آئی یہ ندا حلقِ ترا کٹتا ہے واری
 لشکر سے کہا عمر نے کاٹو سرِ اکبر
 پاٹو نے کہا سو رہو بے فرش سکیئے
 سر کھل گیا کبرٹی کا تو نہ بے یہ پکاری
 پاٹو نے کہا باپ کے تم عاشق ہو اکبر
 کہتے ہو کہ بے شیر کو دیکھو مرے بدلے
 نہ بے نے کہا سینے پہ سید کے چڑھا ہے
 کس طرح گوارا ہو ترا داغِ جوانی
 کہتے تھے شقی ہاؤں سے منہ ڈھانپ لیں اپنے

فصلہ نے کہا جان فقط رکھتے ہیں لے لو
گھر لوٹ کے شیر کا کہنے لگے ظالم
سردار سے یہ کہہ کے کنارہ کیا کرنے
شہ نے کہا بے شیر کو دو پانی لعینو
بالفرض بقول عمر د شمر ستم گر
بے سائنہ لشکر نے کہا آئے جو اکبر
زہرا نے دیا شیر خبا نے لیے بوسے

دہشت ہے دبیر اپنے گناہوں سے دگر نہ
دل کو مرے اندیشہ محشر تو نہیں ہے



ہے شاہ کے صدقہ سے یہ توقیر ہماری
حیدر نے دم نزع گلے سے جو لگایا
عابد نے کہا قید میں گر نیند ہے آتی
پانی جو طلب شہ نے کیا شمر یہ بولا
نانا سے دم نزع کہا سبط نبی نے
جنت میں کہا شاہ نے ہے درد جگر میں
سقاے حرم کہتا تھا کر سینے کو غریباں
زینب سے کہا شہ نے سکینہ سے خبردار
احمد نے کہا اللہ اکبر پہ کہ افسوس
شہ نے کہا اے دل تو نہ کر یاد وطن کی
کہتے تھے حرم بادہ ہے اور بال کھلے ہیں
عابد نے کہا شاد ہے دل اس کو پہن کر

فردوس ہے اے بُرجی جاگیر ہماری
خبر کہتا تھا کیا خوب ہے تقدیر ہماری
کفار ہلا دیتے ہیں زنجیر ہماری
پیاسی ہے ترے خون کی شمشیر ہماری
پوچھو تو ذرا شمر سے تفسیر ہماری
روتی ہے مگر قید میں ہمیشہ ہماری
پر مشک نہ تو چمیدو اے تیر ہماری
ہم مصحف باطل یہ ہے تفسیر ہماری
امت نے مٹا ڈالی یہ تصویر ہماری
اب قبر یہاں ہوتی ہے تعمیر ہماری
یا شاہ نجت دیکھیے توقیر ہماری
گویا کہ یہ منت کی ہے زنجیر ہماری

شیریں سے کہا خواب میں فرزند سنی نے ق سرنگے یہاں آتی ہے ہمیشہ ہماری
جا جلد اڑھا زینب دل خستہ کو چادر دیوے گی دعا مادر دلگیر ہماری
ہر مشکل و آفت میں دبیر جگر انگار
ادا کیا کرتے ہیں شیر ہماری



سلائی جب کہ مجھ کو قتل سرور یاد آتا ہے
کہا زہرا نے میری گود میں بے گل ہوئے اصغر
نہ سونے کا سبب پوچھا جو باتوں نے سکینہ سے
زمین پر بے کفن دن میں پڑے شیر کہتے تھے
کہا باتوں نے رونے سے مجھے فرصت ملے کیوں کر
کہا شیریں نے شوہر سے سراپا خاک ڈھانپوں میں
آذان زین العبا جس وقت دیتے روکے فرماتے
یہی فرماتی تھی زینب کہ میں کیوں کر بیوں پانی
سکینہ سے جو کہتا شمر کیوں روتی ہے تو کہتی
شیر دین گود کے مشتاق تھے صحراے آفت میں
سکینہ ماں سے کہتی تھی نہ کیوں پیچ کھائے دل
ہوئے عابد جو گریاں دیکھ کر حواں کی قربانی
کلیجہ تھام کر سجاؤ نے رو رو یہ فرمایا
محرم میں جو طفل مومنین کرتے ہیں سقائی
کہا باتوں نے جب طوق و سلاسل پہنی عابد نے

وہ سوکھا حلق وہ بے آب مخمر یاد آتا ہے
لکڑوں کیا تمہیں آغوش مادر یاد آتا ہے
وہ بولی سینہ سبط منکبر یاد آتا ہے
کنارہ فاطمہ آغوش مادر یاد آتا ہے
جو اکبر بھول جاتا ہے تو اصغر یاد آتا ہے
مجھے ہر آن زینب کا کھٹلا سر یاد آتا ہے
پدر کا نعرہ اللہ اکبر یاد آتا ہے
مجھے وہ خشک لب بھائی کا اکثر یاد آتا ہے
مجھے تیرا طمانچہ اے رستم گی یاد آتا ہے
مسافر کو بہت پردیس میں گھر یاد آتا ہے
جھنڈولے بال یاد آتے ہیں اصغر یاد آتا ہے
کہا قصاب نے کیا تم کو سروڑ یاد آتا ہے
گلا شیر کا ظالم کا مخمر یاد آتا ہے
حرم کہتے ہیں عبا دل اور یاد آتا ہے
مجھے اُس دم تری طفلی کا زیور یاد آتا ہے

دبیر اُس وقت کیا اعمال پر میں اپنے روتا ہوں

مجھے جس دم حساب روزِ محشر یاد آتا ہے



مَجرُئی مَوسَمِ عِزا آیا مَاقَمِ شَاہِ کِربا آیا
 شور تھا رَقِبتِ آمِید اکِبرِ دیکھو ہَم شَکْلِ مَصلَی آیا
 بولے شامی ہے زلفِ سورۂ قَدَر زُخا ہے قُرآنِ نور کا آیا
 نَزَع میں شہ سے کہتے تھے نوشاہ زور اَعدا کو میں دِکھا آیا
 ہو کے رِختِ جو شَاہ سے عِباس صَبِ رَوِیہ پہ شیر سا آیا
 ناریوں کو لبِ فِرات تَلک سرد کرتا ہوا چلا آیا
 کیا قِیامت ہے رُو بہ رُوئے یزید کَنبہ زہرا کا بے رِدا آیا
 جا کے بولا عمر سے ابنِ نَمیر شَکْلِ اَحْمَد کی میں مِٹا آیا
 لاشِ اکِبر پہ کہتی تھی زینب ق کھا کے برِجھی تو دِربا آیا
 غِسلِ مِیت کی اب نہیں حاجت خون میں اپنے تو نہا آیا
 بولے نانا سے خُلد میں شِیرِ کلہ گویوں کو بَخشوا آیا
 لاشِ شہ کہتی تھی شُعباں سے رِحم تھہ کو نہ بے حیا آیا
 ہاتھ کاٹے جو بعدِ ذِبح مرے اے شَقی ہاتھ تیرے کیا آیا
 جب دِکھایا عَلِی نے زور اپنا یاد ہر بندے کو خدا آیا
 سب سے زنداں میں کہتے تھے سَجاؤ قَبر بابا کی میں بنا آیا
 بے کفن خاک پر پڑا تھا بدن تن سے سر شَاہ کا ملا آیا
 لپٹی زینب جو لاشِ سرُوڑ سے لرزے میں عِرشِ کُبریا آیا
 بارگاہِ خدا میں سرُوڑ کا تن جدا آیا سر جدا آیا
 یہ خبر دی کسی نے صغرا کو لَشکِرِ شَاہِ کِربا آیا
 بولی نانی سے لو مبارک ہو بی بی فرزندِ مَرْتَضی آیا
 بولی اصغر سے خُلد میں زہرا کیا گیا تُو جہاں میں کیا آیا
 قافلہ لے کے درمیانِ وطن جبکہ بیمار کِربا آیا
 پوچھا صغرا نے کیا سبب اس کا نہ پدر آئے نے چچا آیا

ننھا بھائی مرا تو خیر سے ہے کیوں نہ گھر میں وہ مل لقا آیا
 بولے سجاڑ لٹ گئے سجاڑ یک یک لقلقلہ قضا آیا
 نہ ستارے رہے نہ شمس و قمر سب کو میں خاک میں ملا آیا
 راہِ حق میں جنابِ حیدر نے وہ عطا کی کہ بن اُتا آیا
 اُمِ سلمیٰ کے خواب میں اک شب قیوں شہنشاہِ انبیا آیا
 ہاتھ دونوں بھرے تھے خاک سے آہ دھیان ان کو حسین کا آیا
 روکے پوچھا تو مصطفیٰ نے کہا قبر پیارے کی میں بنا آیا
 شام سے دشتِ کربلا کے قریں جبکہ ناموسِ مصطفیٰ آیا
 آئی عابد کو بوئے خونِ حسین لب پہ نوحہ یہ بر ملا آیا
 اُونٹ سے اترا اے پھوپھی زہب مقتلِ شاہِ کربلا آیا
 غل ہو گر کر بلا میں جائے دبیر
 شاعر مصطفیٰ آیا



اے بُجرائی شیر کو کیا یادِ خدا تھی سر پر تھی قضا اور نماز ان کی ادا تھی
 بُجرائی سر شہ کی یہ نیزے پہ صدا تھی پوچھو تو کوئی شر سے کیا میری خطا تھی؟
 لاغر ہوئے یاں تک سفرِ شام میں عابد پٹلی حرکت میں صفتِ قبلہ نما تھی
 جنہائی کا غم پیاس کا ڈکھ زخموں کی خدت شیر کی اک جان پر افراطِ بلا تھی
 عابد نے کہا گنجِ شہیداں پہ کہ افسوس بیمار کی قسمت میں نہ یہ خاکِ شفا تھی
 قاتل نے کہا شہ سے دمِ ذبح کہ مولّا اک بی بی کھلے سر ابھی مشغولِ بکا تھی
 شہ بولے کہ سمجھا کے اُسے لے گئے نانا وہ مادرِ شیرِ بتولِ عذرا تھی
 کیا قہر ہے تھے آلِ یزید اپنے محل میں زمان میں ذریبِ محبوبِ خدا تھی
 سب کہنے لگے دیکھ کے تابوتِ سکینہ واللہ یہی عاشقِ شاہِ شہدا تھی
 پہنا تھا کفنِ دلہا نے اور ہاتھ سے پڑخوں نے خلعتِ شاہانہ تھا ہرگز نہ حنا تھی

بانو کو اڑھائی اسی شیریں نے ردا تھی
 اے شرمے سر پہ یہ زہرا کی ردا تھی
 زہرا بھی یونہی باپ کی امت پہ فدا تھی
 سچ تو یہ ہے اے خُترے خُسنے میں وفا تھی
 زینب کی نہ چادر تھی نہ عابد کی عبا تھی
 زندان میں عابد کو میتر نہ دوا تھی
 اے چرخ بھلا دیکھ تو یہ کون سی جا تھی
 کیا رحم تھا کیا فیض تھا کیا جود و عطا تھی
 کیا جرأتِ لختِ جگر شیرِ خدا تھی
 کیا شکل تھی کیا یا برق تھی کیا جانیے کیا تھی
 زانو پہ رکھے سر کو بتوں عذرا تھی
 ہر چند بہت فاطمہ کبریٰ کو حیا تھی
 اے خُمرلہ تقصیر بھلا بچے کی کیا تھی ؟
 کیا میرے مرض کے لیے دنیا میں دوا تھی
 اک فاطمہ اس شہ کی مگر اہلِ عزّا تھی

دبیرِ اہلِ عزا میں
 شاہِ شہدا تھی

دولت جسے دے کر شہِ دیں نے کیا آزاد
 زینب نے کہا چھین کے تو لے گیا افسوس
 زینب نے جو صدقہ کیا بیٹوں کو تو غل تھا
 کس پیارے سے شہ کہتے تھے سر زانو پہ رکھا
 کس طرح سیکند کو ملا ہوگا کفن آہ
 ہوتی ہے شفا خاک سے شیر کی سب کو
 شیر کے سینے پہ پڑھا شرمِ ستم گر
 امت کے لیے شاہ نے کٹوا دیا گھر کو
 کرتے تھے عد و مدح یہ اکبر کی پس از قتل ق
 کیا حُسن تھا کیا نور تھا کیا رعب تھا کیا شان
 جلاد نے کس وقت شہِ دیں کو کیا ذبح
 لاش آئی جو قاسم کی ٹو سر کھول کے بیٹی
 شہ کھینچتے تھے تیر کو اور کہتے تھے رُود
 صفری نے کہا جب کہ ہوئی شہ سے جدائی
 رویا نہیں آکر کوئی لاشِ شہدا پر

ہے عَز و وقار اپنا
 تقدیر میں مذاحی

○

مٹی قمر اے شفیقِ خوں میں تر کیا
 گھر تو چھٹا پہ فاطمہ کے دل میں گھر کیا
 صفرؔ کو اس خبر نے بہت بے خبر کیا
 گھر کو لٹا کے شہ نے ہر اک دل میں گھر کیا
 میں نے یزیدِ حنیفِ نبی کا جگر کیا
 مشکل کشا کی بیٹیوں کو ننگے سر کیا

نانا نے جس کے بھری شوقِ اقر کیا
 ہمارا شہ کے بھری جس نے سفر کیا
 قتلِ حسین کی جو خبر نامہ برد نے دی
 کس دل میں الفتِ ہر مرتضیٰ نہیں
 کہتا تھا شرمِ میرے کیلجے کو دیکھنا
 یہ ظلم کیا ہے ظلم تو یہ ہے کہ خیمے میں

بے رحم نے سکیٹہ پہ ظلم اس قدر کیا
 اُس نے لبِ حسینِ تورن میں نہ ترک کیا
 تاراجِ باغِ فاطمہ کا دہپہر کیا
 پر زندگی کو باپ کے غم میں بسر کیا
 برباد جو لعینوں نے زہرا کا گھر کیا
 چوتھا برس تھا جبکہ مجھے بے پدر کیا
 قیدی کیا اسیر کیا در بدر کیا
 زین العبا نے شام کا کیونکر سفر کیا
 امت نے اس کے خوں سے نہ مطلق حذر کیا
 اصغر نے یوں ہی عرشِ بریں کا سفر کیا
 کچھ آہِ فاطمہ کا نہ ظالم نے ڈر کیا
 دیکھو تو تم نے مجھ پہ ستم کس قدر کیا
 اٹھارہ سال کا مرا کلوسے پسر کیا
 اب تک نہ ہم نے شام کے در پر گزر کیا

زندانِ شام میں حرمِ شہ نے اے دہیر
 لوحِ غمِ حسین سے شام و سحر کیا

○

جس کے مدفن کی درِ شہ پہ پنا ہوتی ہے
 حُر نے پوچھا یہ بلائیں مری لیتا ہے کون؟
 کہا قاصد نے یہ صغرا سے کیا ترک علاج
 اس قدر بیاس سے سوکھا ہے گلا سروڑ کا
 شہ نے رد کر یہ دمِ رخصتِ عباس کہا
 جب کہ مارے گئے غمخیز تو تما شور کہ اب

خاک اُس بُجرائی کی خاکِ شفا ہوتی ہے
 شام بولے مری ماں تجھ پہ فدا ہوتی ہے
 واں میتر نہیں عابد کو دوا ہوتی ہے
 کہ رواں اُس پہ نہیں تنج جفا ہوتی ہے
 تم جدا ہوتے نہیں روحِ جدا ہوتی ہے
 ننگے سر آلِ رسولِ دوسرا ہوتی ہے

عبدہ خنجر کے تلے کر کے یہ کہتے تھے صبیح
 کہا ہاتھ نے کہ قسمت کی رسائی دیکھو
 ماں نے قاسم کی کہا سر کو نہ کٹاؤ تم
 کہتی تھی یہاں جس روز سے ہیں زنداں میں
 شام کہتے تھے سکینہ سے کہ جھوڑو دامن
 کہا صغریٰ نے جو آجائیں مسافر میرے
 ملتی بہر زیارت ہے سدا حق سے دبیر
 کب تلک دیکھیے مقبول دعا ہوتی ہے



نُجُورِ آیا محرمِ خوں بہایا چاہیے
 سرگزشتِ شامِ نُجُورِ آئی سنایا چاہیے
 ہے کفنِ اپنا کیا زہرا نے مرقد میں سیاہ
 اکبر و عباس و قاسم قتل جس دم ہو گئے
 ماں یہ کہتی تھی سکینہ باندھتی ہے اپنے ہاتھ
 مجلسِ شہر کی دیتی ہیں حوریں جب خبر
 صبحِ عاشورہ یہ فرماتا تھا فرزندِ بتوں
 جب کہ زنداں سے بھٹے عابد تو یہ دل سے کہا
 شمر کہتا تھا کہ پیسا ذبح کچھ شام کو
 بولے شہِ جہلم تلکِ اشیں چلیں گی دھوپ میں
 کہتے تھے ظالم ہوئی ہے دفنِ زہرا رات کو
 بولی زہرا خُلد میں بے چین ہے میرا حسین
 لاشِ اصغر کو دکھا کر شہ نے ہاتھ سے کہا ق
 جب کہ پہناتی تھیں تم کرتا چل جاتا تھا یہ

مرثیہ پڑھ کر محبوں کو رُلا یا چاہیے
 فاطمہ آئی ہے رونے کو رُلا یا چاہیے
 ہے بردا پوشاکِ ماتم کی رنگیا چاہیے
 شام نے دل سے کہا اب سرکٹایا چاہیے
 اب تو اے قاسم بنے مہندی لگایا چاہیے
 فاطمہ کہتی ہے اب رونے کو چلایا چاہیے
 سرکٹایا چاہیے اُمّت بچایا چاہیے
 چل کے اب گورِ غریباں بھی بنایا چاہیے
 سو رہی ہے قبر میں زہرا جگایا چاہیے
 عرض کی انصار نے حضرت کا سایا چاہیے
 ننگے سر زینب کو اب درِ در بھرایا چاہیے
 قید خانے سے سکینہ کو بلایا چاہیے
 گور میں اس بھولے بھالے کو سلایا چاہیے
 اس کو آہستہ کفنِ ہاتھ پہنایا چاہیے

عرض کی بانی سنیۃ نے کہ اے بابا حسین ق دھوم سے تابوتِ اسعٰی کا اٹھایا چاہیے
 پہلی منزل ان کو پہنچانے چلوں گی میں غریب
 دیکھ کر انبوہ کو کہنے لگی قاسم کی ماں
 جا کے قہقہہ نے کہا زینب سے شہ مارے گئے
 کہتی تھی سیدائیاں ہنستے ہیں ہم پر مردوزن
 شاہ بولے خر پڑا ہے دھوپ میں اے فاطمہ
 کاٹ کر عباس کے شانوں کو نوفل نے کہا
 زید خنجر شمر سے رو رو کے کہتے تھے حسین
 شمر نے ہاتھ کو بتلا کر لعینوں سے کہا
 لاشہ عباس پر رو رو سکینہ کہتی تھی
 بولی زینب ننگے سروں اور پڑی ہوں قید میں
 شہ کا سر کہتا تھا ڈرتی ہے سکینہ شمر سے
 تیرے مرقد کی قسم یاں سخت عاجز ہے دہر
 یا حسین آبِ ہند سے اس کو بلایا چاہیے



مُجرائی قحطِ آب تھا اور کچھ غذا نہ تھی
 آزار سے گناہ کے ممکن شفا نہ تھی
 حق کی ولا میں شاہ کو فکرِ نکلا نہ تھی
 مُجرائی کیا غضب ہے کسی کو حیا نہ تھی
 پہنے تھے جس نے حُلّہ فردوس بارہا
 صغریٰ نے پوچھا سچ ہے پدر بے کفن رہے؟
 تعمیر اس لیے کیا کعبہ خلیل نے
 لاشے یتیموں کے جو بہائے فرات میں
 ہر بے حواس فائقے میں فوجِ خدا نہ تھی
 بھو خاک پاک مُجرائی اُس کی دوا نہ تھی
 مُجرائی ہارِ حُلد سے کم کر بلا نہ تھی
 بلوے میں سر پہ آلِ نبی کے ردا نہ تھی
 مجھ دھوپ اس کی لاش پہ ہے ردا نہ تھی
 بولے حرم کہ پاس ہمارے ردا نہ تھی
 قابلِ کوئی ولادتِ حیدر کے جا نہ تھی
 کیا چرخِ دو مزاروں کی دنیا میں جا نہ تھی؟

بیوں کے واسطے کوئی پھنپنے کی جا نہ تھی
 آگے یہ آمدوے دُور بے بہا نہ تھی
 زنجیر کے بھی نالوں میں پیدا صدا نہ تھی
 مابعد شمع روتی تھی لیکن صدا نہ تھی
 ہاں قابلِ شہدِ دوسرا یہ سرا نہ تھی
 ایک ایک رگ بدن کی اُسے تازیانہ تھی
 ظاہر میں شیرِ خوار کی گردن نشانہ تھی
 جز اشک و آہ اور کچھ آب و غذا نہ تھی
 پر اُس پہ یہ غضب تھا کہ مطلق ہوا نہ تھی
 بانٹو کے بے زبان کی یا رب خطا نہ تھی
 قسمت کا تھا قصور ہماری خطا نہ تھی
 بیاڑ کے نصیب میں خاکِ شفا نہ تھی
 عابد کی پشت لائقِ صد تازیانہ تھی
 عابد کو اجتنے عارضے تھے اور دوا نہ تھی
 مظلومیت فقط عوضِ شامیانہ تھی
 زینتِ یہ رسمِ الفت و مہر و وفا نہ تھی
 قابلِ کفن کے لاشِ مسافر کی کیا نہ تھی؟
 لٹاں خدا گواہ کہ سر پر روا نہ تھی
 ہر نماز حاجتِ قبلہ نما نہ تھی
 اے نہر تو جہیز میں دادی کی کیا نہ تھی
 کیا اور اس مریض کی خاطر دوا نہ تھی
 خنجر نہ تھا سناں نہ تھی تیغِ جفا نہ تھی
 حاجت روا کے ساتھ یہ بدعت روا نہ تھی
 بے رحم کو یہ دستِ درازی روا نہ تھی
 ساقط تھی نبضِ روح بدن سے روا نہ تھی

لے کر روائیں ناریوں نے گھر جلا دیا
 تشبیہِ اشکِ ماتمِ شہد نے دیا شرف
 سرتاجِ صابراں کا قدم تھا جو بیچ میں
 کبرٹی پہ خاتمہ ہے حیا کا کہ رات بھر
 دنیا سے زیرِ عرش گئے لے کے قافلہ
 اللہ رے تازی شہدِ غازی کی جلد نرم
 باطن میں تیرِ حرمِ تھا اور دلِ حسین
 لایا فلکِ حسین کو داں جس زمین پر
 پانی تو اہل بیت پر زنداں میں بند تھا
 آئے گی حشر میں لبِ سوفا سے صدا
 پیاسوں سے آکے خواب میں عباس نے کہا
 عابد پکارے گورِ غریباں بنا کے آہ
 کہہ اے فلکِ قسم ہے تجھے اپنے ظلم کی
 رعشہ درم بخارِ غشیِ ضعفِ درو سر
 قربانِ غربتِ لحدِ ابنِ بُزربا
 زنداں میں بیٹی سے کہا زہرا نے خواب میں
 چھوڑ آئی میرے بچے کو جنگل میں بے کفن
 زینت نے عرض کی کہ میں کفنائی کس طرح
 نیزے پہ قبلہ رُخ تھا سرِ وارثِ حرم
 بولی سکینہ بوند نہ دی میرے عمرو کو
 زنجیر و طوق دیکھ کے سچاؤ نے کہا
 کیوں شمر تیری فوج میں اک میرے واسطے
 باندھا رَسَن سے گردنِ مشکل کٹھا کو ہائے
 ہے ہاتھ چوبِ بید سے کھولے لبِ حسین
 آئے حسین لاشِ اکبر پہ کس گھڑی

زینبؓ نے پوچھا میں نے یہ سید کے جو چڑھا ق کیوں شمر یہ قساوت قلبی تھی یا نہ تھی
 پھیری پھری جو شہ رگِ حلقِ حسینؑ پر
 محسن کا قتل غصہ فزک قیدِ مرتضیٰ
 اسرارِ جنش لبِ شیر کا کھلا
 یثرب میں آئی خواب میں زینبؓ کے یوں بتوں
 زینبؓ نے پوچھا کس کے لبوں سے جیس ہے لال؟
 رو کر کہا بتوں نے تم یاد تو کرو
 خیمہ میں جب ترپتا تھا اصغرؑ بغیر شیر
 اکبرؑ پہ تھا جوانی کے عالم میں قحطِ آب
 ان حادثوں میں بھولتی ہے ہے حسینؑ کو
 روئی تمہارے ساتھ بہتر کی لاش پر
 جھاڑا تھا کس نے بالوں سے صحراے کربلا
 زینبؓ کہیں حسینؑ نے مانگا تھا جس گھڑی
 تھامی تھی تم نے جس گھڑی مظلوم کی رکاب
 جب تم گریں تھیں بھائی کے مردے پہ اونٹ سے
 یثرب سے تا یہ مار یہ اور واں سے تا یہ شام
 زینبؓ نے عرض کی کہ بجا کہتی ہیں جناب
 شفاے اہل بیت کی آنکھ اور تیرِ ظلم
 بے چادری و در بدری فاقہ و عطش
 لاشے پہ لاشا آتا تھا زن سے عزیزوں کا
 زینبؓ نے پوچھا نے جو باندھ رہے سن میں ہاتھ
 ہیبت اس کو شمر نے پہنائیں بیڑیاں
 پھر اس زمیں میں فکر کروں گا میں اے دبیر
 اس سال بھی نجف کا ارادہ تھا اے دبیر
 پر وہ گئے تڑپ کے کہ قسمت رسانہ تھی

○

۱۰ چہن گری وارو بزمِ عزا ہو جائیں گے
 جو کہ مدفون زمین کر بلا ہو جائیں گے
 ماں سے صفری کہتی تھی مجھ کو پیپ کر لے چلو
 چھن گئی چادر تو نہ بٹ بولی یہ باور نہ تھا
 شہ سے عابد نے شبِ عاشور یہ رو کر کہا ق
 شہ نے فرمایا کہ ہاں پر غم نہ کھانا میری جاں
 ہوں گے ہم شاہ شہیداں مثلِ حمزہ بعدِ قتل
 بعد اکبر کے اشارہ ماں سے اصغر کا یہ تھا
 بیہیاں لاشے پہ روتی تھیں تو بات کہتی تھی
 شمر کہتا تھا کہا شہ نے یہ رو کر وقتِ ذبح
 ماں سے قائم نے کہا اچھی میں ہوں گے سرخ زو
 محرابِ عاشور روتا تھا خیالِ شاہ میں
 باعدہ کر زلفِ سر شہ نیزے سے کہتا تھا شمر
 دے کے رخصت دن کی کہتے تھے عزیزوں سے حسین
 بولا ستھارے حرم چکا کے برقِ تیغ تیز
 کہہ کے یہ دریا بہایا خون کا مثلِ فرات
 لا فتی الا علی لا سیف لا ذوالفقار
 دی عدا شہ نے پیسیر کا یہ کلمہ پڑھتے ہیں
 جا کے بولے جن جو چلنا ہے تو زعفر جلد چل
 کہتے تھے حیدر پڑے گا وقت وہ شیر پر ق
 سارباں بعد از شہادت کاٹے گا دستِ حسین
 بولے شہ جو جو ہیں خونِ آلِ احمد میں شریک
 شہ گرے گھوڑے سے تو لپٹی سکیہ آن کر ق

دیدہ تر بھرتی بحرِ ابکا ہو جائیں گے
 خاک ہو کر بھرتی خاکِ شفا ہو جائیں گے
 میں منالوں گی اگر بابا خفا ہو جائیں گے
 کلمہ گو نانا کے ایسے بے حیا ہو جائیں گے
 کیوں پدر کل ہم اسیرِ اشتیاق ہو جائیں گے
 کل تمھارے اور مرے رتبے ہوا ہو جائیں گے
 آپ بندھوا کر گلا مشکل کشا ہو جائیں گے
 ہم بھی اب اُمّت کے بچوں پر فدا ہو جائیں گے
 صاحبو چپ ہو علی اکبر خفا ہو جائیں گے
 ہائے اب آلِ پیسیر بے ردا ہو جائیں گے
 زن میں ہم پامال گر مثلِ حنا ہو جائیں گے
 آج ہم ہیں بے وفا کل با وفا ہو جائیں گے
 اب پریشاں گیسوے خیر القسام ہو جائیں گے
 جاؤ وقتِ عصر ہم تم ایک جا ہو جائیں گے
 اب لپ دریا سے ناری سب ہوا ہو جائیں گے
 غل پڑا کفار اب غرقِ فنا ہو جائیں گے
 اب عیاں اوصافِ شاہِ لا فتی ہو جائیں گے
 بھائی بس بس جانے دو نانا خفا ہو جائیں گے
 ظہر تک تو قتلِ شاہِ کر بلا ہو جائیں گے
 دوست دشمن : آشنا نا آشنا ہو جائیں گے
 کلمہ گو بد خواہ آلِ مصطفیٰ ہو جائیں گے
 عرصہ اک سال میں وہ سب فنا ہو جائیں گے
 بولے شہ جاؤ کہ ہم حق پر فدا ہو جائیں گے

وہ پکاری یہ بگلے ملنا نصیحت ہے بہت
 بانو چٹائی نہ تنہا چھوڑوں گی اصغر کی قبر
 تیغ جب سر سے ملے گی ہم جدا ہو جائیں گے
 ہم بھی پیوندِ زمین کر بلا ہو جائیں گے
 ایک باری شب کو یاں شیرِ خدا ہو جائیں گے
 دفن جو ہوں گے زمین کر بلا میں اے دہیر
 حشر کو سرتاجِ عرش کبریا ہو جائیں گے



مُجھ کی کہتی تھی صغریٰ یہ دوا لائے کوئی
 بولی ماں دیکھ کے پُر خون علی اکبر کا جہاں
 بند پانی جو ہوا شاہ نے خیمے میں کہا
 کہتی تھی بالی سکینہ میں بلائیں لوں گی
 جا کے نہنہ نے مدینہ میں منادی کی یہ
 یاد آئیں گے مجھے ہاتھ کٹے قاسم کے
 درِ زنداں پہ کھڑی کہتی تھی بانو بے کس
 بولے شہ پیاس سے ہے میری زباں میں لکنت
 مانگی سوغات جو صغریٰ نے تو بولی بانو
 شہ نے مارا طمانچہ تو سکینہ نے کہا
 کاٹ کر شہ کا گلا تیغ سے ظالم نے کہا
 آئی مقتل میں جو زہرا تو یہ حوروں سے کہا
 لاشہ شہ نے کہا ہاتھ کٹے ہیں میرے
 عشق ہے درِ غمِ شاہ سے جھکو یہ دہیر
 لوں نہ تاحشر اگر اس کی دوا لائے کوئی



مُجھائی شہ کی لاش کو یادِ خدا رہی
 جب تک گلوے شاہ پہ تیغِ جفا رہی
 قبلہ کی سمت صورتِ قبلہ نما رہی
 کیا بے قرار مُجھائی، خیر النساء رہی

یارو تمہیں بھی اشکِ فشانِ ضرور ہے
 پتی کبھی گلے سے کبھی تیغِ ظلم سے
 کہتے تھے شاہِ خلد میں کیا جی لگے مرا
 محشر میں مومنوں سے کہیں گے یہ جبریل
 پیاسے موئے تھے شاہِ نہ لب اس نے ترکیا
 اللہ رے شوقِ تیر نے چپکلی پلک ذرا
 زینبؓ یہ بولی ہند سے کرسی پہ مت بٹھا ق
 دربار میں یزید کے بیٹھی میں خاک پر
 خنجر رہا نہ شمر رہا پر جہان میں
 رند سارے کو پہن کے دلہن سب سے کہتی تھی
 زینبؓ نے پوچھا کون اڑاتا ہے رن میں خاک؟
 کہتا تھا خر یہ بھائی سے ٹو چل تو جلد چل
 کہتے تھے شاہِ بیاس بھی بھولی سکیئے بھی
 جب تک ہوا نہ دفنِ یتیمِ ابوتراب
 قبروں پہ بے کسوں کی کرے کون روشنی
 پامال ہو کے لاشِ شیر نے کہا
 عہد بے کفن جو دفن ہوئے اس خیال میں
 ننھا گلا سکیئے کا جب تک بندھا رہا
 دیتی تھی لاشِ حضرتِ عباسؓ یہ صدا
 لیکن ہزار حیف کہ چالیس دن تلک
 کبرٹی سے آکے خواب میں قاسم نے یہ کہا
 بھائی کاسر دکھاتی ہے درِ در پھرتی ہے

اٹھتے ہیں تعزیے شیعہ دیں گے جو اے دبیر

کیا کیا ہر اک مکاں پہ اداسی ہے چھاری

O

سلامی ذرہ نہ دوں آفتاب کے بدلے
 رہے حسین کہ سازند سبھ از خاکش
 نہ آرزو کوئی باقی تھی شاہ کو دمِ ذبح
 پہ شوقِ ذکرِ خدا تھا سو اب بذکرِ خدا
 ہے قطعِ فاطمہؑ پر جامہٴ عزاداری
 عرقِ گلِ رخ سروژ کا عیدِ عاشورا
 جگہ کسی نے بھی قاتل کو دی ہے سینہ پر
 چھاری ہے فلکِ گنبدِ رواقِ حسین
 فلک کا بخل تو دیکھو کہ بہتے دریا پر
 ہوئی جو ماتمِ اکبرؑ میں شہ کی ریشِ سفید
 وہ ریگِ گرم وہ بتی ہوئی زمیں وہ دھوپ
 جلانے لشکرِ ناری نے وہ خیامِ حسین
 سیاہ پوشِ حرم اور سرخ پوشِ حسین
 دعاِ حرم کی یہ پچھلے پہر سے تھی شبِ قتل
 دُہن سے کہتا تھا بلوے میں یہ سرِ نوشہ
 یہ آیا ہے کہ نہ ہوئے قصاصِ خونِ حسین
 کہا امامؑ نے جنت میں ختم کرتا ہوں
 یہ کہہ کہ اٹھتی تھی سوتے سے صبحِ دمِ صغریٰ
 اٹھا یہ گل کہ ہے معراجِ احمدؑ غانی
 پنہا کے پیرِ مہنِ مصطفیٰؐ کہا ماں نے
 دیا جو قاصدِ صغریٰ نے خطِ توشہ نے کہا
 کہا حسینؑ نے اکبرؑ کے رخ پہ دیکھ کے خط
 کہا سکینہؑ کے سقے نے گو نہ آب ملا

نہ لوں میں عرشِ درِ بوترا ب کے بدلے
 ہے خاکِ ذکر میں گویا جناب کے بدلے
 کہ آبِ تنق ہی کافی تھا آب کے بدلے
 تراب ہے خلیفِ بوترا ب کے بدلے
 نہ کپڑے بعد رسالتِ مآب کے بدلے
 شہیدِ عطر تھے ملتے گلاب کے بدلے
 یہ خلقِ شہ تھا عدو سے عتاب کے بدلے
 ظہورِ شمس کا ہے آفتاب کے بدلے
 حسینؑ امام کو دی پیاسِ آب کے بدلے
 لگایا خونِ پسر کا خضاب کے بدلے
 یہ فرشِ شہ کو ملا فرشِ خواب کے بدلے
 تھے جن میں رشتہٴ ایماں طناب کے بدلے
 فلک نے رنگ کیے انقلاب کے بدلے
 عیاں ہو نیرِ حشرِ آفتاب کے بدلے
 چھپالو بالوں سے منہ کو نقاب کے بدلے
 جو قتل ہوں ثقلین اُس جناب کے بدلے
 لعینوں تیر نہ مارو جواب کے بدلے
 میں دیکھوں باپ کا منہ آفتاب کے بدلے
 چلے جو مرنے کو اکبرؑ جناب کے بدلے
 براقِ چاہیے اس عقاب کے بدلے
 پیامِ مرگ ہے بھائی جواب کے بدلے
 خزاں رقم ہے بہارِ شباب کے بدلے
 پر آبرو تو ملی ہم کو آب کے بدلے

اُدھر تو لشکرِ اعدا تھا صرف سے خواری
 تر صفت تھا فلک سیر ذوالجناحِ حسین
 جو بے ولایۃ ہیں صرف صوم و صلوٰۃ
 خفیجِ روزِ قیامت کے آل اور محبوس
 یہ قید میں تھی شکوہ سواری سجاؤ
 عنانِ صبر بکف مرکبِ رضا تیرے ران
 جو قتل ہوتا تھا پیاسا بہت ترپتا تھا
 پکاری فاطمہ صغریٰ حسین قتل ہوئے
 عمر سے حالِ شہیداں جو پوچھا حاکم نے
 سکیہ بلوے میں اپنا پھنسا ہوا مگر تا
 امامِ عرش نشیں گھوڑوں سے ہوا پامال
 چڑھے جہاد پہ جو صبح غازیانِ مَسَن
 مثالِ قبلہ نما کو جودل سے شامہ کے دوں
 لقبِ رسول کا اتنی تھا پر بفعلِ خدا
 نبیؐ مدینہٴ علم اور اس مدینہ میں
 دلِ بتوں پر اُنہیں سو اور ایک ہیں داغ
 سکیہ باپ سے پھٹ کر نہ ایک دم سوئی
 نہ کیوں حسین کے روضہ میں ہو دعا مقبول
 کیا جو خر کو ہر اولِ امام نے اپنا

اُدھر تھی یادِ کوثر شراب کے بدلے
 اُدھر اُدھر نہ تو تھے رکاب کے بدلے
 عذاب اُن کو ملے گا صواب کے بدلے
 نہ حشر کیوں ہوا اس انقلاب کے بدلے
 سپاہِ غم رُفقاءِ جناب کے بدلے
 قدم میں بیڑی کا حلقہ رکاب کے بدلے
 یہ صبرِ شہ نے کیا اضطراب کے بدلے
 لہو فلک سے جو برسا حساب کے بدلے
 تو گمن کے سردیے فردِ حساب کے بدلے
 اُلٹ کے رکھتی تھی منہ پر نقاب کے بدلے
 فلک نہ گر پڑا اس انقلاب کے بدلے
 تو رنگِ عکسِ شفق تھا خضاب کے بدلے
 قرارِ قطب کا ہو اضطراب کے بدلے
 پڑھا تھا علمِ لَدُنِ ہر کتاب کے بدلے
 کُندۂ درِ خیر ہے باب کے بدلے
 جراحِ تین شہ کے حساب کے بدلے
 پر آیا خوابِ اجل اُس کو خواب کے بدلے
 کہ نصبِ بابِ اجابت ہے باب کے بدلے
 تو اُس نے سردیا نذرِ خطاب کے بدلے

دیرِ مجھ کو جو آٹھوں بہشت دے رضواں

نہ اوں میں ایک درِ بوتراپ کے بدلے

○

پیشوا لینے کو مجرانی ثواب آتا ہے
 آج تربت میں جو مجھ کو نہیں خواب آتا ہے
 شیرِ حق تھامے ہوئے تیری رکاب آتا ہے
 کہا کبرٹی نے اشارے سے حجاب آتا ہے
 نہ نضا آتی ہے نہ آنکھوں میں خواب آتا ہے
 لے کے عورتِ مشکیزہ آب آتا ہے
 یاد اکبرؒ کا مجھے عہدِ شباب آتا ہے
 آلِ احمدؒ سے مجھے آج حجاب آتا ہے
 لوٹنے کو یہ دو عالم کا ثواب آتا ہے
 آج جنت میں شہِ عرشِ جناب آتا ہے
 مرے مولّا کو میسر نہیں آب آتا ہے
 اتنے رخصوں کا نہیں محکو حساب آتا ہے
 خواب میں بھی مرے دولہا کو حجاب آتا ہے

یا حسینؑ ابنِ علیؑ آپ کے روضے پہ دہر
 یاد فرماؤ اگر ہم تو شباب آتا ہے

○

خداے مجرئی ہر اشک کی قیمت ہوگی
 کیسی ناموسِ پیہر پہ مصیبت ہوگی
 مجرئی وہ تو کلیدِ درِ جنت ہوگی
 عاصیوں کی تو قیامت میں شفاعت ہوگی
 جو کوئی اس کو سنے گا اسے رقت ہوگی
 حشر میں تجکو پیہر سے ندامت ہوگی

بزمِ ماتم میں جو ہا چشمِ پر آب آتا ہے
 کہتی تھی فاطمہؑ شیرؒ کو کچھ ڈکھ پہنچا
 شاہِ نثر سے کہا روک لے گھوڑے کی عنان
 بولی زینبؑ کہ بنا جاتا ہے منہ سے بولو
 رات کو کہتی تھی کبرٹی کہ کروں کیا نالے
 فضلہ دیتی تھی سیکندہؑ کو دلاسا کہ نہ رو
 دیکھ کر چودھویں کا چاند یہ زینبؑ نے کہا
 روزِ عاشورؑ صدا آتی تھی یہ دریا سے
 کربلا کو جو کوئی جاتا تو کہتے ہیں ملک
 حوروں سے کہتا تھا رضواں کہ بیارو جنت
 خرنے یہ ساتی کوثرؑ سے کہا کوثرؑ پر
 دیکھ کر زخمِ حنؑ شہؑ پہ کہا زہراؑ نے
 کہا کبرٹی نے نہیں بولتے ہم سے زہار

جس گھڑی گرمی بازارِ قیامت ہوگی
 مجرئی شہؑ کی جو میداں میں شہادت ہوگی
 غمِ شیرؒ سے محشر میں شفاعت ہوگی
 بولے شہؑ مجرئی گر میری شہادت ہوگی
 مجرئی کہتے تھے شہؑ ہم پہ وہ آفت ہوگی
 خرنے یہ دل میں کہا شہؑ کو اگر قتل کیا

کہا عباس نے مت تیرا گناہ یادو
 کہا اعدا تو دو مشک ہمیں تب یہ کہا
 کہا عابد نے جو میں طوقِ گراں پہنوں گا
 تیغِ عباس نے کھینچی تو عمر کہنے لگا
 بولی بیٹوں سے یہ زینب کو جو نہ تم قتل ہوئے
 تب قیامت میں عجب ہوگی قیامت برپا
 پیارا اکبر کو جو شہ کرے وہ یہ کہتا تھا
 لاشِ شیر سے عابد نے کہا مقتل میں
 بیڑیاں پامیں پڑیں طوقِ گراں گردن میں
 حشر تک نام رہے گا رفقا کہتے تھے
 شہ نے زینب سے کہا دیکھ بوجی بھر کے مجھے
 ایک شب کی یہ ملاقات غنیمت سمجھو
 دیکھ سر زانوے سروڑ پہ یہ خر کہنے لگا
 جا کے کوثر پہ کہا شاہ نے یہ کوثر سے
 دیکھ اکبر کو لڑکپن میں یہ کہتے تھے حسین
 قتل کی اپنے خوشی تھی یہ یہ غم تھا شہ کو
 دیکھ کر قاطعہ کو خواب میں سر کھولے ہوئے
 کہا زہرا نے کہ زینب تجھے معلوم نہیں
 سجدہ شکرِ خدا کر کے تیرے تیغِ حسین
 شہ کو زینب نے دیا جامہ تو بیٹوں نے کہا
 ہند سے کہتی تھی زینب مجھے چادر نہ اڑھا
 بانو کہتی تھی کہ تم تو مجھے مارے اکبر
 مرگ کہتی تھی کہ تیغوں کو نہ بے آب رکھو
 نیزے والے سے یہ عباس کا سر کہتا تھا

درد نہ برہاد یہ ساری مری محنت ہوگی
 مشک دوں گا تو امانت میں خیانت ہوگی
 مجھ میں واللہ کہ اٹھنے کی نہ طاقت ہوگی
 اب عیاں حیدرِ صفدر کی شجاعت ہوگی
 مجھ کو زہرا د پیہر سے خیالت ہوگی
 داد خواہ آکے جو خاتونِ قیامت ہوگی
 ہم جو مرجائیں گے کیا آپ کی کیا حالت ہوگی
 میں نہ سمجھا تھا کہ یہ مجھ پہ مصیبت ہوگی
 اور ابھی راہ کی بھی مجھ پہ مشقت ہوگی
 ہم کو دولت یہ شہادت کی بدولت ہوگی
 یہ ملاقات ہماری بہ قیامت ہوگی
 صبح میدانِ شہادت میں شہادت ہوگی
 مجھ کو معلوم نہ تھا یہ مری قسمت ہوگی
 آپ خنجر سے فزوں تھے میں نہ لذت ہوگی
 ہائے اٹھارویں سال آپ کی رحلت ہوگی
 دوزخی ہائے مرے نانا کی امت ہوگی
 پوچھا زینب نے کہ کیا صبح قیامت ہوگی
 کل ترے بھائی کی میداں میں شہادت ہوگی
 بولے اب نیزے پہ قرآن کی تلاوت ہوگی
 ہم کو بھی آخری پوشاک عنایت ہوگی
 بے کفن مردہ ہے شہ کا مجھے خجالت ہوگی
 اب مدینہ میں کہو کس کی زیارت ہوگی
 آج اے اہلِ ستم پیاسوں کی دعوت ہوگی
 جا سکیں گے نہ آگے مجھے خجالت ہوگی

گر سمجھتی کہ یہ پردیس میں ذلت ہوگی
سینہ مجروح ہے زخموں میں اذیت ہوگی
اب مرے گھر میں علی کی بھی زیارت ہوگی
میرے شبیر پہ اب پیاس کی شدت ہوگی
یعنی دیکھیں گے جو بابا انھیں رقت ہوگی
اب عنایت ہمیں نجات کی خدمت ہوگی
اب تو یا ختمِ رسل بخششِ امت ہوگی
بارغِ فردوس میں اے خُرتی دعوت ہوگی
اب عیاںِ فاطمہؑ کے شیر کی طاقت ہوگی
کسی جلاد میں ایسی نہ شقاوت ہوگی
کیا نبیؐ سے مجھے محشر میں خجالت ہوگی
ورنہ شقِ حیدرِ کزار کی تربت ہوگی
گود میں اصغرؑ معصوم کی میت ہوگی
صدقہٗ فاطمہؑ سے مہرِ شفاعت ہوگی
ہے یقینِ شامہؑ کے صدقے سے شفاعت ہوگی

کس طرحِ محشر میں ہوئے گی نبات اُس کی دہیر
جس شقی کو شہِ مرداں سے عداوت ہوگی



نُجری مول میں قصرِ ذرِ شہوارِ طے
نُجری قہر ہے اس خلق سے تلوارِ طے
پر سکینہؑ کے گلے رو کے کئی بارِ طے
پاے سجاد کو رستے میں جہاں خارِ طے
رنجِ زہب کو نہ کیا کیا سرِ دربارِ طے
ایک بھی پھر نہ قیامت میں اُنہ گارِ طے

ننگے سر کہتی تھی باتو نہ دُمن جھوٹی میں
شمر سے شہ نے کہا چڑھ نہ مرے سینے پر
جب کہ پیدا ہوئے اصغرؑ تو کہا باتو نے
سوج زنِ ہشمہؑ کوثر جو ہوا بولے علی
سینے کے زخم پہ ہاتھ اس لیے اکبرؑ نے رکھا
جب سکینہؑ کو لگی پیاس تو بولے عباسؑ
کٹ کے بولا سر شہؑ دیکھ مدینہ کی طرف
شہؑ نے فرمایا یہاں بند ہے دانہ پانی
تج جب شامہؑ نے کھینچی تو فرشتوں نے کہا
بارہ رگڑوں میں گلا شمر نے شہؑ کا کانا
لاشا شبیرؑ کا بے گور ہے کہتی تھی زمین
شہؑ کے لاشے نے کہا مجھ کو نہ پامال کرو
آئیں گے جب صفِ محشر میں حسینؑ ابنِ علیؑ
شکر صد شکر ترے نامہٗ عصیاں پہ دہیر
خوفِ محشر نہیں دل میں مرے زہارِ دہیر

حشر میں جوہری اشکِ عزادارِ طے
شیرِ خاتونِ قیامت کی جسے دھارِ طے
یوں تو ایک ایک سے رخصت ہوئے ملل کے حسینؑ
دی جگہ آبلوں میں تانہ خلشِ غیر کو ہو
سر شہؑ دیکھا چھڑی ہونٹوں کے اوپر دیکھی
منقِ حُبِ علیؑ پر ہوں جو سب اہل جہاں

حشر میں نذرِ غمِ شام کا بدلا ہوا خواب
 شام کہتے تھے کہ سقاے حرمِ سینہ خدا
 بولے سجاد سپاہِ ہیر حیدر کو ق
 شکوہ لازم نہیں مقسوم یہ اپنا اپنا
 کان مجروح ہوے اور مٹانچے کھائے
 درو سرِ فدک کشی بے پدری دربدی
 بانو کہتی تھی ترا فاتحہ دلاؤں گی
 آسمانِ روے زمیں پر جو بد تک ڈھونڈے
 سرِ شیر سے کوفے میں یہ آتی تھی صدا
 ہند آئی محل جو سے سر دربارِ یزید
 اب تلک خاک اڑاتی ہے وہاں آکے بتوں
 کیوں نہ گل چاک گریباں ہوں زمیں سے پیدا
 بدھیاں رنموں کی پہنے تھے جوانانِ حسین
 شہدا کہتے تھے قربانِ حسین و عباس
 باپ کے سوگ میں سجاد سدا زینب کو
 شام تک راہ میں عابد کو تمنا یہ رہی
 زن میں بازارِ شہادت جو قضا نے کھولا
 دونوں فوجوں کو جو نقد پر نے دیکھا دمِ جنگ
 کیوں فلک خیمہ سے گھبرا کے جو نکلی زینب
 اب تلک تربت صغریٰ سے فغاں ہے یہ بلند
 شہ سے صغریٰ نے کہا یہ دمِ تسلیم و داغ ق
 لونڈیوں کو بھی لیا قبلہ حاجات نے ساتھ
 لاشِ اکبر پہ یہ چلا تے تھے ٹھک ٹھک کے حسین
 لائے اصغر کو جو مولاً تو گلا چومنے کو

جس نے یاں اشک دیے واں دُرِ شہوار طے
 تم کو کیا کیا لقب اے بھائی عکمدار طے
 جامِ کوثر کے طے غلد کے گلزار طے
 بیڑیاں ہم کو ملیں طوق ملا خار طے
 غم سکینہ کو یہ بعد از شہدِ ابرار طے
 ہائے پردیس میں عابد کو یہ آزار طے
 دودھ کے کوزے گر اے اصغر دلدار طے
 کوئی شیر سا مظلوم نہ زہار طے
 پیار کر لوں جو کہیں مسلم غم خوار طے
 اک سن میں کئی سادات گرفتار طے
 ہیں جہاں خاک میں شیر کے گلزار طے
 خاک میں فاطمہ زہرا کا جو گلزار طے
 بیاہ میں قاسم نوشاہ کے یہی ہار طے
 ایسے کس فوج کو سردار و علمدار طے
 کبھی بے ہوش طے اور کبھی ہشیار طے
 دم میں لے لوں جو کہیں سایہ دیوار طے
 سر یکف جنسِ شہادت کے خریدار طے
 شہدا نور طے اہل جفا نار طے
 حلق پر شہ کے رواں خنجر خونخوار طے
 ایسے ٹھہڑے کہ نہ پھر سپہ آزار طے
 جیتے جی خاک میں اے کاش یہ بیمار طے
 اک ہمیں درو جدائی کے سزاوار طے
 ہو نہ بینائی تو کیا لذت دیدار طے
 تیر کھولے ہوئے دن میں لبِ سونار طے

وصلِ معبود ہم آغوشِ زہرا و رسول
خُرجا ہو کے عمر سے جو چلا سوائے حسین
فوجِ اسلام میں آیا تو پکارا ہاتھ
بیٹا اٹھارہ برس کا جو چھٹا بولے حسین
پاؤں عابد کے جو منزل پہ حرم نے دیکھے
حالِ صغریٰ نے جو پوچھا تو یہ نہیب نے کہا
دی دعا ماں نے یہ عباس کو ہنگامِ سفر
جا تجھے مرحوم جعفرِ طیار ملے



سلائی شام کے غم میں جو اشک بار ہوئے
سلائی قتلِ جونہی شامِ نامدار ہوئے
ادھر تو مجرئی شیر پر شمار ہوئے
سلائی خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے
کہا یہ بیٹوں سے نہیب نے میں نہ بخشوں گی دودھ
علی کی تیغِ دوسرے سے عدو جو چار ہوئے
خوشادہ لوگ کہ جا کر بلا کے صحرا میں
عزیز و سنگِ دلی شمر کی حسین کا صبر
جلو میں بے کسی و غمِ رکاب تھامے اجل
حسینِ امام کے تن پر لگے تھے جتنے تیر
کہاں گروہِ یزید اور کہاں رفیقِ امام
قسمِ جبرانی اکبر کی تجھ کو چہرِ فک
ہزاروں صد و چاہ و یکِ جراحت تھے
یہی ہے لشکرِ شیر و فوجِ شام میں فرق

گھر سے بھی ٹھہر اٹھک آبادار ہوئے
رسولِ روضہِ رضواں میں اشک بار ہوئے
ادھر بہشت میں حوروں سے ہم کنار ہوئے
ابو تراب کے مرقد پہ یوں شمار ہوئے
جو میرے بھائی پہ دن میں نہ تم شمار ہوئے
یہ ایک وصف تھا اس میں کہ دو کے چار ہوئے
تن اُن کے خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے
یہ دونوں واقعے دنیا میں یاد گار ہوئے
عجب شکوہ سے مرکب پہ شامِ سوار ہوئے
وہ سارے تیر نئی کے جگر کے پار ہوئے
وہ اہلِ نار ہوئے اور یہ رستگار ہوئے
شہید بھی کہیں اصغر سے شیرِ خوار ہوئے
خدا کی راہ میں شیرِ جب شمار ہوئے
وہ اہلِ نار ہوئے اور یہ رستگار ہوئے

قدم قدم پہ قدم بوس آکے خار ہوئے
 شہید مسلم بے کس کے گلِ عذار ہوئے
 بے جو نہر میں لاشے تو ہم رکنار ہوئے
 کہ جس بنے کو جراحت گلے کے ہار ہوئے
 مگر سکینہ کی فرقت سے بے قرار ہوئے
 اسیرِ طوق و رین اُس کے رشتہ دار ہوئے
 رہے بھی پاس ہی اور ایک جا مزار ہوئے
 تھے نامور کے پسر دونوں نامدار ہوئے
 بہن کے بیٹے جو مشغولِ کارزار ہوئے
 وہ دیکھ حلق چھدا خوب آشک بار ہوئے
 ہزار شکر کہ ناجی گناہ گار ہوئے
 کہ بعد آپ کے دکھ مجھ پہ بے شمار ہوئے
 قرار و ہوش بھی جس سے مرے فرار ہوئے
 کہ تم ہی وارثِ احمد کے ورثہ دار ہوئے
 تو پہلوؤں میں دل ان کے بھی بے قرار ہوئے
 اہم دیکھ کے زہرا کو اشک بار ہوئے
 خزاں کے بعد وہ گلِ غیرت بہار ہوئے
 تمام آبلہ پا لباسِ خار ہوئے
 حرم پہ یہ ستم اہل روز گار ہوئے
 حسینِ امام عجب وقت بے دیار ہوئے
 ادھر سے آکے مقابل کئی ہزار ہوئے
 ہزار حیف کہ بھائی سے شرم سار ہوئے
 نہ اشک بار ہوئے اور نہ بے قرار ہوئے
 کہ بوڑا بت کے سب لالِ خاک سار ہوئے

کی تھکڑی نے تو عابد کے ہاتھ میں بیعت
 لبِ فرات عجب بے کسی و غربت سے
 نہ ہوگا بھائی کا بھائی سے بعد مرگ یہ پیار
 جہاں میں ہے کوئی دولہا سنا بجز قاسم
 نہ آتے خانہ زماں میں شاہِ جنت سے
 خطاب جس کا ہے قرآن میں عروۃ الوثقا
 عجیب انس شہیدوں میں تھا کہ بعد فنا
 ہوئے جو عون و محمد شہید بولے عدو
 کہا یہ شہ نے الہی تو آج کچھ خیر
 گیا جو خلد میں اصغرِ قریب محسن کے
 کہا امم نے گر قتل ہم ہوئے تو کیا
 تصویرِ شہ دیں میں یہ کہتی تھی صغریٰ
 یہ دفعتاً مجھے آگھیرا لشکرِ غم نے
 کہا امم نے عابد سے صبر لازم ہے
 ملے جو خلد میں زہرا سے شاہِ دیں جا کر
 بتوں دیکھ امم زمیں کو رونے لگی
 کھلے جو زخم شہیدوں کے مثلِ باغِ جناں
 زہے سخاوتِ عابد برہنہ پائی میں
 مبادہ رات سے دن تھا سیاہ پیش نگاہ
 وطن کو خود نہ پھرے سر پھرا دیار دیار
 کہیں سنی ہے یہ جنگ اس طرف سے نکلا ایک
 گرا جو گھوڑے سے قاسم تو شہ نے فرمایا
 مجھ خوشی سے ہوئے قتلِ پیاسے شہ کے رفیق
 ہر ایک دانہ تسبیح کربلا ہے گواہ

نہیں لعل و زمرد کے مہر پشت نے پائے
 وطن میں آئی جو زیبت تو بولے عبد اللہ ق
 دیا جواب یہ زیبت نے تم نہ ہو محبوب
 جنہیں حمدے میں ردن پہ تیغ لب پر کھنر
 نثار بزم نشینان سید الشہداء ق ذبح راہ خدا کے یہ سوگوار ہوئے
 بڑھایا نقطہ اشک عزا نے ربہ چشم
 کہیں وہ دن ہو کہ مژدہ سنے یہ سب سے دیر
 چلو کہ مہدی دیں آج آشکار ہوئے

O

ہو مہر کی نہ خواہش اکسیر و زر مجھے
 کہتی تھی باتو خشک ہو ہاتھ اُس کا اے خدا
 پوچھا جو نام ہند کی بیٹی نے اُس کا ہائے
 خلق حسین شمر سے کرتا تھا یہ گلہ
 صغریٰ نے عرض کی کہ نہ دیاں کرو وطن
 کہتے تھے شاہ لاشہ عباسؑ پر یہی
 طفلی میں بھی حسین یہ نانا سے کہتے تھے
 شمر لعین سے شہ نے کہا سینے سے اتر
 بچکی جو آئی بولی سکینہ کو مرتے دم
 کرتا تھا ذبح شاة کو اور کہتا تھا یہ شمر
 بولے نبی بہشت میں آئے حسین جب
 زیبت یہ بولی شمر سے میری ردا نہ لے ق
 فریاد روزِ حشر کروں گی نبیؐ سے میں
 نہ مرنی یہ کہتی تھی کہ عجب کیا جو دوں جواب
 لے جائے بخت گر در شہیز پر مجھے
 دستِ ستم سے جس نے کیا نئے سر مجھے
 بولی سکینہ کہتے ہیں سب بے پدر مجھے
 ہنگام ذبح بھی نہ کیا تو نے تر مجھے
 شہ بولے کر بلا میں بنانا ہے گھر مجھے
 سونے نہ دے گا قبر میں درد کمر مجھے
 امت سے آپ کی نہیں پیارا ہے سر مجھے
 آئے گلے لگانے کو خیر البشرؑ مجھے
 بولی کہ یاد کرتے ہیں شاید پدر مجھے
 زہراؑ کی آہ سے نہیں زہارِ در مجھے
 کیا تیری صابری نے کیا خوش پر مجھے
 کرتے ہیں پیار حضرت خیر البشرؑ مجھے ق
 حضرت کے کلمہ گو نے کیا ننگے سر مجھے
 بابا پکاریں قبر پر آکر اگر مجھے

باتو یہ بولی کیوں نہ کیجے میں درد ہو
صغریٰ نسیم صبح سے بولی کہ ٹھہر جا
اکبرؑ کی یاد رہتی ہے آنکھوں پہر مجھے
کیا خوب تجھ سے آتی ہے بوئے پدر مجھے
ترک وطن کا قصد مصمم ہے اے دہر
دیکھوں نصیب لے کے چلے ہے کدھر مجھے

○

اے بُجرائی بتول عزائے پسر میں ہے
کہتے تھے شہ نہ ہو کسی دشمن کو بھی نصیب
عباسؑ کو یہ رنج تھا بعد از فنا کہ ہائے
جھولے کو دیکھ دیکھ کے صغریٰ یہ کہتی تھی
الفت یہ ہے کہ سنگ سر شاہؑ پر لگا
کہتی تھی باتو جب سے کہ اکبرؑ ہوئے ہیں قتل
کہتے تھے شہ سکینہؑ کے سنے کی لاش پر
دل اہل دیں کا سرد ہے آب حیات سے
صغریٰ یہ بولی غش مجھے آتے ہیں نانی جان
بولی سکینہؑ شمر سے کیوں کر نہ روؤں میں
دیتا ہے گرمزا مجھے رونے کی دے یہ دیکھ
گردش میں نوکِ نیزہ کی واں ہے سر حسینؑ
سجادؑ بولے نامِ خیمِ رسلؑ ہوں میں
زمینِ قریب شہر جو پہنچی تو بولا شمر
کہتے تھے شاہؑ ایسا ہی گر قحطِ آب ہے
صغریٰ نے بی بیوں سے کہا شہؑ کا خون ہوا
اصغرؑ کی خیر ہووے کہ دیکھا ہے خواب میں
روتا تھا سر حسینؑ کا عابد کے حال پر
جو منکر عزائے شہؑ دیں ہے اے دہر
اُس کا مقام حشر کو بے شک سقر میں ہے



قیدی قلم بھی ہے بس زنجیر بھی ہے
 غم شہر بھی ہے محلو غم شیر بھی ہے
 قبر حیات بھی ہے خنجر و شمشیر بھی ہے
 نوجوان بھی ہے یہ اور لائقِ توقیر بھی ہے
 دستِ زہرا بھی ہے اور چادرِ تلخیر بھی ہے
 پاؤں پڑنے کو تو کاٹنا بھی ہے زنجیر بھی ہے
 خونِ احمد بھی ہے یہ فاطمہ کا شیر بھی ہے
 علی اصغرِ مرادِ پیا سا بھی ہے بے شیر بھی ہے
 تجھ کو گھر آنے کی کچھ عزت تو قیر بھی ہے
 ہم گرفتاروں کی ثابت کوئی تقصیر بھی ہے
 چادرِ فاطمہ ہے زانوے شیر بھی ہے
 یاں کہیں بھائی مرا مسلمِ دلگیر بھی ہے
 حلق میں رتی بھی ہے طوقِ گلوگیر بھی ہے
 یہ نہ دھیان آیا کہ عاشقِ مری شیر بھی ہے
 آج مجھ سے کسی انسان کی توقیر بھی ہے

چل کے آنکھوں سے اٹھا خاکِ درِ شاہِ دبیر
 ارے نادان وہ پارس بھی ہے اکسیر بھی ہے



دردِ اے مجرئی خورشیدِ متور ہوئے
 کیوں نے محزون و حزیں ساجی کوڑ ہوئے
 بخششِ امتِ عاصی تہِ خنجر ہوئے
 کیجیو صبر جو کچھ حادثہ مجھ پر ہوئے

اُس کو مجرا کہ جو بے کس بھی ہے دلگیر بھی ہے
 مجرئی آہِ سحرِ نالہ شبِ گیر بھی ہے
 شمرِ زینب سے یہ کہتا تھا پئے قتلِ حسین
 شہ نے اعدا سے کہا قتل نہ اکبر کو کرو
 سر کئے کہتی تھی زینب کہ ہمارے سر پر
 کہا عابد نے گلے کوئی نہیں لپٹاتا
 شمر سے کہتی تھی زینب نہ بہا خونِ حسین
 خرملہ سے کہا شہ نے نہ لگا تیر ستم
 رو کے حادث سے یہ کہتے تھے پسرِ مسلم کے
 زلفیں مت کھینچ طمانچے نہ لگا اے ظالم
 دیکھ کر خر کو کہا شہ نے کہ تیری خاطر
 پہنچا کوفہ میں سرِ شہ تو پکارا رو کر
 حالِ سجال پہ رونے کی جگہ ہے واللہ
 کہا زینب نے سکینہ کو بلایا بھائی
 زانوے شاہ پہ سر دیکھ کے خر نے یہ کہا

گر رقمِ جلوه نورِ رخِ مرد ہوئے
 مجرئی قتل جو پیا سا علی اصغر ہوئے
 خوں بہا شہ نے یہ مانگا تہِ خنجر حق سے
 شہ جو خیمہ سے چلے رو کے یہ زینب سے کہا

آینا میدان میں جو اکبرؑ تو پکارتے اعدا ق وہ لڑے اس سے کہ جو دشمن داور ہوئے
شان میں مثلِ علیؑ شکل میں ہم شکلِ نبیؑ وہ مسلمان نہیں جو روکش اکبرؑ ہوئے
پھر سعد پکارا کہ کرو قتل اسے تاکہ حاصل نہیں اب خلعتِ پر زور ہوئے
سب لگے کہنے ابھی قتل ہم اکبرؑ کو کریں دوسرا گر کوئی ہم شکلِ پیبرؑ ہوئے
شمر نے شہ سے کہا جب ہوئے عباؑ شہید بھیج دو زن میں کوئی اور برادر ہوئے
جب لعینِ زینبؑ و کلثومؑ کی چادر چھینیں کیوں نہ پھر فاطمہؑ جنت میں کھلے سر ہوئے
جب دوا ہوتی تھی صغریٰؑ تو دُعا کرتی تھی باپ کا شربت دیدار میسر ہوئے
کیوں نے ٹوٹے کمرِ پشت پناہِ عالم قتل جب نہر پہ عباؑ دلاور ہوئے
جب کہ عباؑ چلے زن کو تو زینبؑ نے کہا کیوں نہ قربان برادر پہ برادر ہوئے
بولے شہ کیجیے میزانِ شہادت میں جو وزن قدر اصغرؑ کی بھی اکبرؑ کے برابر ہوئے
شمر جب گردنِ شیرؑ پہ پھیرے خنجر کیوں نہ فردوس میں بے چین پیبرؑ ہوئے
پھر فاطمہؑ کرتا تھا دعا وقتِ زوال یوں رہ حق میں جدِ اتن سے مرا سر ہوئے
دل میں ہو یادِ خدا لب پہ ہو شکرِ معبود شمر سینے پہ ہو اور حلق پہ خنجر ہوئے
شاہ کہتے تھے نہیں شوقِ شہادت سے بعید گھنٹیوں رن کو رواں گر علیؑ اصغرؑ ہوئے
فاطمہؑ خلد میں کہتی تھی کہ بے تاب ہے دل کہیں شیرؑ نہ میرا نہ خنجر ہوئے
اے فلک آہ کفنِ پاکیں نہ مسلم کے پسر بس کفنِ آب رواں کی انہیں چادر ہوئے
کون شیرؑ سا ہے صادقِ الاقرار ایسا وعدہ اک سر کا ہو صدقے سر لشکر ہوئے
جب کہ صدقے ہوئے اکبرؑ یہ دعا دی ماں نے تم پہ اکبرؑ مددِ خالقِ اکبرؑ ہوئے

اے دبیر اس میں بھی واللہ ہمارا ہے وقار

حشر میں سر پہ اگر دامنِ قبر ہوئے



زن میں اے بُرجی زینبؑ کے جو دلدار آئے غل ہوا جلسِ شہادت کے خریدار آئے
اُس گھڑی حال ہوا بنتِ علیؑ کا تقصیر غارتِ خیبر کو جس وقت ستم گار آئے
جس کی مادر کا اٹھاشب کو جنازہ اے چرخ ننگے سر بال کھلے وہ سر بازار آئے
لاشِ اصغرؑ کی جو شہ لائے کہا ہاتھ نے سُوے میدان سے مرے طالع بیدار آئے

کیا دمِ رخصتِ ضمیر تھی زینب بے تاب
 بولا خُرشہ سے دمِ مرگ کہ مولا دیکھو
 لاشے جب عوق و محمدؐ کے اٹھالائے حسین
 لے کے لاشوں کی بائیں یہ پکاری زینب
 مومنو رونے کی جا ہے کہ ہنسا خوب یزید
 کیوں نہ ضمیر کی گردن سے لپٹ جائے بتول
 آئے جو مجلسِ حاکم میں اسیرانِ حرم
 صلح جب شہ سے نہ کی شمر نے تو بولی قضا
 خُرشہ کو کیا مرتبہ حاصل ہوا اللہ اللہ
 ایک خُرشہ ایک پسر ایک غلام اک بھائی
 ایک لڑکی نے یہ دی فاطمہ صغریٰ کو خبر
 پر وہ آئے بھی تو کیا آئے کہ لٹ کر آئے
 کہا صغریٰ نے پھرا کوئی بھی جیتا آخر
 نذرِ زہرا کے لیے مجلسِ ماتم میں دہر
 صدفِ چشم سے کیا کیا دُرِ شہوار آئے

○

خُرجی شہ نے کہا یوں حیدرِ کزار سے
 صلح کتنا شایہ دیں کا خیرِ خوں خوار سے
 بولے شہ اعدا سے تم پانی نہیں دیتے مجھے
 یہ محبت شہ کو تھی خواہر سے جو سروڈ کا سر
 جا کے جنت میں حسن سے اس طرح بولے امام
 لاشِ عہاٹل پر بولے علی صد آفرین
 تیر جو لگتا تھا تن پر کہتے تھے شکرِ خدا
 روزِ قتلِ شایہ دیں کہتے ہیں آتی تھی صدا

ہم ہوئے سیراب آبِ خیرِ خوں خوار سے
 خُرجی پوچھے کوئی زہرا جگرِ انگار سے
 کیا کہو گے روزِ محشر حیدرِ کزار سے
 سوئے زینب دیکھتا نیرے پر کس پیار سے
 بھائی صاحبِ خوش ہوا میں آپ کے دلدار سے
 سرخِ رُرد مجھ کو کیا زہرا جگرِ انگار سے
 اُس کی لذت پوچھے کوئی سیدِ ابرار سے
 پیٹنے رونے کی قبرِ احمدِ مختار سے

عرض کی کچھ خوش ہوئے اپنے علم بردار سے
تیرا رتبہ کم نہیں ہے جعفر طیار سے
سوے سردِ بحر چلا جب لشکرِ کفار سے
کیا عداوت ہے یہ آلِ احمدِ مختار سے
چلتے دمِ شہ نے کہا یہ زینبِ ناچار سے
یہ مری پیاری ہے اس سے بولیو تم پیار سے
تھی زمیں گلِ اشکِ چشمِ عابدِ پیار سے
پدھیاں زخموں کی مجھ کو کم نہیں ہیں ہار سے
تنگی شہ کی بیاں کی حیدرِ گزار سے
آپ کی امتِ گمر میں نے بچائی نار سے
اونٹ بھی کھنچواتا ہے کوئی کسی پیار سے
دونوں بھائی تھے گلے لپٹے ہوئے کس پیار سے
میں کبھی فارغ نہ ہوں گارونے کے آزار سے
جامِ کوثر جب لو دستِ حیدرِ گزار سے
میرے مرنے کی خبر زہرا جگر افکار سے
ہاں مگر کیجو گلہ یہ احمدِ مختار سے
لاش شہ تھ اُس پہ اپنا رکھے تھے کس پیار سے
زیرِ خنجر تھی دعا شہ کی یہی حقار سے

جائیں گے محشر کو دہیر

جامِ کوثر لیں گے دستِ حیدرِ گزار سے

○

نمل کے آنکھیں پائے شہ پر مرتے دم عباس نے
بولے شہ میں خوش خدا اور نبی و مرتضیٰ
چرخ سے آئی صداے آفریں اُس دم اُسے
شمر سے کہتی تھی زینبِ چادریں بھی لے لیں آہ
کیجو خاطر داری اے بھینا سکینہ کی مری
یہ اگر روئی تو ترپے گی مری روح اے بہن
باپ کی فرقت سے یہ صحرا میں روتی جاتی تھی
قاسمِ لوث نے میدانِ شہادت میں کہا
حوضِ کوثر پر علی بھی روئے جب عباس نے
خُلد میں نانا سے شہ بولے کٹا گو میرا سر
کہتی تھی زینبِ لعینوں سے کرو خوفِ خدا
بیڑوں کی مسلم کے لاشیں نہر میں بہتی تھیں یوں
منع جب کرتا تھا کوئی رو رو عابد کہتے تھے
بولی اصغر سے یہ باتو کیجیو تب مجھ کو یاد
لاشِ سردِ سنے کہا جبریل سے مت کہو تم
اب تک آئے نہ تم بھی لاش پر کیوں نانا جان
پہلوے سردِ میں تھا اصغر کا جو لاشا دھرا
یا الہی بخششِ امت تو کیجیو روزِ محشر

حوضِ کوثر پر جو ہم

جامِ کوثر لیں گے

آنسو پسندِ حجرِ داغِ عزا :۱۰
ممنونِ بہن ہوئے راضی خدا :۱۰
بربادِ ظہر تک چمنِ مرتضیٰ :۱۰
یوں دنگیرِ نابِ مشکل کشا :۱۰

جبرائی گرم نالہ جو وقتِ بکا ہوا
جبرائی حر جو شاہِ آسم پر فدا ہوا
کوٹا یہ باغیوں نے طلوعِ سحر سے آد
ہیہات دونوں ہاتھ بندھے رہیمان سے

فضل خدا سے لال مرا کتھا ہوا
جاری ادب سے کلمہ صل علی ہوا
بہل ہر راک دلیر عرب تھا پڑا ہوا
نازل انہی کے جد کے لیے لافنی ہوا
پھر دیکھنا کہ شام کا لشکر بنا ہوا
شکر خدا پدر کا ترے سر جدا ہوا
غم کس طرف تُو اے مرے یوسف لقا ہوا
گھر میں شفیع حشر کے محشر پیا ہوا
کہتا تھا شمر سیزہ شہ پر چڑھا ہوا
شکر خدا کہ وعدے سے بندہ ادا ہوا
نہ دیکھوں گا اے دیر
لطف خدا سے گر سفر کر بلا ہوا

قاسم کی والدہ نے کہا جاے شکر ہے
اکبر جو آئے زن میں تو سب کی زبان پر
اللہ رے دبدبہ کہ نہ کھینچی تھی تیغ فتح
سب نے کہا کہ مانگو پناہ اس کے قرب سے
گر مشرقِ نیام سے نکلے گی صبحِ تیغ
پڑے کی جا یزید نے عابد سے یہ کہا
باؤ یہ بین کرتی تھی اصغر کی یاد میں
اکبر کی لاش خیمے میں لائے جو شاہ دیں
کاٹوں گا بے دریغ گلوے امام کو
سر ہو گیا جدا تو کہا شہ کی لاش نے
مر کر سوے بہشت نہ



عرش بریں زمیں ہے ہمارے سلام کی
رضواں نے دی خبر مجھے دارالسلام کی
حیدر کے در پہ بار میں پاؤں سلام کی
ہے شرط ہر نماز کی خاطر سلام کی
بہر زمیں مکند ہے گردوں کے بام کی
معراج ہوگی دوشِ نبیؐ پر امام کی
خاطر شکستہ ہوگئی خیر الانام کی
لے کر سپاہِ دبدبہ و احتشام کی
خدمتِ جلال و قہر نے لی اہتمام کی
موتی نے ترقوا کی ندا ہر مقام کی

یہ غنیمت میں ہے یہ ماننے کی کلام کی
لکھتے جو بیتِ شاہِ نجف کے سلام کی
کس کو ہوس ہے گلشنِ دارالسلام کی
بھیجو درود یاد کرو جب امام کی
اللہ رے پور لب کہ جس کا غبارِ راہ
بے شک یہی تھی میرِ نبوت کی سر نوشت
خیبر میں تین روز جو لشکر ہوا قرار
مشکل کشا رواں ہوئے خیبر کشائی کو
بڑھ کی نقیب فتح نے دی بانگِ دُورِ باش
عسائی نے دکھ لی پیرِ خورشید دوش پر

مثل شرارہ اختر سیارہ چھپ گئے
آفاق دنگ ابلق ایام لنگ تھا
مرحب بڑھا اُدھر سے اُدھر سے خدا کا شیر
کھینچی اُدھر سے دستِ خدا نے جو ذوالفقار
مرحب کے سر پہ تیغ دو پیکر ہوئی یہ گرم
اک دم میں قصر چار عناصر بہا دیا
سکانِ شرق و غرب پکارے اماں اماں
جبریل بولے دستِ یدِ اللہ چوم کر
انصاف و حلم و علم و دلیری وجود و زہد
پردہ کھلا بلندی کرسی و عرش کا

طاقت رہی نہ پیر فلک میں قیام کی
آواز سُن کے دلدلِ محشر خرام کی
آتے ہی اُس نے ضرب لگائی حسام کی
فتنے نے اپنی تیغ میانِ نیام کی
جو سقف بل گئی فلکِ ہفت بام کی
اللہ رے آبِ تیغ جنابِ امام کی
دیکھی تھی حرب و ضرب نہ اس دُھومِ دحام کی
قدرت تو ہی ہے خالقِ ذوالاحرام کی
تجھ پر خدا نے ساری فضیلت تمام کی
مسند ہے وہ علی کی یہ خیر الانام کی

کہہ تو اسی زمیں میں دہیر اور اک سلام
پہ اس میں نظم کو تو شہادتِ امام کی



اے مُجرئی تُو ح کے مقدر کو دیکھنا
مُجرئی بوسہ گاہِ پیہر کو دیکھنا
مُجرئی ظلمِ چرخِ ستم گر کو دیکھنا
کہتا تھا شمر روتا ہوں آتا ہے ہے جبکہ یاد
شہ بولے شوقِ مرگ ہے سنِ شباب میں
دو کام تھے مدینے میں صغرا کی چشم میں
کہتی تھی بانو شہ سے جب اکبر تھے شیرِ خوار
فرماتے تھے حسین کہ ہوگی بہارِ عمر
عباس نامور کو علم دے کے بولے شہ
کہ شام و کوئٹہ میں تو گئے ملکِ شام میں

سر اُس کا اور زاتوے سروڑ کو دیکھنا
اور شمر بد خصال کے خنجر کو دیکھنا
بلوے کو اور آلِ پیہر کو دیکھنا
وہ بے کسی سے سے شہ کا خنجر کو دیکھنا
اس آرزو کو اور علی اکبر کو دیکھنا
یا رونا شہ کی یاد میں مادر کو دیکھنا
کیا پیاری شکل ہے مرے دلبر کو دیکھنا
اٹھارویں برس علی اکبر کو دیکھنا
اے دوستو حسین کے جعفر کو دیکھنا
آوارگی آلِ پیہر کو دیکھنا

جنش میں جب ضریحِ پیمر کو دیکھنا
اے لوگو نہت علی اصغر کو دیکھنا
اے شرمِ چشم بد سے نہ چادر کو دیکھنا
کیا لگا ہے گلشنِ حیدر کو دیکھنا
اکبر کو دیکھنا علی اصغر کو دیکھنا
برگشتگیِ چشمِ ستم گر کو دیکھنا
نہتِ قلیل سے مرے لشکر کو دیکھنا

سیرِ بہشت جانو تو اُس کو اے دیر

گر شاہ کی ضریحِ متور کو دیکھنا

○

بارغِ احمد کو جو آنکھوں سے قلم دیکھیں گے
کس طرح لاتے ہیں تب اہلِ ستم دیکھیں گے
ہم نہ تا زیت بھی جاہِ یم دیکھیں گے
جا کے اب جنگ کے میدان کو ہم دیکھیں گے
سر جھکایوں گے جب تیغِ علم دیکھیں گے
فوجِ اعدا کو جو نبی اہلِ حرم دیکھیں گے

جو غلامانِ علی بنِ ابی طالب ہیں

اے دیر اُن کو یہ گلزارِ ارم دیکھیں گے

○

جنت میں بھی ہوں گے نہ سلامی چمن ایسے
پامال ہوئے گھوڑوں سے ابنِ حسن ایسے
ضمیرِ دمِ ذبح تھے تشنہ دہن ایسے
گھٹھا ہے گلا مجھ پہ ہیں رنجِ رسن ایسے
افسوس زمانے سے اُٹھے پختہ ایسے
عابد پہ ہوئے صدمہ طوق و رسن ایسے

صغرا سے بولے تھے کہ ہمیں صبرِ عظیم
کہتی تھی بانو گنجِ شہیداں میں سوتے ہیں
نہتِ پکاری شیرِ خدا کی میں جائی ہوں
لاشیں دکھا کے کہتے تھے زہرا سے جبریل
برگشتی ہے اُس کے سینے میں اُس کے گلے میں تیر
سیرابِ اہلِ کوفہ نبی زادہ تشنہ لب
فرماتے تھے حسین کہ کیا کیا جوان ہیں

صدے مجرائی عجب شاہِ اُم دیکھیں گے
کہا اکبر نے جو ہم آئیں گے دن میں لڑنے
کہا عابد نے کہ ہے پیاسِ شہ تشنہ کی یاد
خُر جو مارا گیا تب عروقِ محمد بولے
شہ نے اعدا سے کہا جتنے ہیں میرے انصار
شاہ کہتے تھے وہ دہشت ہی سے مرجائیں گے

جو غلامانِ علی بنِ ابی طالب ہیں

اے دیر اُن کو یہ گلزارِ ارم دیکھیں گے

وصفِ گلِ زہرا میں ہیں رنگیں خن ایسے
لکھا ہے اٹھایا نہ گیا شاہ سے لاشا
کتی تھیں رنگیں خلق کی اور کہتے تھے پانی
بابا سے سکینہ نے کہا خواب میں رو کر
نہت نے کہا ایک کو جی بھر کے نہ روئی
گردن رہی خم اور نہ بازو سے مٹا داغ

عابد نے جو بندھوایا گلا بولی یہ زینت
یہ کہہ کے فلک روتے ہیں قبرِ شہدے دیں پر
شہدے بھانجوں کو دیکھ کے کہتے تھے یہ رو کر
درِ فاطمہ زہرا پر گرا اور کیا ضبط
زہرا نے کہا میں نے ستایا تھا کسے چرخ
پُرسے کو بھی آئے تو جھکائے ہوئے سر کو
گھر چھوڑا وطن چھوڑا کیا قبر کو آباد
شہدے نے کہا باندھو نہ جراحت مرے تن کے
اصغرؑ جو گیا خلد میں کہنے لگیں حوریں
وہ بے کفن دگور یہ بے مقنع و چادر
کہتے تھے حرمِ حادثہ درپیش ہے کوئی
عریان رہے لاشے شہیدوں کے چبل روز
نولاکھ کو بشدر کیا اک اک نے دمِ جنگ
تھا گنجِ شہیداں ہے یہ رہ گیروں کا نوحہ
کیا زینت و شہیر کی الفت کا کہوں حال

حیدر کے بھی تھے راہِ رضا میں چلن ایسے
اب ہوئیں گے پیدا نہ غریب الوطن ایسے
جیتے نہیں فرزند کسی کے بہن ایسے
تھے صابر و مظلوم بھی خیر شکن ایسے
جو دکھ میں پڑے میرے حسین و حسن ایسے
شرمندہ تھے سجاد سے اہل وطن ایسے
دنیا میں ستائے گئے شاہِ زمن ایسے
ہیں دُخم بہت میرے جگر میں بہن ایسے
بچے نہ یہاں آئے تھے نقشہِ دامن ایسے
لوٹے گئے دن بیاہ کے ڈلہا ڈلہن ایسے
روتے ہیں گلے گل کے جو بھائی بہن ایسے
نایاب تھے کیوں چرخ بہتر کفن ایسے
شمیر کے ہمراہ تھے ستر دو تن ایسے
افسوس کہ پامال ہوئے گل بدن ایسے
تا حشر نہ اب ہوئیں گے بھائی بہن ایسے

جز ذاتِ خدا سب تھے دہیر آہ و بکا میں
مقل میں ہوئے شیرِ خدا نعرہ زن ایسے

○

قل شہیر کے تھے مجرئی سماں کتنے
مجرئی ذرے ہیں اس غم سے پریشان کتنے
مجرئی نقشہ دہن تھے شہدے کی شان کتنے
لبِ سوغار جو گویا ہو تو یہ پوچھوں میں
قاسم و اکبر و عباس علی و آلے ستم
خوں بہا مانگا کی محشر میں بہتر تن کا

ایک حلقوم تھا اور حجرِ بڑاں کتنے
مل گئے خاک میں شہدے کے مہِ تاباں کتنے
آبِ شمشیر کو پی کر ہوئے خنداں کتنے
تنِ شہیر میں پیوست تھے پیکار کتنے
نوجوانانِ پیہر ہوئے بے جاں کتنے
ہاتھ میں فاطمہ کے ہوں گے گریباں کتنے

باقر و فاطمہ کبریٰ و سکینہ معصوم
خوفِ شبِ خوں تھا غمِ فرقتِ شیریں بھی تھا
کہا زینبؓ نے کہ شیریں نے اڑھائی پیار
سر کٹانے کی خوشی تھی پہ یہ غم تھا شہؓ کو
نہ تو سایہ تھا نہ بستر تھا نہ تھا آب و طعام
شاہؓ کہتے تھے کہ سیراب ہوا غم سے چھٹا
بولی زینبؓ ہمیں سر ہنگے پھرایا در در
دیکھ گل ہائے جراحتِ شہداؓ کہتے تھے

ایک رشی میں گرفتار تھے ناداں کتنے
حرمِ شہؓ تھے شبِ قتل ہراساں کتنے
رفتہ رفتہ ہم ہوئے بے سرو ساماں کتنے
غلق میں ہوئیں گے بدنام مسلمان کتنے
حرمِ شہؓ پہ ہوئے صدمہ زنداں کتنے
تیغِ قاتل کے مرے سر پہ ہیں احساں کتنے
واہ یہ لوگ بھی ہیں صاحبِ ایماں کتنے
تختِ تن پہ ہیں سر سبز گلستاں کتنے

صاحبِ فیض ہوں میں فیضِ شہؓ دیں سے دبیر

ہو گئے ہیں مری صحبت میں سخنِ داں کتنے



مُحَرَّمی سبطِ نبیؐ جب کہ وطن سے نکلے
جو سخنِ مدحِ شہؓ دیں میں دہن سے نکلے
با علیؑ وقتِ قضا جس کے دہن سے نکلے
دہن کے وقت یہ عابدؓ سے کہا زینبؓ نے
بولے سجاؤ کہ کیا پوچھتے ہو تیروں کو
ماں نے اکبرؓ سے کہا بیٹا جواں مرتے ہو
کہا عابدؓ نے سکینہؓ سے نہ رو مرقد پر
شادی اکبرؓ کی نہ کی سالگرہ اصغرؓ کی
پانی پلوتا مرے نام پہ پیاسوں کو مدام
کیا کہوں شام میں عابدؓ کی اسیری کا حال
قید خانے سے وہ نکلے تو رکن میں وہ بندھے
آیا میدان میں قائم تو پسرِ ارزق کے
اشکِ غونی نہ بہیں چشمِ علیؑ سے کیوں کر
حق سے کرتے تھے دعا خنک زباں سے یہ حسین

جان کیوں فاطمہ صغریٰ کی نہ تن سے نکلے
کم نہ قیمت میں کبھی دُزِ عدن سے نکلے
جان آرام سے اے مُحَرَّمی تن سے نکلے
تیر کتنے مرے بھائی کے بدن سے نکلے
نکلے کچھ اور نہ کچھ شاہؓ کے تن سے نکلے
جان سختی سے نہ کیوں تیرے بدن سے نکلے
لاشِ بابا کی تڑپ کر نہ کفن سے نکلے
کچھ بھی ارماں نہ دلِ شاہِ زمزم سے نکلے
گھر سے شیریں بھی کہہ کے بہن سے نکلے
ایک ساعت نہ کبھی رنج و محن سے نکلے
آئے زنداں میں اگر قیدِ رسن سے نکلے
جنگ کے واسطے فرزندِ حسنؑ سے نکلے
خوں جو عہاقِ دلاور کے بدن سے نکلے
زیرِ فخر بھی ترا نام دہن سے نکلے

گردنِ عابدہ بیمارِ رن سے نکلے
 کس جاہی سے حسین اپنے وطن سے نکلے
 تیر جس وقت کہ تابوتِ حسن سے نکلے
 لے کے رخصت ہو نہی شیرِ بہن سے نکلے
 شکر صد شکر کہ اب رنج و حن سے نکلے
 سہم کر روح نہ کیوں اُس کے بدن سے نکلے
 دودھ کے قطرے بھی رُک کے دہن سے نکلے
 در نہ کیا کام ہے گل کو جو جن سے نکلے
 ہیں یہ شعلے جگرِ چرخِ کہن سے نکلے

ہم نے میزانِ نظر میں جو کیا وزنِ دہیر
 دُرِ شہسوار بھی کم میرے خن سے نکلے



کہ نیزے پہ شیر کا سرِ علم ہے
 کہ جو دم ہے اس بزم میں مقنن ہے
 کہ کل مجھکو درپیشِ راہِ عدم ہے
 بہت دل میں حسرت ہے اور رات کم ہے
 دیا صبر مجھکو یہ تیرا کرم ہے
 نہ یاد سکینہ نہ فکرِ حرم ہے
 عجب ابنِ حیدر کا جادو چشم ہے
 پھریرے پہ اقا فتحا رقم ہے
 بہار اس چمن کی امم اُم ہے
 رگِ جاں میں چوستہ خارِ الم ہے
 بلا شک شہِ دیں کو کچھ فکر و غم ہے
 حرمِ تنگ سر ہیں سرِ شہِ علم ہے

خواہش نہیں ہے
 دل پر رقم ہے

قید خانہ میں سیکہ یہی کرتی تھی دُعا
 توشہِ راہِ کفن اور تمہانِ قضا
 نالوکِ غم دل شیر میں پیہم گزرے
 خیمہٴ شاہ میں ہوا اُس گھڑی ماتم برپا
 رفقا کہتے تھے ہو ہو کے فداے شیر
 حلقِ نازک علی اصغر کا کہاں تیر کہاں
 ہچکیاں لے کے جو دودھ اُگلا تو تھا حلقِ یہ خشک
 ہے غمِ بارغِ نبوت میں اسے در بدری
 اختر ان کو نہ کہو سبطِ نبی کے غم میں

ہم نے میزانِ نظر میں جو کیا وزنِ دہیر
 دُرِ شہسوار بھی کم میرے خن سے نکلے

سلامی یہ منت کا کیسا ستم ہے
 غمِ شہِ میں کی بھر کے رو لو محو
 شبِ قتلِ زینب سے کہتے تھے حضرت
 ہمیں دیکھ لو آج جی بھر کے زینب
 دمِ ذبحِ خالق سے کہتے تھے حضرت
 تری راہ میں ہے وہ مرنے کی شادی
 علمِ دارِ آئے تو چلائے اعدا
 نشانِ فتح کا ہے نشان سے ہویدا
 بیاں کرتے تھے ساکنانِ مدینہ
 گئے ہیں وہ جس روز سے سوئے کوفہ
 تزلزل میں کیوں ہے مزارِ دہیر
 نہ یہ حال معلوم تھا اُن کو ہے

دہیر اسمِ اعظم کی
 کہ نامِ علیٰ لوح

○

مُحَرَّی ندامی میں شہنشاہِ اُمم کی
 اک بیتِ سلامِ شہِ والا جو رقم کی
 تاحشر کروں شرح تو ہوئے نہ تمامی
 زینب نے کہا شمر سے کر ذبح نہ وہ کو
 بانو نے کہا کہتے تھے اصغر جو اُسے سب
 مرقہ میں اڑی فاطمہ کی نیند جو کہیے
 زینب کو برادر سے یہ اُلفت تھی کہ گاہے
 صغریٰ نے کہا خط بھی نہ لکھا شہِ دیں نے
 کچھ پیاس میں بھی شمر نے کھایا نہ ترس ہائے
 حاکم سے کہا شمر نے مل آنکھوں سے ان کو
 عباس کا غم ہے غمِ سرور کے برابر
 دیکھا در کوفہ میں جوں ہی لاشِ مسلم
 گو قبر کو محتاج ہو پُر رنج نہ کھانا
 سینے پہ دبیر اُس کو پس از مرگ دھروں میں
 ہاتھ آئے اگر خاکِ شہِ دیں کے قدم کی

○

ایسا گھر کہاں کسی سلکِ گھر میں ہے
 چہلمِ امّ پاک کا ماہِ صفر میں ہے
 بیمار گھر میں اور مسیحا سفر میں ہے
 خشکیِ خلقِ مالکِ کوثرِ نظر میں ہے
 ثابت ہوا کہ داغِ اسی سے قمر میں ہے
 تاک اُس کو وہ جو طفلِ کنارِ پدر میں ہے

اے مُحَرَّی جو اشکِ مری چشمِ تر میں ہے
 ماہِ صفر بھی مثلِ محرمِ اثر میں ہے
 صغریٰ کو کیا شفا ہو کہ یارِ پدر میں ہے
 اصغر کی سرگزشت جو میری نظر میں ہے
 زخمی ہوئی جو سنگ سے پیشانیِ حسین
 آہستہ حُرمِ لہ سے یہ کہت تھا ابنِ سعد

چہلم حسینؑ کا ہے شہادتِ حسن کی ہے
 کہتے تھے حُر کو دیکھ کر اُس فوج میں حسینؑ
 یہ عالمِ مریض کا تکیہ کلام تھا
 چہرے سے غم ہے اکبر و عباسؑ کا عیاں
 کہتی تھی ہاتھ اکبرؑ و اصغرؑ کی یاد میں
 سرِ شہؑ کا زیرِ تخت دھرا ہے یزید نے
 قاسمؑ کی مہندی گوندتے ہیں اشکوں سے حرم
 صغرؑ سے نانی کہتی تھی دوساں آتا ہے
 کیوں اپنے اشک کو نہ دُر نذر ہم کہیں
 برجی کا پھل جو کھایا تو اکبرؑ نے یہ کہا
 روشن ہے اشتیاقِ شہادت سے رُوے شاؤ
 پوچھا عمرؑ نے مال تو ذینبؑ نے یہ کہا
 دینار جس کا نام ہے سینے کا داغ ہے
 اللہ رے انقلاب کہ درِ در ہیں اہل بیتؑ
 سمجھو نہ وقتِ صبح شفقِ رگرو آفتاب
 سینے میں نیزہ حلق پہ خنجر زباں پہ شکر
 طوفاں اٹھا ہے آبِ دم ذوالفقار سے
 ہے گشت میں حسینؑ کا مرکب جو دشت میں
 شمشیرِ شہؑ کی خوف سے سب کا اڑا ہے رنگ
 لرزاں ہیں غرب و شرق نہ یوں برق بھی ہو غرق
 مچھتا ہے سرگلے میں گلاسب کا سینے میں
 کیسی کر کہ ڈھونڈتی ہے تیغ جس کا تن
 عباسؑ نامور کا علم کیوں محبت نہ لیں

ماقم ہے جس کا نام وہ ماہِ صفر میں ہے
 اپنا کسی طرف ہو ہماری نظر میں ہے
 میدان میں تندرست ہیں بیمار گھر میں ہے
 آنکھوں میں شہؑ کو نور نہیں خم کمر میں ہے
 برجی کی نوکِ دل میں ہے پیکاں جگر میں ہے
 اللہ کیا ہواے غرور اُس کے سر میں ہے
 کیا قیطِ آبِ ساقی کوثر کے گھر میں ہے
 داری نہ روؤ باپ تمہارا سفر میں ہے
 رونا ہمارا سبوتِ نبیؑ کی نظر میں ہے
 خوشنودیِ خدا کا مزا اس ثمر میں ہے
 نورِ چراغِ شامِ چراغِ سحر میں ہے
 دولت یہی امامؑ دو عالم کے گھر میں ہے
 گوہر وہ ہے جو اشکِ مری چشمِ تریں ہے
 ناموسِ اہلِ شام کی عزت سے گھر میں ہے
 خونِ حسینؑ طائرِ زریں کے بُر میں ہے
 یہ حلمِ بُرِ حسینؑ بھلا کس بشر میں ہے
 بستیِ اہلِ ظلم کی کشتیِ بھنور میں ہے
 عمرِ رواں رُکی ہوئی فوجِ عمر میں ہے
 جوہر نہ تیغ میں ہے نہ روغنِ سپر میں ہے
 یہ تیغِ گاہِ خود میں ہے اور گاہِ سر میں ہے
 سید بھی دل بھی جان بھی خوف و خطر میں ہے
 تقدیرِ عرض کرتی ہے وہ تو ستر میں ہے
 ہر ایک آرزو کا ثمر اس شجر میں ہے

○

پانی کو پسر ساقی کوثر کا جو تر سے
 سوغات یہ میں لائی ہوں کوئہ کے سفر سے
 پوچھے کوئی خاتون قیامت کے جگر سے
 شرمندہ ہوں میں ساقی کوثر کے پسر سے
 اے بابا نکلتے نہیں روتے ہوئے گھر سے
 اے حوریومت خاک چھڑاؤ مرے سر سے
 آغاز سے کہتا تھا ہر اک راہ گزر سے
 کہنا جو ملاقات ہو زہرا کے پسر سے
 سیدانیاں یاں قید ہیں آؤ نہ ادھر سے
 خنجر کو وہاں بھر نے باندھا جو کمر سے
 لینا نہ ردا تو میری ہمیشہ کے سر سے
 پانی دو مجھے پیاسا ہوں چوئیں پہر سے
 اس سن میں اٹھے باپ نہ دشمن کے بھی سر سے
 لپٹاے ہوئے لاشہِ اصغر تھے جگر سے
 شیر پہ بھی تیروں کے باراں یونہی بر سے
 پوچھیں وہ اگر ہم کو تو کہنا یہ پدر سے
 شرمندہ کیا تم کو نہ زہرا کے پسر سے
 تھا عشق برہن کو یہ شیر کے سر سے
 جو شہ کو نہ روئے گا دبیر جگر افکار
 جوں اشک وہ گر جائے گا حیدر کی نظر سے

○

نجرانی لہو کیوں نہ ہے دیدہ تر سے
 صغریٰ کو دکھا داغِ رن کہتی تھی بانو
 جس ظلم سے شیر کو ظالم نے کیا ذبح
 دریا سے یہ آئی ہے صدا روزِ شہادت
 چلتے ہوئے شہ روئے تو کہنے لگی صغریٰ
 زہرا نے کہا خاک پہ شیر پڑا ہے
 ہر سمت لیے پھرتے تھے ظالم سرِ مسلم
 آئیں نہ یاں خون کے پیاسے ہیں یہ کوئی
 سب سے در زنداں پہ کھڑی کہتی تھی فضلہ
 یاں خونِ گلوے شہ دیں اچھلا رگوں میں
 کی شمر سے کٹ کر یہ سر شہ نے سفارش
 بہتی میں مسلمانوں کی کہتا تھا سرِ شاہ
 کہتی تھی سکینہ سے کھڑی ہند کی بیٹی
 اُلفت اسے کہتے ہیں پس از مرگ بھی شیر
 صغریٰ سے حرم کہتے تھے بارش کو دکھا کر
 زینب کے پسر کہتے تھے زینب سے دمِ مرگ
 ماموں کی بلالے کے ہوئے دشت میں بے جان
 سرکاٹ کے بیٹوں کا دیا اُس کے عوض میں

نعم حسین میں جب برق بے قرار رہے
 کہ پیاسا نہر میں عباؑ نامدار رہے

سلائی ابرِ فلک کیوں نہ اشک بار رہے
 لکھا تھا یہ تلم موج نے میانِ فرات رہے

عزیزو چرخِ چہارم پہ ہے علی کی شبیہ
اٹھا کے لے گئے لاشِ حسینِ واں قدس
بہ زہرِ خاک نہ جب تک کہ وہ ہوا مدفون
شگفتہ دیکھ کے رنحوں کو کہتے تھے شہدا
ہزار حیف کہ جو ہو ابو تراب کا لال
کہا حسین سے یہ خواب میں سکینہ نے
طمانچہ شمر نے مارا گھر بھی چھین لیا
مریض بھائی کی منزل میں کچھ دوا نہ ہوئی
تمہارے لال کا اب حال ہے یہ اے بابا
کہا یہ باتو نے سجاڑ سے دمِ مدفن
ادھر تو کیجیو اکبر کو اور ادھر رشہ کو
چلے اگرچہ روئے خار چھوڑ کر عابد
اور اُس کے ہاتھ پہ بیعت بھی بتکڑی نے کی
حسابِ گریہ عابد بیان سے ہے زیاد
ملا پدر کو چالیس دن نہ غسل و کفن
سکینہ جب تلک آئی نہ قید خانہ سے
ہوئے نہ دفن شہیداں کر بلا جب تک
کہا حسین سے زینب نے کیجیے انصاف
تم ایک بھائی ہو سو تم بھی مجھکو چھوڑتے ہو

کہ تا ملائکہ کو ہجر میں قرار رہے
کہ یہ بھی واقعہ تا حشر یادگار رہے
حسین لاشِ اصغر سے ہم کنار رہے
یہ وہ چمن ہے کہ جس پر سدا بہار رہے
زمین پر وہی بے غسل و بے مزار رہے
کہ چھٹ کے آپ سے ہم تخت بے قرار رہے
مدد نہ آپ نے کی ہم بہت پکار رہے
کہ پائیں آبلے اور آبلہ میں خار رہے
کہ جیسے قید میں کوئی گناہ گار رہے
یہ بات یاد میری اے جگر نگار رہے
پر ان کے بچ میں اصغر ہی کا مزار رہے
قدم کے چومنے سے پد نہ باز خار رہے
اسیری میں بھی یہ سجاڑ کا وقار رہے
کہ ایک جان پہ اندوہ بے شمار رہے
سو اس قلق میں چنبل سال اشک بار رہے
حسین گلشنِ جنت میں بے قرار رہے
تمام مُردے تہِ خاک بے قرار رہے
نہ ماں نہ باپ نہ جیدِ بزرگ وار رہے
بہن کے دل کو بھلا خاک اب قرار رہے

دبیر ہے وہ عزا خانہ دل مرا جس میں

ہمیشہ تعزیرِ شاہِ نام دار رہے

○

خلد مسکن ہے مرا حصہ ہے کوثر میرا
تم پہ احساں ہے یہ اے سبطِ عظیم میرا

اے سلامی دلِ شیر میں ہے گھر میرا
شہ کو اک رات کی مہلت جو ملی ہوا شمر

کلن گلا آپ کا ہے اور یہ خنجر میرا
 کہ نہ اک بار بھی تریا علی اصغر میرا
 پھوپھی زینب سے اُتر والے ٹوگو ہر میرا
 کیوں فلک؟ تھا یہی کیا بیاہ کا زیور میرا
 رو کے شہ کہتے تھے جب ہائے برادر میرا
 ذبح کے وقت جو رک رک گیا خنجر میرا
 اے بہن ڈھانک نہ چادر سے ابھی سر میرا
 بے کفن ہے ابھی شش ماہہ برادر میرا
 کب سے اس طلق کا مشاق تھا حجر میرا
 میں حسینؑ ہیں علی ہوں یہ ہے لشکر میرا
 لوگو تربت میں ڈرے گا علی اصغر میرا
 آج کا روزہ کھلے گا لب کوثر میرا
 ذبح ہوتا ہے ہری گود میں دلیر میرا

شاہ کہتے تھے کہ بخشش ہو گئے گاروں کی

خون بہا ہے یہی یا رب دمِ محشر میرا

○

جاؤ اس شب کو عزیزوں کے گلے سے مل لو
 شاہ کہتے تھے کہ کیا تیر عدد نے مارا
 شمر سے بولی سکینہ کہ طماچے نہ لگا
 ہاتھ بندھوا کے رسن میں یہ کہا کبراً نے
 لب دریا پہ لرز جاتی تھی عباسؑ کی لاش
 شمر کہتا تھا کہ یہ خشک تھا حلقوم حسینؑ
 دستر ہند سے کہتی تھی سکینہ رو کر
 کفن اصغرؑ کو میں پہنا کے ردا اُڑھوں گی
 شمر سینے پہ چڑھا شاہؑ کے یہ کہتا ہوا
 شہؑ نے لاشوں کو دکھا کر یہ کہا قاصد سے
 بانو کہتی تھی کہ ساتھ ان کے مجھے دفن کرو
 شاہ کہتے تھے نہیں بخت میں آب دریا
 کہتی تھی فاطمہؑ یہ ظلم نیا ہے یا رب

واسطے لڑنے کے ہر سمت سے اُعدا آئے
 کیا گئے عالم فانی میں بھلا کیا آئے
 جب کہ عباسؑ علیؑ بر لب دریا آئے
 نہ تو اکبرؑ ہی پھیرے اور نہ بابا آئے
 لوگوں بتلاؤں کہ کیا کوفے سے بابا آئے
 میں نے دیکھا کہ ابھی خلد سے بابا آئے
 خوب تم کام مرے اے مرے بیٹا آئے
 کہیں میدان میں نہ ہمیشہ مبادا آئے

کر بلا میں جو سلامی شہؑ والا آئے
 آیا فردوس میں اصغرؑ تو کہا خوروں نے
 یوں قضا بولی کہ محنت ہے تمہاری برباد
 غشؑ عالم میں بھی کہتی یہ صغریٰ صدیف
 کوئی صغریٰ کو جگاتا تو یہ کہتی اشقی
 غشؑ سے ہوش آیا جو قاصد کو تو مروڑ سے کہا
 بیٹھ پر ہاتھ مری پھیر کے بولے شاباش
 زیرِ خنجر بھی یہ تھا خوف شہؑ مضطر کو

شاہ کہتے تھے کہ راحت میں سمجھتا ہوں اسے
خردم نزع یہ کہتا تھا کہ چوموں میں قد
اتنے میں آئے شہ دیں تو یہ خر کہنے لگا
کہا صغریٰ سے سکینہ نے حنا بندی کے وقت
اٹھ شہ نے کہا جبریل سے تم کہہ دیجو ق
اتنے میں احمد مرسل جو وہاں آئے دیر
بولے جبریل نبی آپ ہی اس جا آئے



نبی کو بھری غم بے حساب ہوتا ہے
رقم جو مرثیہ یوتراپ ہوتا ہے
رواں یہ چشم سلائی سے آب ہوتا ہے
یہ کر بلا کا شرف ہے جو دن ہو اُس جا
چلے حسین سفر کو تو کہتی تھی صغریٰ
کہا حسین نے زہرہ کے کہ نہ ذبح مجھے ق
تو شمر بنس کے یہ بولا کہ اے شہ بے کس
بوقتِ ذبح عدا آئی مودہ باد حسین
بہا کے اشک کی تسلیج کو شمار کیا
حسین ہوتے تھے جب ذبح کہتی تھی زینب
کہا یہ طوع سے مسلم نے کوچ ہوگا سحر
بلا جو مرقد حیدر مجادروں نے کہا
کہا یہ شمر سے زینب نے لے ردا نہ مری
جھکایا سر سیدہ خنجر جو خر نے شہ بولے
رسول زادوں کو دیتی ہے ردا شیریں
کہا یہ ہندی کی بیٹی نے اے سکینہ نہ زو

کہ کنبہ فاطمہ کا بے نقاب ہوتا ہے
ہر ایک شعرِ سلام آفتاب ہوتا ہے
کہ قطرے قطرے سے ساکسحاب ہوتا ہے
نقد میں اُس پہ نہیں کچھ عذاب ہوتا ہے
دہائی حق کی مدینہ خراب ہوتا ہے
کہ صدمہ دل پہ مرے بے حساب ہوتا ہے
بتوں روتی ہے مجھ کو ثواب ہوتا ہے
کہ تیرا شامہ شہیداں خطاب ہوتا ہے
پہ زخم شہ کا نہیں کچھ حساب ہوتا ہے
قضا کا وقت نہیں انقلاب ہوتا ہے
تمہارے گھر میں مرا پا تراب ہوتا ہے
شہید اب ہر یوتراپ ہوتا ہے
کہ سر برینہ رسالت مآب ہوتا ہے
نبی کے بحر سے تو بار یاب ہوتا ہے
سر حسین کو کیا کیا حجاب ہوتا ہے
کہ تیرے غم میں مرا زہرہ آب ہوتا ہے

کہا سکینہ نے سوتی تھی شے کے سینے پر اور اب تو خاک پہ سروت خواب ہوتا ہے
 بتول کہتی تھی رو رو کے لاشِ اکبر پر کسی کا یوں نہیں ضائع شباب ہوتا ہے
 دہیر روضہ شے میں جو ہوئے مستعدی
 ہر ایک مقصدِ دل مستجاب ہوتا ہے



گنہ کے مرض کی دوا چاہیے سلامی کو خاکِ شفا چاہیے
 سلامی ہر اک دم بکا چاہیے مداراتِ ماہِ عزا چاہیے
 نہ مسند نہ ظنِ بُہما چاہیے سلامی درِ مرتضیٰ چاہیے
 سلامی جو قُربِ خدا چاہیے تولاے آلِ عبا چاہیے
 دمِ ذبحِ حضرت نے یہ عرض کی قِ الہی مرا خوں بہا چاہیے
 ندا آئی بخشا ترے شیعوں کو کہا شے نے بس اور کیا چاہیے
 رو شام میں دردِ نمیب یہ تھا کفنِ بھر شادِ ہدیٰ چاہیے
 سر شے کی نیزے پہ تھی یہ ندا بہن کے لیے اک روا چاہیے
 کہاں ماں نے اکبر لڑو جا کے خوب وہ بولا تمہاری دعا چاہیے
 گیا مخر جو زن میں تو بولا مخر قِ شیعاعوں کی خاطر وفا چاہیے
 پھرا حاکمِ وقت سے بے سبب تجھے اس خطا کی سزا چاہیے
 لے اب بھی پشیمان ہو باز آ اگر مال و جاں کی بقا چاہیے
 کہا مخر نے منہ پھیر کر دُور ہو ہمیں پس آلِ عبا چاہیے
 حلالِ نہیں لیتے مالی حرام عطاے شے بل اتا چاہیے
 خدا بھی ملا شجبتی بھی ملے تو بندے کو اب اور کیا چاہیے
 نبی کے نواسے کا قاتل ہے تُو حیا تجکو اے بے حیا چاہیے
 برائی کے حاکم کا کیا خوف ہے خدا مجھ سے میرا بھلا چاہیے
 زمیں داروں سے رو کے شے نے کہا بہتر مزاروں کی جا چاہیے

کہا شہ نے زینب یہ ہیں چند سال
 بندھا جب کُلا بولے زین العبا
 گھٹے دم گلے میں کہ گردن چھلے
 شتر ہاں کی حالت پہ کہتے تھے سب
 خر آیا تو فرمایا شیر نے ق
 وہ بولا کہ فانی ہیں سب نعمتیں
 تصدق کرے سر غلام آپ پر
 کہا شہ سے عباس نے یا امام
 نکل آئی زینب جو ہنگامِ قتل ق
 خدا مشکلِ ذبح آساں کرے
 کہا شہ نے یارو ہے کیا تیز دھوپ
 نبی زادیاں کہتی تھیں شہ سے
 طمانچوں کے قابلِ سکینہ نہیں
 جوانی گئی پیری آئی دیر
 سوے کر بلا آب چلا چاہیے

○

گئے سوے میداں جو اکبر دوبارہ
 عجب تفرقہ تھا تن و سر میں جس سے
 ہیبت روئی تھی بارشِ خوں سے صغریٰ
 پھری ٹوٹ بعد از وفاتِ سکینہ
 جلا خیمہ شہ تو بولے ملائک
 ملا پہلے حلقوم سے پھر قضا سے
 سنا حالِ زینب پس از قتلِ شیر
 حسن نے کہا کیا ہوا قتلِ قاسم؟
 سلامی ہوا گھر میں محشر دوبارہ
 ہوا دفنِ فرزندِ حیدر دوبارہ
 زلزلے کو آیا کبوتر دوبارہ
 پہننے نہ پائی وہ گوہر دوبارہ
 نبی کا جلایا گیا گھر دوبارہ
 پھرا شہ کی گردن پہ نغیر دوبارہ
 بہت روئے جنت میں حیدر دوبارہ
 اٹھا درد جو دل کے اندر دوبارہ

لُٹا شہر بانو کا زبور دوبارہ
 ہوا ہے فراقِ پیسیر دوبارہ
 نہ بچکی بھی لی تم نے اکبر دوبارہ
 کہا مرتے دم منہ سے مادر دوبارہ
 کہ چھوٹا اسیروں کی چادر دوبارہ
 کریں جیسے کاغذ پہ مسطر دوبارہ
 کہ تڑپا نہ ہاتھوں پہ اصغر دوبارہ
 ہوئے سر برہنہ پیسیر دوبارہ
 نہ سجدے سے اٹھنے دیا سر دوبارہ
 اگر محکو بخشے خدا سر دوبارہ
 مرے حلقِ تشنہ پہ خنجر دوبارہ
 میں کاٹوں گی جبریل کا پر دوبارہ
 پرے سب نے باندھے برابر دوبارہ
 ہوا خلق پر فہلِ داور دوبارہ
 ہدایت کو آئے پیسیر دوبارہ
 برآمد ہوا میرانور دوبارہ
 نہ آئینہ دیکھے سکندر دوبارہ
 لحد میں تو آتے ہیں حیدر دوبارہ
 کہ اخطاف ہوا زندہ مر کر دوبارہ
 کہ دیکھی نہ قبر پیسیر دوبارہ
 مزا پائیں گے روزِ محشر دوبارہ
 بسا جو یہ سادات کا گھر دوبارہ
 پڑھیں گے غنی سب کے دفتر دوبارہ
 ہوئے قید سجاؤ کیوں کر دوبارہ

چھٹا تھا مدائن میں پھر کر بلا میں
 ہوئے قتلِ اکبر تو شہِ بولے محکو
 کہا والدہ نے یہ مرنے کی جلدی
 لیا نامِ زیب کا اکبر نے پہلے
 رواں جو شیریں نے دیں شمر بولا
 خطِ تیغ تھے شہ کے تن پر مکر
 کہا شہ نے کیا تیر ظالم نے مارا
 کٹا حلقِ شیر کا بعدِ خیر
 چڑھا سینہ شہ پر جلادِ بیہات
 کہا شہ کے لاشے نے روحِ الامیں سے
 کہوں شمر سے میں کہ ظالم رواں کر
 کمر سے جو لی تیغ شہ نے تو بولی
 ہوئی آمد آمد جو اکبر کی رن میں
 سواری جو دیکھی تو باہم پکارے
 عمر نے کہا کیا وہ بولے ارے دیکھ
 یہ چہرہ ہے یا آج کے دن افق سے
 صفا رخ میں وہ ہے جو سن لے کسی سے
 مدد کرتے ہیں نزع میں مومنوں کی
 یہ حسرت تھی قربان ہونے کی شہ پر
 کہا شہ نے روضے سے نکلے تھے کس وقت
 شہیدوں کے قاتل معذب ہیں اب بھی
 اجاڑا تھا اے چرخ کس طرح ٹوٹنے
 خدا لے گا پہلے حسابِ خلاق
 جو خبر ہے تمہیں اس جہا کی

وہی چھکڑی تھی وہی طوق و زنجیر
 بھینچے کی تہائی پر پل کیا دس
 یہ پل ہوئی راہ میں بیلچے سے
 دیر ایک خوبی طبعیت کی یہ ہے
 کہ ثابت کیا جا بجا ہر دوبارہ

○

سلامی سجدہ حق میں کیا مجروح حیدر کو
 ہوئی اُمّ العنیں بیوہ بجائے ابنِ ملبم سے
 جناب احمد مختار کی مسند ہوئی خالی
 نہیں ماہِ صیام اے مومنو کچھ کم محرم سے
 یہ وہ دن ہیں ہوئی ہیں زینب و کلثوم تنگے سر
 عزیز و اپنے مولّا کی عزا میں سرگرد و عریاں
 رہو انیسویں سے نعرہ زن ایکسویں شب تک
 چلی تلوار اک سر پر مگر بمسلم کیا اُس نے
 شقی نے ہائے کس مولّا کو کس آقا کو مارا ہے
 جب آیا دودھ پینے کو تو قاتل کو دیا پہلے
 مگر رونے کی جا ہے اُس سخی کے لال کو ہے ہے
 شبِ دست و کیم رحلت ہوئی جب شاہِ مرداں کی
 کوئی ہے ہے عائی کہتی تھی کوئی ہائے اے بابا
 جناب زینب مغموم رو رو کر یہ کہتی تھیں
 نہ نانا ہے نہ اماں ہے نہ کوئی اور وارث ہے
 رسولِ اچھے بول اُٹھیں اُٹھیں تم بھی زمانے سے
 تمہاری بے کسی پر روؤں یا اپنی یتیمی پر
 بندھا چبے رس سے حلق پھر ضربت لگی سر پر

جناب فاطمہ پیشیں ہوا صدمہ جھمکے کو
 کیا بن باپ کا حنّاد نے شیر و شتر کو
 کیا ویرانِ ظالم نے رسولِ اللہ کے گھر کو
 کیا ہے قتل ان روزوں میں دامادِ پیہر کو
 کیا ہے خاک سے جبریل نے آلودہ شہر کو
 کہ کھولا ہے جناب فاطمہ زہرا نے بھی سر کو
 نبی بھی چھوڑ دیں گے تین دن قبرِ مطہر کو
 محمدؐ کو بتوں پاک کو حمزہؓ کو جعفرؓ کو
 خدا کے دوست کو خیرِ شکن کو شیرِ دار کو
 عزیز و دیکھنا تم خششِ ساقی کوڑ کو
 پلایا ظالموں نے کربلا میں آبِ فخر کو
 نبیؐ کی آل نے پھینکا زمیں پر سر سے چادر کو
 کیا تھا شورِ افغاں سے عیاں آٹارِ محشر کو
 گئے تم سوئے جنت کر دیا ویران اس گھر کو
 تم اک وارث تھے موم بھی سدھارے آج کوڑ کو
 نظر یہ لگ گئی کس کی رسولِ اللہ کے گھر کو
 یا سر پیٹوں میں گریاں دیکھ کر شیر و شتر کو
 نہ بھولے گی مصیبتِ آپ کی تا مرگ و شتر کو

جنازہ لے کے شہ کا جب چلے فرزند بے چارے
لحد میں لاشیں شیر خدا جس دم لگے رکھنے
ہوئے بالین مرتد سے عیاں دو ہاتھ اک باری
ڈہائی ہے رسول کبریا تیری ڈہائی ہے
نہ اب ہے آپ کا سایہ نہ ہے ماں باپ کا سایہ

اٹھایا دوش پر جبریل نے تابوتِ حیدر کو
نہایت شہر و شہیر روئے پیٹ کر سر کو
نواسوں نے کہا پہچان کر دستِ پیمبر کو
کیا ہے بے پدر جلا دے شہر و شہر کو
ہوئے ہیں بے کس و تنہا ذرا دیکھو معتذر کو

دعا کر اے دیر خستہ رو رو کر یہ خالق سے

دکھا دے جلد اے مالک مجھے تُو قبرِ حیدر کو

○

جُرئی یہ تشنگی تھی سپہ ابرار کو
آئی جب دن میں سکینہ سینے سے لپٹا لیا
دے کے لشکر کا علم سرور نگاہِ یاس سے
یاد جب آتی سکینہ خُلد میں تو شاہِ دیں
خارِ صحرائی پہ عابد رکھتے تھے آہستہ پا
کہتے تھے اعدا سے سرور کاٹ لو تم سر مرا
خون سے تر آئے جنت میں جو نہ بٹ کے پیر
تیر کھانے میں ٹٹی تھی شہ کو لذت اس قدر
قصر تو رہنے کی خاطر اور ہم آغوشی کو کُور
جب لگی خیمہ میں آتش کُور ساں جلوہ ہوا
شہ کے جانے سے ہوئی دولت سرا و حشت سرا
ہے صدا ہے ہے حسن کی گہ گہ ہے ہے حسین
غم دیا جائے دوا عابد کو ٹوٹنے اے فلک
واہی پر خار میں کوسوں تک ہے بس کہ دھوپ
غنیچہ تصویر ساں زہرا ہوئی غم سے خموش
گر پڑیں آنسو یقیں ہے گر سنا دیوے صبا

یہ پیا خوش ہو کے آپ خیرِ خونخوار کو
بعدِ مُردن دیکھنا شہر کے اس پیار کو
دیر تک دیکھا کیے شانِ علم بردار کو
اپنے سینے سے لگاتے اصغرِ دلدار کو
تاکہ میرے پاؤں سے ایذا نہ پہنچے خار کو
پر نہ مارو ہم شہیدِ احمد مختار کو
آ گیا غش دیکھتے ہی جعفرِ طیار کو
اپنے لب سے چوم لیتے تھے لبِ سوفار کو
مرتبے حق نے دیے کیا شاہ کے انصار کو
بولے نہ بٹ سے یہ عابد دیکھو نور و ناز کو
دیکھ ویراں روتی تھی صغریٰ در و دیوار کو
قبر میں یہ شغل ہے زہرا جگر افکار کو
یہ دوا دیتا ہے کوئی صاحبِ آزار کو
ڈھونڈتے تھے رہ میں عابدِ سایہ دیوار کو
جس گھڑی پامال دیکھا اپنے سب گلزار کو
حالِ بیماری عابدِ زرگس بیمار کو

گر جری ہو تم تو او رکو ہمارے دار کو
خُلد میں لے آئے عباسِ علم بردار کو
دُشمنوں میں چھوڑ آئے اپنے ہر دلدار کو
پھر اٹھایا قبر سے مجھ بے کس و ناچار کو
جوں قفس سے چھوٹ کر بلبل چلے گلزار کو
جب سنا مارا لعینوں نے شیعہ اُردار کو
لطف لڑنے کا ہے کیا مارا اگر دوچار کو

ایک سے ایک اپنے رتبہ میں گراں ہواے دہر
تولیس میزانِ عدالت میں گر ان اشعار کو

○

کہ ذبح شدہ کو کرو اور دکھاؤ زینب کو
جہاں میں دن کو کھلے سر پھراؤ زینب کو
لہو بھرا ہوا نیزہ سنبھالو زینب کو
کہا یہ پاؤں بے کس سے لاؤ زینب کو
حسین پیارے نہ چادر اڑھاؤ زینب کو
کہ قیدِ ظلم سے بابا چھراؤ زینب کو
حسین بھائی کہاں ہو؟ چھپاؤ زینب کو
کہ ظالوں نہ مصیبت دکھاؤ زینب کو
پہ کوئی کہنے سی چادر اڑھاؤ زینب کو
کہاں ہے لاشِ مسلم؟ بتاؤ زینب کو
کہ سرگزشت تم اپنی سناؤ زینب کو
نہ ردو تم سوے قبلہ لٹاؤ زینب کو
گرے اگر نہ زمیں سے اٹھاؤ زینب کو
ادھر سے شام کو لے کر نہ جاؤ زینب کو

کر کے دو اعدا کو کہتے تھے یہ زینب کے پسر
جعفر طیار استقبال کر کے دور تک
آئے جب فردوس میں مسلم تو زہرا نے کہا
قتل کے شدہ کی خبر سن کر لگی کہنے بتول
اس طرح خوش ہو کے غازی جاتے تھے میدان کی سمت
خُلد میں روئے غنی بل بل کے احمد کے گلے
عنون و جعفر کہتے تھے اکھوں کو کیجے زیرِ تیغ

سلامی کہتے تھے ظالم دلاؤ زینب کو
اٹھا ہے رات کو تابوت اُس کی لٹاں کا
اگرچہ فرقت اکبر سے اُس کو غش آئے
چلے حسین پہن کر کفن جو مرنے کو
صدائے فاطمہ آئی کہ شمر چھینے گا
امام خُلد میں مشکل کشا سے کہتے تھے
اٹھا کے ہاتھوں کو بلوے میں کہتی تھی کلثوم
پکارتی تھی یہ لاشِ حسینِ مقتل میں
اگر مجھے نہیں دیتے ہو تم کفن تو نہ دو
قریب کوفہ جو سیدانیاں گئیں تو کہا
جب آئی لاشِ نظر رو کے اس طرح بولی
بوقتِ مرگ یہ عابد سے بولی وہ بے کس
لعین یہ کہتے تھے ہر سانہ دو کوئی اُس کو
فراٹ سے یہ لعینوں کو آتی تھی آواز

تو پ رہا ہے سکینہ کے سٹے کا لاشا
لب فرات نہ سر ننگے لاؤ زینب کو
پدر کو گاڑ کے عابد چلے جو سوئے وطن
کہا حرم نے شتر پر اٹھاؤ زینب کو
سوار ہوتی ہوں اونٹ آئے ہیں اٹھو جاگو
بکڑ کے بازو کو بھیا چڑھاؤ زینب کو
جب آئی بارغِ مذک میں تو ڈر کے چلائی
کہ یا رسولؐ گلے سے لگاؤ زینب کو
میں کھو کے آئی ہوں سب داروں کو جنگل میں
کوئی تو حرفِ تسلی سناؤ زینب کو



مُجری شہ نے کہا اے مری خواہر دیکھو
تیر کو دیکھو گلوئے علی اصغرؑ دیکھو
کہا فضہ نے یہ زینب سے عجب رونق ہے
جا کے دروازے پہ تم بھائی کا لشکر دیکھو
کہا بانو نے کہ ملتا نہیں اکبرؑ زن میں
لوگو اس وقت پریشانی سرور دیکھو
کس بلا میں ہوں گرفتار مقدر دیکھو
کس کو بھیجوں کہ خبر لائے مرے پیارے کی
جا کے پھر بچھو لے پہ بولی کہ ہوئے اکبرؑ گرم
تقریب دار جو مر جاتا ہے روتے ہیں حسین
شہ نے تیغ جو کھینچی تو پکارے جبریل
شہ نے اعدا سے کہا ہے یہی دعوت کا طریق
بچے مرتے ہیں مرے تم نہیں دیتے پانی
کہا زینب نے کہ دو عون و محمد کو رضا
کہا عابد نے یہ زینب سے دمِ ذہن پدر
ہر گھڑی کہتی تھی ام سلمہؓ سے صغریٰ
حیف بازار یوں سے کہتے تھے یوں اہلِ جفا
ماں سے اکبرؑ نے کہا روتا نہ تم چلا کے
منہک پر تیر لگا جب تو پکارے عباسؑ
سر شہ سے کہا عابد نے کہ بابا فریاد
دیکھو زنجیر کو اور سوچے ہوئے پاؤں مرے
تیر کو دیکھو گلوئے علی اصغرؑ دیکھو
کہا حرم نے شتر پر اٹھاؤ زینب کو
سوار ہوتی ہوں اونٹ آئے ہیں اٹھو جاگو
بکڑ کے بازو کو بھیا چڑھاؤ زینب کو
جب آئی بارغِ مذک میں تو ڈر کے چلائی
کہ یا رسولؐ گلے سے لگاؤ زینب کو
میں کھو کے آئی ہوں سب داروں کو جنگل میں
کوئی تو حرفِ تسلی سناؤ زینب کو

زانوے شمر کہاں سینہ شہیر کہاں اے مجھو ستم جبرج بد اختر دیکھو
 ذبح جب ہوتے تھے شہ کبھی تھی حیدر سے بتول بوسہ گاہ نبوی دیکھو یہ خنجر دیکھو
 گر خوشی تم کو وقارِ ابدی کی ہے دبیر
 جلد چل کر نبھتے اشرفِ حیدر دیکھو

O

دل پہ میرے زخم ہے مجرائی اُس تلوار کا
 اے سلامی دیکھ رجبہ حیدر کرار کا
 شخص نے ماہِ مبارک میں کیا خونِ علی
 عید سے نور روز پہلے شیعوں کو محذوں کیا
 بے ادب نے عینِ سجدے میں حضورِ ذوالجلال
 مومنوں کے سر سے اٹھتے ہیں امیرِ مومنان
 دستِ ماتم سے نہ کیوں شیعوں کے ہوں سینے دکار
 ہائے حیدر کہہ کے سینے پیٹتے ہیں حیدری
 بدلے آبِ تیغ کے جلاؤ کو شربتِ دیا
 وا علیاً وا علیاً وا علیاً وا علی
 خونِ سر سے ریش اُس کی رُوسہ نے سرخ کی
 ہے روایت جب کہ مسجد سے علی کو لے چلے
 آکر رستے میں کہا حیدر سے یہ جبریل نے
 ننگے سر روتی ہیں در پر دخترانِ فاطمہ
 سن کے یہ بولے علی ہاں جلد جاؤ اے حسن
 ایک دن تھا یہ ادب اور ایک دن تھا یہ غضب
 اُونٹ پر سر ننگے نہ بٹ اور سناں پر شہ کا سر
 گردشِ نو آسماں سے کیاشش و چش اے دبیر
 ہے دو عالم میں وسیلہ ہم کو بہشت و چار کا



اسلام اے قبر زیبائے حسین
اپنے صاحب سے شفاعت کر مری
عرشِ اعظم فرشِ پا اندام ہے
پھر نہ کہے کو نہ بیڑ کو گئے
زلفوں میں آہستہ کنگھی کرتی تھی
کیا قیامت ہے کہ ہانگھی شمر نے
مر گئے سیدائوں کے سب عزیز
بیٹا اٹھارہ برس کا جب موا
باتو نے زینب سے آہستہ کہا
بولے شہ شیعوں پہ صدقے کرنے کو
شر ہوا ذبح جب کرتا تھا میں
مرتد صغریٰ سے آتی ہے ندا
لاشہ اکبر دکھایا اے فلک
کہتی تھی چہلم کو زینب قبر پر
خسے سے زینب جو نکلی وقتِ ذبح
تنگی میں روح تازہ ہوتی تھی
پیاس پر سب کے گواہی دینے کو
مرگِ اکبر سے اٹھا دل میں یہ درد
ایک دن صغریٰ نے نانی سے کہا ق
دونوں ہاتھوں پر تھی اک منھی سی لاش
اُن پہ بھی لاشے پہ بھی پڑتے تھے تیر
عرض کی میں نے حضور آؤ گے کب ؟
رو کے بولے اتنی بھی فرصت نہیں

نور حق خاکِ شفا جائے حسین
کربلا میں یاد فرمائے حسین
لامکاں سے قصرِ والائے حسین
کربلا میں کس گھڑی آئے حسین
کس قدر زہرا تھی شیدائے حسین
نیزے سے زلفِ کن سائے حسین
اے فلک کس کس کو سمجھائے حسین
گھر میں دل پکڑے ہوئے آئے حسین
میرے اکبر کو نہ کیوں لائے حسین
لاؤ اصغر کو بھی لے جائے حسین
روتا تھا بالیس پہ بابائے حسین
کیوں مدینے والو گھر آئے حسین
خوب پوری کی تمنائے حسین
اب یہ ماں جالی کدھر جائے حسین
کیا کہوں میں کیسے گھبرائے حسین
شکر خالق تھا مسجائے حسین
نہر پر اب تک ہے ستائے حسین
ہائے اکبر کہہ کے چلائے حسین
آج میرے خواب میں آئے حسین
خوں میں ڈوبا تھا سراپائے حسین
چپ کھڑے تھے سر کو نہواڑے حسین
دیکھ کر منہ میرا شرمائے حسین
جو ترے بھائی کو دفنائے حسین

غم نہیں طوفان
اپنی کشتی ہے
محشر کا دبیر
تولائے حسین



وہ ہوگا حشر کو باغِ جناں میں
میں شرمناؤں گی اب خُرد و کلاں میں
عجب ہی شان ہے شہد کے نشان میں
نزاں آئی جب اس کے بوستان میں
کہا ہم کل نہ ہوں گے اس مکاں میں
گیا اصغر جو ہیں باغِ جناں میں
بندھے اہلِ حرم جب رہماں میں
رکھے ہے جو انگوٹھی کودہاں میں
لعین نے تیر جب جوڑا کہاں میں
یہی ہے اک ہمارے خاندان میں
مگر مشغول فریاد و فغاں میں

رہے جو بُجھتی شہ کے فغاں میں
چچا مارے گئے بولی سکینہ
نشانِ مرہٹھی کہتا تھا ہر دم
فغاں زہرا نے کی تب مثلِ بلبل
سکینہ سے شبِ عاشور شہ نے
کہا زہرا نے پی لو آبِ کوثر
سکینہ مر نہ جائے بولے عابد
کہا زہرا نے شاید ہے یہ اکبر
کہا شہ نے خدا حافظ اے اصغر
کہا زہرا نے عابد کو نہ مارو
رہے سیاقِ جینے بعدِ سرود

دبیرِ خستہ کی ہے عرضِ شہ سے
تخنِ سرسبز ہو باغِ جناں میں



سنبل کہاں کہاں ہے گل تر کہاں کہاں
مدفون ہوئے بتوں کے دل بر کہاں کہاں
پھیلی ہے نکبتِ گلِ حیدر کہاں کہاں
ہے رنگِ خونِ کشتہِ خنجر کہاں کہاں
تہا لڑے ہیں فاتحِ حیدر کہاں کہاں
ہے نورِ آفتابِ پیہر کہاں کہاں
تھا ایک مصحفِ سرِ سرود کہاں کہاں
در آئی ذوالفقار دو چکر کہاں کہاں

ہے تلکس گیسوے زرخِ اکبر کہاں کہاں
کونے میں کربا میں بقیعی میں طوس میں
گلزار میں جناں میں فتن میں تار میں
گل میں شفق میں لعل میں خورشیدِ صبح میں
صفین میں جہل میں اُحد میں تبوک میں
خورشید میں فجر میں ستاروں میں برق میں
نور میں شجر میں خزانے میں طشت میں
فرقِ عدو میں سینے میں جوشن میں زین میں

تھے جمع قتلِ شہ کو ستم گر کہاں کہاں
تھا قتلِ شہ کا شیون و محشر کہاں کہاں
ہے اختیارِ حیدر صفدر کہاں کہاں
دردا گئی حسین کی خواہر کہاں کہاں
شہ کو لیے پھرا ہے مقدر کہاں کہاں
حضرت نے ڈھونڈا لاشِ اکبر کہاں کہاں
روئے پدر کو عابدِ مضطر کہاں کہاں
مسلم کا کھینچا لاشِ بے سر کہاں کہاں

بغداد میں عراق میں خیر میں شام میں
یثرب میں یثربا میں یمن میں مدینہ میں
دنیا میں آخرت میں سقر میں بہشت میں
دربار میں خرابے میں جنگل میں شہر میں
بستی میں جنگوں میں ترائی میں کوہ میں
دریا میں قتل گاہ میں نیساں میں چاہ میں
مقتل میں خیمہ گاہ میں زعناں میں راہ میں
کوچوں میں اور دھوپ میں شہروں میں دشت میں

غربت میں گھر میں قبر میں محشر میں اے دبیر
آے مدد کو سانی کوثر کہاں کہاں



جس طرح نخلِ شمع کبھی بارور نہیں
کہتی تھی : بیبیو مجھے دردِ جگر نہیں
بولی سکیئے بھینا ہمارا پدر نہیں
نیا وجہ ہے کہ جسمِ مقدس پہ سر نہیں
اپنے یتیم ہونے کی تم کو خبر نہیں
کہتا تھا آہ فاطمہؑ کا جھجھ کو ڈر نہیں
اے حربہ مگر کوئی حیرا پسر نہیں
بے بُرم یوں جلا کسی مہماں کا گھر نہیں
لے جاؤ اس کو تم مجھے تابِ نظر نہیں
قدرت ہے یہ خدا کی جمالِ بشر نہیں
اے رات کیا جہان میں تیرے سحر نہیں

بُجو اشکِ نخلِ غم میں سلامی شمر نہیں
باتِ لپٹ کے اصغرؑ ناداں کی لاش سے
بیٹی نے ہند کی جو کہا ننگے سر ہو کیوں ؟
بابا سے خواب میں یہ سکیئے نے عرض کی
شہؑ نے کہا فدا کیا امت پہ ہم نے سر
کیا قبر ہے کہ شہؑ کے سینے پہ چڑھ کے شہر
اصغرؑ کو اس نے تیر جو مارا تو بولے شہؑ
جلا تھا جب کہ خیمہ شہؑ کہتے تھے ملک
اصغرؑ کی لاش لائے جو شہؑ بانو نے کہا
کہتے تھے لوگ دیکھ کر اکبرؑ کی شکل کو
صغریٰ شہِ فراق میں گھبرا کے کہتی تھی

گر خوفِ تجھ کو آتشِ دوزخ کا ہے دبیر

داغِ غمِ حسین سے بہتر پسر نہیں



اے مجرئی وہ نور کہاں آفتاب میں
لکھیں فرشتے جس کو بیاضِ ثواب میں
وہ ہیں نہاں صدف میں صدفِ بحرِ آب میں
آنکھیں نہ بند ہوتی تھیں غمِ غری کی خواب میں
اُس روز سے ہوئی ہے یہ خوشبوِ گلاب میں
رونے کا غل ہے قہرِ رسالتِ مآب میں
سجّاد نے کہا یہ پھوپھی کے جواب میں
باقی حساب ہوئے گا روزِ حساب میں
روزِ دہم زمانہ تھا کیا انقلاب میں
لاشے بہائے ان کے جو حادث نے آب میں
اک بچنے میں دوسرا سنِ شباب میں
لذت وہی ہے خیرِ بزاں کی آب میں
جاتا ہوں فوجِ سیلِ رسالتِ مآب میں
حیدر ترے جلو میں ہے زہرا رکاب میں
فرزندہ جس کا فوت ہو سنِ شباب میں
دریا کی موج موج ہے جو بچ و تاب میں
یارو زمانہ اُن پہ تھا کیا انقلاب میں
اب تو پدر کو اپنے نہ پائے گی خواب میں
اول ہے نامِ خُرشید کے حساب میں
جس کے پدر کا وصف ہے اُمّ الکتاب میں
سنبل ہے اس قلق سے سدا بچ و تاب میں
دیکھا جو شاہِ دیں کو سکیۃ نے خواب میں
تارِ شعاع صرف تھے جن کے طاب میں

کر کر یہ آہ بارِ شرر بارِ اے دہر
تا بندہ برق ہو تی ہے اکثرِ سحاب میں

جلوہ ہے جو غبارِ دیو تراب میں
پڑھ مجرئی سلام وہ شہ کے جناب میں
ہیں اشکِ مجرئی سے یہ گوہرِ جناب میں
رہتا تھا آمدِ آمدِ اکبر کا جو خیال
نسبت کسی نے دی ہے عرق سے جو شاہ کی
اہلِ مدینہ بولے کہ بے سر ہوا حسین
نہیب نے پوچھا بھائی کے زخموں کا جو شمار
ہیں اب تو زخمِ صدد پنجہ و یک ہزار
سینہ پہ بیٹھا راکبِ دوشِ نبی کے شمر
آبِ رواں کفن ہو مسلم کے بیٹوں کا
کہتی تھی باتو دونوں مرے لال مر گئے
کہتے تھے شہِ مزا تھا جو زہرا کے شیر کا
خُرجب چلا ادھر سے کہا یا علی مدد
آئی ندا کہ خوف نہ کر اے مرے رفیق
شہ نے کہا کہ روئے وہ اکبر کے واسطے
پیارا گیا جہاں سے یہ کون اے فلک
تھے مالکانِ چادرِ تطہیر بے روا
روتی تھی جب سکیۃ کو سمجھاتا تھا یہ شمر
انجامِ حُر کا دیکھو تو اللہ رے نصیب
نکمرے ہوا وہ مصحفِ ناطقِ ہزار حیف
زلفِ سرِ حسینِ بندگی چوپِ نیزہ سے
یہ کہہ کہ چونک اٹھی ہوئے بیدار میرے بخت
زن میں جلے وہ شہ کے خیامِ فلکِ شکوہ

○

مجرئی گوشت کو وقتِ ذبح غش آیا کیا
 کاٹ کر شے کا گلا دکھلا کے خنجر خوں پھرا
 جس پہ زہرا بوندیاں پڑنے نہ دیتی تھی کبھی
 لی نہ تو نے بھی خبر اے لبرِ رحمت وادریغ
 چشمہ کوڑ لٹائے گا قیامت میں جو آہ
 ہائے وہ سائل ہوا پانی کا فوجِ شام سے
 جب تلک پایا سیکندہ کے نہ مردے نے کفن
 صبر کہتے ہیں اسے سجاد سب کے سامنے
 آلِ احمد کو جو شیریں نے اڑھائیں چادریں
 کشنگانِ کربلا کی جاں نثاری جب سنی
 فاتحہ اس کا نہ دنیا میں ہوا چالیس دن
 قید میں نہیب جو تھی اس کی تسلی کو مدام
 سینہ شیر پر بیٹھا رہا جب تک شقی
 بے کسی مسلم کی ہے رونے کی قابلِ مومنو
 جب فرنگی شاة پر صدقے ہوا تو دیر تک

نعرۃ اللہ اکبر پر وہ فرمایا کیا
 نہیب بے کس کو شمرِ خمس پٹوایا کیا
 اس پر مینہ تیروں کا ابیرِ ظلم برسایا کیا
 فاطمہ کا باغ بے آبی سے مرجھایا کیا
 لشکرِ ظالم اسے پانی سے ترسایا کیا
 جس کے آگے سب زمانہ ہاتھ پھیلا یا کیا
 لاشہ عباس بھی دریا پہ تھرایا کیا
 سر جھکائے ہاتھوں کو رتھی سے بندھوایا کیا
 عابد بیمار کیا غیرت سے شرمایا کیا
 جس کو تھی الفتِ پیمر سے وہ بچھتا یا کیا
 میوہ جس کے واسطے روحِ الامیں لایا کیا
 خواب میں ہر شب علی کا لاڈلا آیا کیا
 سکند قہرِ رسول اللہ تھرایا کیا
 طاروں نے بھی نہ جس کی لاش پر سایا کیا
 شیرِ حق اپنے گلے سے اس کو لپٹایا کیا

پاک کر دے گا وہ تجھ کو معصیت سے اے دیر

جس پر نازل حق نے ہے تطہیر کا آیا کیا

○

گو کہ اے مجرئی وہ تشنہ دہن کتنے ہیں
 بھانجے فوج میں در آئے تو بولے شیر
 سُرخ منہ دیکھ کے قاسم کا کہا مادر نے
 عید کا روز جو آیا تو کہا صغریٰ نے
 پر خوش انصارِ شہنشاہِ زمن کتنے ہیں
 یہ جری نامِ خدا دیکھو بہن کتنے ہیں
 بعد مرنے کے بھی خوشِ ابنِ حسن کتنے ہیں
 آج یاد آتے ہمیں شاةِ زمن کتنے ہیں

کہا زہراؑ نے خزاں ہو گیا اک میرا ہی
 بانو زینب سے یہ زنداں میں بیاں کرتی تھی
 کہا عباسؑ نے مشکیزہ کا حافظ اللہ
 کہا بانوؑ نے خدا خیر کرے اصغرؑ کی
 آیا بشاش بنارن میں تو یوں بولی قضا
 شاہ کہتے تھے بھلا دے گا غم اکبرؑ سب
 آیا فردوس میں جب خرؑ تو کہا زہراؑ نے
 کہا علیؑ نے کہ بابا تو گئے جنت کو
 کہا قاصدؑ نے کہ پہچانی نہیں جاتی شکل
 یوں ملک کہتے تھے ہر زخم پہ ہے شکرِ خدا
 اہل کیں کہتے تھے اللہ دے حواس و جرات
 شاہ کہتے تھے کہ کب عہدہ بر آئی ہوگی
 خرؑ سے مصعبؑ نے کہا عہدہ بر آہوں کیوں کر
 کہا علیؑ نے سرشہ سے زباں دیکھ کے خشک
 وار رو کرتے جو عباسؑ تو کہتا تھا شر
 شاہ کہتے تھے وفادار ہیں کیا یاں کے لوگ
 شہؑ نے زینبؑ سے کہا نام پہ ہوتے ہیں فدا
 لاشِ قاسمؑ سے صدا آئی جو کبریٰؑ آئی
 پڑھ اسی طرح کا تو ایک سلام اور دبیر
 جز ضمیر اور بھلا کون ہے بھلا تو دبیر

دردِ دنیا میں تو سر سبز چمن کتنے ہیں
 مجھ کو یا د آتے میرے غنچہ دہن کتنے ہیں
 مجھ اکیلے پہ یہاں تیر گلن کتنے ہیں
 شہؑ دلگیر پہ اب تیر گلن کتنے ہیں
 آپ خوش مرنے پہ اے ابنِ حسن کتنے ہیں
 گو کہ سینے پہ میرے داغِ کھن کتنے ہیں
 میرے پیارے یہ کہو رنج و محن کتنے ہیں
 اور ہمیں یاں الم و طوقِ درن کتنے ہیں
 بولے شہؑ ہم پہ ہوئے رنج و محن کتنے ہیں
 دیکھو راضی برضا شاہِ زمن کتنے ہیں
 متصل شاہؑ یہ ہفتاد و دو تن کتنے ہیں
 ان کے نزدیک یہ ہفتاد و دو تن کتنے ہیں
 تیغِ زن کتنے ہیں یاں تیر گلن کتنے ہیں
 بابا صاحبِ مرے اب تشہ دہن کتنے ہیں
 یاد کیا جانے انھیں جنگ کے فن کتنے ہیں
 میرے جانے سے حزیں اہلِ وطن کتنے ہیں
 مجھ پہ عاشق ترے فرزند و بہن کتنے ہیں
 اب ملک مجھ کو ترے رنج و بہن کتنے ہیں
 بیٹھے مشتاق یہاں اہلِ خن کتنے ہیں
 ہاں مگر کہنے کو یوں اہلِ خن کتنے ہیں

خرؑ جو آیا تو کہا اس سے علی اکبرؑ نے

تیرے مشتاق شہنشاہِ زمن کتنے ہیں

○

بحرائی وہ گنجینہ ایماں نہیں رکھتا
 بحرائی ہو کچھ مرتب عصیاں نہیں رکھتا
 یہ گریہ کسی شکل سے نقصاں نہیں رکھتا
 دولت کوئی جزِ گنج شہیداں نہیں رکھتا
 کچھ اور ہوں آپ کا مہماں نہیں رکھتا
 حادث ہمیں دو دن بھی ٹو مہماں نہیں رکھتا
 یہ ظلم روا کوئی مسلمان نہیں رکھتا
 لاشے نے کہا ہاتھ میں اتناں نہیں رکھتا
 ہے یہ تو وہ خاتم کہ سلیمان نہیں رکھتا
 شہِ بولے کہ اب دل میں کچھ ارماں نہیں رکھتا
 گردن پہ نخی ایک کا احساں نہیں رکھتا
 دامن نہیں رکھتا میں گریباں نہیں رکھتا
 ہے ہم کو یقین یہ کہ تو ایماں نہیں رکھتا
 یوں بے ادبی سے کوئی قرآن نہیں رکھتا
 اک دن یہ ہے چادرِ سر عریاں نہیں رکھتا
 انسان کے دن ایک سے یزداں نہیں رکھتا
 یوں سوگِ پدر کا کوئی انساں نہیں رکھتا
 گردن پہ مرے خنجر بزاں نہیں رکھتا
 یہ غم مجھے ایسا ہے کہ پایاں نہیں رکھتا
 ساماں کوئی میں بے سرو ساماں نہیں رکھتا
 یہ درد ہے وہ درد کہ درماں نہیں رکھتا
 میں پھول سرِ گورِ غریباں نہیں رکھتا

جودل میں ولایتِ شہِ مرداں نہیں رکھتا
 جو چشمِ غمِ شاہِ میں گریاں نہیں رکھتا
 گر شکل ہی رونے کی بنے خلد ہو واجب
 حضرت نے کہا حرسے کہ بھائی تجھے کیا دوں
 وہ بولا دعا دو کہ رضامند ہوں زہرا
 مسلم کے قسیموں نے کہا کھا کے طمانچے
 سینے پہ نبی زادے کے اسوار ہوا شمر
 زہرا نے کہاں لاش سے مجرا کرو شیر
 اکبر نے کہا رکھ کے انگٹھی کو دہن میں
 جب ذبح ہوئے بھرے میں دو روز کے پیاسے
 صدقے رفقا ہوتے ہیں شہِ دہیتے ہیں جنت
 عابد نے کہا چاک کروں کیا غمِ شہِ میں
 حاکم جو ہنسا رونے پہ نسبت کے وہ بولی
 رکھا ہے سرِ مصحفِ ناطق کو یہ تخت
 اک روز وہ تھا چادرِ تطہیر تھی مجھ پاس
 کیا ہنستا ہے نسبت کی تباہی پہ ستم گر
 گریاں رہے چالیس برس عابدِ بیمار
 نسبت نے کہا شمر سے شہِ کو تو کیا ذبح
 عابد نے کہا دفن کروں باپ کو کیوں کر
 مرقد ہے نہ تابوت ہے نے گور و کفن ہے
 بانو غمِ اکبر میں یہ کہتی تھی تڑپ کر
 عابد نے کہا تخت گر کیا مرے کم ہیں

جنت میں دہیر آپ کی خدمت میں ہو یا شاہ

بس اور تمنا یہ ثنا خواں نہیں رکھتا



اس کا ہر ایک خن گوہر غلطاں ہوگا
مجھ کو حیرت ہے کہ وہ کیسا مسلمان ہوگا
بھائی اک دن شہید بے کس کا یہ مہماں ہوگا
بخدا روح سکینہ پہ یہ احساں ہوگا
اب تو محبوبِ خدا چاک گریباں ہوگا
علی اصغرؑ بھی ترا سلفیہ پیکاں ہوگا
یہیں شیرؑ نہ خنجر بُڑاں ہوگا
بیاد میں مرنے کا نوشادہ کو ارماں ہوگا
یا محمدؐ یہ پسر شادؑ شہیداں ہوگا
کہ مجھے ڈھونڈتا واں اصغرؑ ناداں ہوگا
کون غم خوار ہے جو بیٹھ کے گریاں ہوگا
آج تاراجِ پیہر کا گلستاں ہوگا
یہ نہ سمجھا کہ حق خون کا خواہاں ہوگا
آکے اب شیرؑ خدا تیرا نگہباں ہوگا
اس کا سر بلوہ بازار میں عریاں ہوگا
یعنی یہ صبح مرے لال پہ قرباں ہوگا

عزت و قدر ہماری وہی سمجھے گا دبیر

صدق دل سے جو غلامِ شہید مریداں ہوگا



جو سلامی شہید والا کا ثنا خواں ہوگا
جو نبیؐ زادے کے سینے پہ پڑھاتے کف ہوگا
بولے عباسؑ سے شہ پانی پلاؤ گھر کو
مومنو گر غمِ عباس میں تم روؤ گے
لے کے زینبؑ کی ردا شمرنے فس کر یہ کہا
شاہد کہتے تھے کہ ہے سب کو شہادت کی خوشی
کر بلا میں ہوئے وارد جو پیہر تو کہا
کہتی تھی مادرِ قاسم یہ خبر تھی نہ مجھے
عرش سے آئی عدا جب ہوئے پیدا شیرؑ
باتو کہتی تھی میں ہوں اس لیے مشتاقِ بہشت
کہا مسلم نے میری قبر پہ جو شمع و چراغ
حرِ قل یہ فردوس میں کہتے تھے ملک
ذبح قاسم کو جو بے خوف کیا اعدا نے
شاہد نے لاشہ اصغرؑ کو لٹا کر یہ کہا
جب تولد ہوئی زینبؑ تو علیؑ نے یہ کہا
خُر کی لیتی تھیں بلائیں شبِ عاشور بتول

ہو گیا چاک گریبان کفنِ زہراؑ کا
کہ مجھے بھول گیا رنج و دھن زہراؑ کا
غم تھا مجھ کو ابھی اے چرخ کہن زہراؑ کا
با صاحبِ درا سینے تو خن زہراؑ کا

بھرتی جب ہوا پامال چمن زہراؑ کا
کہا احمدؑ نے کہ شیرؑ پہ وہ ظلم ہوا
کہا زینبؑ نے کہ شیرؑ کا کیوں داغ دیا
جب نبیؐ بولے چلو جلد تو یوں بولی بتول ق

میرا شیر تو ہے یاں میں چلوں واں کیوں کر
کہا کلوٹم سے نہبت نے بوئے ذبح جو شاہ
شاہ فرماتے تھے نہبت سے وہی ہے گفتار
اپنے گر زور یہ الہی پہ آجاتا وہ
روح زہرا بھی کہتی تھی سرِ سرو سے
دیکھ کر خشک زباں تیری ہر اک دم ہر آن
کہا نہبت نے نہ کیوں سم ہو مجھے شربتِ زیست
دھوم تھی شام میں ہاں ببر تماشا آؤ
شہ نے نہبت سے کہا شکر ہی کیجو ہر دم
لاشیں میدان میں لرز جاتی تھیں ان کے غم سے
لاش اکبر پہ بئی آئے تو یوں بولی بتوں
حوضِ کوثر پہ یہی کہتی تھی حیدر سے بتوں

گھر یہی اب تو ہے اور ہے یہ وطن زہرا کا
خُلد میں ہوئے گا کیا حال بہن زہرا کا
تجھ میں واللہ کہ ہے صاف چلن زہرا کا
ہوتا شوہر نہ گرفتارِ دمن زہرا کا
تم بھی کچھ دیکھتے ہو رنج و دمن زہرا کا
حال متغیر ہے اے غنچہ دمن زہرا کا
یعنی فرزند ہو جب تشنہ دمن زہرا کا
کنہہ آتا ہے گرفتارِ دمن زہرا کا
ہاتھ سے دیکھو نہ تم اپنے چلن زہرا کا
رونا جب سنتے تھے ہفتاد دو تن زہرا کا
یہ بڑا پوتا ہے اے شاہِ دمن زہرا کا
کیا کروں پیاسا ہے یہ غنچہ دمن زہرا کا

پلی کے سم گلشنِ جنت کو سدھارا وہ دیر

تھا بڑا سب سے جو فرزندِ حسن زہرا کا



مجرائی گُل دریدہ گریباں چمن میں ہے
وا اس کی چشمِ مجرئی اب تک کفن میں ہے
آرام از برائے مسافرِ وطن میں ہے
زندانِ شام میں ہے کبھی گاہِ رن میں ہے
گُل جیسے تقاضا رسولِ خدا کے چمن میں ہے
زہرا کی روح پیٹ رہی انجمن میں ہے
آبِ حیات شہ اسی چاہِ ذقن میں ہے
بولا کہ آبِ تیر کی لذت دمن میں ہے

فصلِ خزاں جو گلشنِ شاہِ دمن میں ہے
صفریٰ یہ انتظارِ امامِ دمن میں ہے
کہتے تھے شاہ ہم کو عدن میں ملے گا جین
عشقِ حسین والقبِ نہبت سے فاطمہ
پھولوں سے کیوں نہ دامنِ صحرا بھرے تمام
اے مومنو بلند کرو شورِ دشمن کو
اکبر کا دیکھ چاہِ ذقن بول اٹھے عدو
پانی بتول لائی تو اصغر اشارے سے

روشن چراغِ دارغ جگر ہر کفن میں ہے
 سروِ ریاضِ فاطمہ بھی اس چمن میں ہے
 خورشیدِ آسمانِ امامت گہن میں ہے
 جنت میں دردِ شیرِ خدا کے بدن میں ہے
 باقی یہ اک حسینِ فقطِ چہن میں ہے
 کیا کیا نہ آرزو دلِ ابنِ حسن میں ہے
 صحبتِ عجیبِ طرح کی دولہا دلہن میں ہے
 مظلومیتِ حسین کی بالکل دلہن میں ہے
 روزِ ناپہ روزِ ابنِ علی کے بدن میں ہے
 شمعِ حرمِ لم یزنی انجمن میں ہے
 سمجھا یہ شمرِ کچھ دلی شاہِ زمن میں ہے
 شہ نے کہا کہ دھیان ہمارا بہن میں ہے
 یا مرتضیٰ علی مری گردن رسن میں ہے
 رونے کا غلغلہ جو مزارِ حسن میں ہے
 بوئےِ یدائےِ فاطمہ حر کے کفن میں ہے
 خوں جا بجا لگ جو مرے پیرِ امن میں ہے
 انگلی ہر ایکِ دغمن نے رکھی دہن میں ہے
 مثلِ حبابِ کچھ نہیں ان کے بدن میں ہے
 دیکھو کہ آفتابِ لباسِ گہن میں ہے

تو بوں شمعِ اے دیر
 درکارِ خامشی تجھے ہر انجمن میں ہے



کیا احتیاجِ گورِ غریباں پہ شمع کی
 کہتی تھیں گلشنِ شہدائے میں یہ قمریں
 نہ شب یہ بولی شاہِ گھرے جب سپاہ میں
 پامال لاشِ سبطِ نبیؐ جو ہوئی ہے آہ
 مت ذبح کر یہ شمرے کہتے تھے مصطفیٰ
 ارماں بیاہ کا بھی ہے اور شوقِ مرگ آہ
 پروانہ ساں ہے ایک تو اک شمع ساں شوش
 نوشاہ تو حسن کی طرح سے ہے کم سخن
 سبطِ نبیؐ پہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کلمہ گو
 عابد کو دیکھ مجلسِ حاکم میں بولے سب
 دیکھا جو شہ نے مڑ کے سوئے خیمہ وقتِ ذبح
 پوچھا شہ نے دیکھتے ہو کس لیے ادھر؟
 مشکل کشائی کیجیے سچاؤ نے کہا
 صغریٰؑ یہ بولی آئی ہے قاسم پہ کچھ بلا
 رومال جو بتوں کا ہے حلق پر بندھا
 کہتے تھے شہِ سند ہے شہادت کی روزِ حشر
 پریاں نہیں لگی اسی حیرت سے مومنو
 عابد غمِ پدر میں یہاں تک ہوئے ضعیف
 زلفوں کو دیکھ عارضِ اکبرؑ پہ بولے سب

گردِ عوایِ زباں ہے

درکارِ خامشی تجھے

پانیِ اولادِ پیبرؐ کو پلانے نہ دیا
 سر جو جگہ سے میں تھا قاتل نے اٹھانے نہ دیا

وقفِ عباسؑ کو ہجرائی قضا نے نہ دیا
 اس کو ہجرا ہے وطن میں جسے جانے نہ دیا

رنج شیریں کو یہی تھا کہ مجھے اُعدا نے
 کہا زہر آنے کہ رنج اتنا ستم کرنے دیا
 کہا باتوں نے مجھے بے سرو سامانی نے
 شام کہتے تھے ہوا قتل جواں اکبر ہائے ق
 آئی آوازِ نبیؐ دردِ جگر نے پیارے
 بولی زہب کہ میں ماں جائے کا چہلم کرتی
 شہ کو لاشِ حسنِ خستہ کا ملعونوں نے
 مالکِ حشر کیا سروہ کو نین کیا
 رحم اس لشکر بے پیر کو آیا نہ ذرا
 دفن کرتا تھا جو مُردوں کو غریبوں کے سدا
 ہاتھ سجاؤ کے رسی سے لعلیں نے باندھے
 مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں گل ہیں چمن میں خنداں
 ذبح پیا سا کیا اور لاش پہ گھوڑے دوڑائے
 کر بلا دیکھیے کس روز پہنچتے ہیں دہر
 اب تلک تو ہمیں تقدیر نے جانے نہ دیا

○

نجرئی یوں کوئی باندھے نہ گنہ گار کے ہاتھ
 لاشِ اکبر پہ کھڑے سینہ دسر پیٹتے تھے
 ماتم شام شہیداں کی بزرگی دیکھو
 شہ کا سر کاٹا سکینہ کو طمانچہ مارے
 جھکڑی اپنی امامت ہوئی جب ان کو نصیب
 شمر سے کم تھا شتر باں بھی نہ جلا دی میں
 آکے حیدر نے عجب واقعہ دیکھا دن میں
 شہ کا نقشہ قلمِ صنع نے بے سر کھینچا
 شمر نے باندھے تھے جس زور سے بیمار کے ہاتھ
 کون تھا قہام لے جو سپہ ابرار کے ہاتھ
 فاطمہ چومتی ہے آکے عزا دار کے ہاتھ
 ہو گئے خشک نہ کیوں شمر ستم گار کے ہاتھ
 پہلی بیعت یہ لگی عالمِ بیمار کے ہاتھ
 اس نے سر کاٹا اور اس نے شہ ابرار کے ہاتھ
 نہ علم داڑ کے تھے ہاتھ نہ سرداڑ کے ہاتھ
 یہ قدرت نے بنائے نہ علم داڑ کے ہاتھ

عرض کی خُرنے دم نزع کرو کا تھا تمھیں
جا کے جنت میں کہوں گا میں شہِ مرداں سے
شہ نے فرمایا میرے دوست یہ کیا کہتا ہے
کھا کے پریاں بہت آغوش میں تڑپا لیکن
سر کے بالوں سے بھی منہ کو نہ چھپانے پائیں
پدِ قدرت نے جو عباسؑ کی کھینچی تصویر
دستِ عباس علیؑ کاٹ کے بولا نوافل
رو کے کہتی تھی سکینہؑ میں بلائیں لوں گی
بعد اکبرؑ کے تڑپتا تھا جو دل سینے میں
بھوکے پیاسے رہے زنداں میں حرمِ واہ رے صبر
پھر جو باندھا تو انھیں اور بھی کس کر باندھا
نصیٰ سی قبر نہ اصغرؑ کے چھڑکتے پانی
شمر سینے پہ چڑھا جب توب دعا کی خاطر

خوف کہا دشمن بے دیں کا دبیرؔ غم گیس
آبرو تیری ہے ہر دم شہِ ابرار کے ہاتھ

○

مجرائی اس سکینہؑ کے باندھے دن میں ہاتھ
جس کا رہے سلامِ امانؑ زمن میں ہاتھ
اے مجرئی بندھیں جو حرم کے دن میں ہاتھ
صغراؑ نے خط میں شاة کو تاکید یہ لکھی
رونے کی جا ہے شادی کبرئی کا انقلاب
لاریب شش جہت میں وہی سر بلند ہے
کھینچی ازل کے روز جو عباسؑ کی شبیہ
رہتے تھے جس کے گردن شاةِ زمن میں ہاتھ
بہر دُعا بلند کریں شہِ کفن میں ہاتھ
مشکل کشانہ غم سے ملیں کیوں کفن میں ہاتھ
کھانا سفر میں کھانا تو دھونا وطن میں ہاتھ
کنگنے میں شب کو ہاتھ تھا دن کو رن میں ہاتھ
جو سر پہ مارتا ہے غمِ خنجر میں ہاتھ
نقاشِ صنم نے نہ بنائے بدن میں ہاتھ

واصر تا بندھیں گے یہی کل رسن میں ہاتھ
کیوں کر ملیں نہ شیعہ ہر اک انجمن میں ہاتھ
ہرگز قرار سے نہ رہیں گے کفن میں ہاتھ
طوقِ گراں میں میرا گلا ہے رسن میں ہاتھ
کٹواؤ غلامی شاہِ زمن میں ہاتھ
پیدا ہوں شاخِ گل کے عوض ہر چمن میں ہاتھ
سب نوجوان ملتے تھے رو کر وطن میں ہاتھ
اک روز بے گناہ بندھیں گے رسن میں ہاتھ
کس کس کے اے یزید تو دے گا دہن میں ہاتھ
جب تک نہ ہوئے علم سے کچھ بہرہ اے دہر
کوئی نہ ڈالے مرثیہ گوئی کے فن میں ہاتھ

کنگنا بندھا جو ہاتھ میں کبریٰ کے بولی مرگ
بزمِ یزید میں گئے شانہ بندھے حرم
بولی بتوں عرش نہ جب تک ہلاؤں گی
سجاد بولے شکرو دعا کس طرح کروں
کہتے تھے شانہ چوم کے عباس کا علی
پانی سرشکِ صاحبِ ماتم سے دیں اگر
آتی تھی نوجوانی اکبرؑ جو ان کو یاد
عابد کے ہاتھ کی یہ لکیروں میں تھا لکھا
سجاد بولے خلقِ خدا لعن کرتی ہے



پارِ بحر کی جب ہوں تنِ شبیر سے تیر
جا کے مل جانا تھا اے بحرِ جو تیر سے تیر
ہے فزوں ڈالتے میں ذائقہ شیر سے تیر
وا دریا کہ ملا گردن بے شیر سے تیر
میرے لشکر کو ملے لشکرِ بے شیر سے تیر
ہاتھِ اصغرؑ کے لگا خواہشِ تقدیر سے تیر
شاہ کھاتے تھے عجب عزت و توقیر سے تیر
بخدا خوب ہیں ہم کو درو جاگیر سے تیر
نہ گرا خاک پہ کوئی تنِ شبیرؑ سے تیر
کیا نہ آگے تھے میرے لال کی توقیر سے تیر
کہ نکالوں گا میں لاشِ شبہِ دلگیر سے تیر

کیوں نہ پھر آہ کہ گذریں فلکِ پیر سے تیر
چل رہے تھے یہ پہاڑے صفِ بے پیر سے تیر
شبہ سے اصغرؑ نے اشارہ کیا زخمی ہو کر
پتھے مہینے کا تو سن اور جدائی ماں کی
شاہ کہتے تھے ہوئے روزِ ازل جب تقسیم
ہم کو شمشیر ملی نیزہ علی اکبرؑ کو
سینہ نیزوں کی طرف چشم کماں داروں پر
رفقا کہتے تھے دیتے ہیں یہ پیغامِ بہشت
مومنو شوقِ جراحت یہ دل شاہ میں تھا
بولی زہراؑ کہ کیا جسم یہ سارا غریب
بولے عابد کے مرے ہاتھ نہ باندھو یارو

فاطمہ کھینچ رہی ہے تنِ شیر سے تیر
کہ جگہ بیٹھنے کی مانگتا تھا تیر سے تیر
ہوں مقابل نہ مرے آہ کی تاثیر سے تیر
میں مری آہ کے گزرے دلِ زنجیر سے تیر
آگہی رکھتے ہیں کفار کی تقصیر سے تیر
گر نہ برسیں کوئی دم لشکرِ بے پیر سے تیر
خامے کی طرح تراشوں ابھی شمشیر سے تیر

سینہ دشمنِ حیدر کو یہ کرتے ہیں نگار

اسے دبیر اب تو نخل ہو مری تقریر سے تیر



قدم ہیں جتنے نحیف اتنی ہے گراں زنجیر
پڑی تھی پاؤں میں عابد کے کیا گراں زنجیر
بسانِ چشم ہے حلقوں سے خوں فشاں زنجیر
کہاں امام کے وہ پاؤں اور کہاں زنجیر
ہے رسمِ تازہ کہ پہنے ہے سارہاں زنجیر
خوش پاؤں ہمارے ہے درمیاں زنجیر
ہلالِ طوق بنا ہے تو کھکشاں زنجیر
کہاں یہ پاؤں کہاں آبلے کہاں زنجیر
یہاں تو طوق اُلجھتا ہے اور وہاں زنجیر
اشھو اٹھو کہ ہے پہنے یہ ناتواں زنجیر
ہمیں نصیب نے پہنائی بھائی جاں زنجیر
کہا یہ دیکھ کہ نزدیک شامیاں زنجیر
ہر ایک رگ ہے مری بہر استخاں زنجیر

سلام اس پہ جو پہنے ہے ناتواں زنجیر
ہمیشہ کیوں نہ کرے بحرِی فغاں زنجیر
رواں ہے خونِ قدم جو خراشِ آہن سے
فلک نے ربط دیا آہ نور و خلعت کو
بیان کرتے تھے عابد کو دیکھ کر تہِ رو
وہ نالہ کرتے تو زینِ العباد فرماتے
اسیرِ ماتم عابد ہوا ہے چرخِ اسیر
سرِ حسین یہ کہتا تھا حالِ عابد پر
ہزار حیفِ عجب کھٹکٹش میں ہیں عابد
یہ بین لاشِ اکبر پہ کرتے تھے عابد
تمھارے جیسے میں آہن سے تیغ و تیر آئے
نظر پڑا جو نبی سامانِ قیدِ عابد کو
کچھ احتیاجِ سلاسل نہیں نقابت سے

مثال مویں ہوا ساتھ تھی رواں زنجیر
مریض خاک میں کر لیتا تھا نہاں زنجیر
حیا سے خاک تماشا میں عابد نے کی نہاں زنجیر
ہے طوق طعنے غم کرتی ہے نفاں زنجیر
عدو پہ صورت اژدر جو ہو رواں زنجیر
پڑی تھی پاؤں میں کیا تیرے بھائی جاں زنجیر
یہاں رسن تھی یہاں طوق اور یہاں زنجیر
گرائے گی یہ زمیں پر کہاں کہاں زنجیر
ہزار جہف کہ منت کی تھی یہاں زنجیر
برائے صلح پڑی آکے درمیاں زنجیر
حیا سے خاک میں زینب نے کی نہاں زنجیر
پنھا دے مجھ کو تو اے شہر بدگماں زنجیر
عدا قدم سے یہ آتی تھی ہے گراں زنجیر
کہ اس کے قرب سے کہتی تھی الاماں زنجیر

بیادِ عابد بے کس کروں نفاں جو دیر
تو میری آہ مسلسل کا ہو دھواں زنجیر



آفتاب آیا قیامت کا نظر نیزے پر
نہ کہ ہو بارغ نبوت کا شہر نیزے پر
کیا خورشید نے تا شام سفر نیزے پر
جانہ باقی رہی اس سر کو مگر نیزے پر
شمع کی طرح تھی زینب کی نظر نیزے پر
گرہ نیزہ نے بانجھی ہے مگر نیزے پر

بھری جب کہ چڑھا شاہ کا سر نیزے پر
ہے یہ البتہ کہ ہو نصب سر نیزہ پہ پھل
گرم ہنگامہ رہا حشر کا ہر ایک قدم
کیوں فلک وسعت آفاق ہوا اس پہ تنگ
سوئے ماتم سے وہ خود رفتہ تھے پر ساری راہ
دل اکبر جو چھدا نیزے سے تو بیر شکست

دردِ دل پوچھتا کوئی تو سکینہ کہتی
 پوچھتا کوئی پدر کو تو سنینہ کہتی
 جس نے دیکھا سرِ اکبر کو کہا صلِّ علی
 کیوں زمیں خاک پہ احمد کا نواسہ رن میں
 لنگرِ طوق سے گر پڑتے تھے سجاؤ جہاں
 جن کا شانہ تھا سدا ہنجہ دستِ زہرا
 کر بلا سے سرِ شاہِ شہدا کو تا شام
 نیزہ داروں کو تقاضا تھا جو اپنا منظور
 شاخِ گلپر گلِ نوخیز ہے دیکھا اکثر
 راہِ تسلیم کا ہر اک یہ نقیب اور فراز
 تھا سناں پر جو سرِ قدرتِ حق ہو کے قلم
 کیوں نہ پھر عالمِ بالا تہ و بالا ہووے
 زلفِ تھی بستہ چوب اور سرِ انور بہ سناں
 سرِ اقدس جو بڑھا قلعہ کو بولی زنبٹ
 آئی آواز کہ شیریں سے کیا تھا وعدہ
 سرِ سردارِ دو عالم کا نہ پوچھو احوال
 اک روایت میں یہ مضمون ہے رقم ہائے غضب

اماں نالتے پہ ہیں سرِ ننگے پدر نیزے پر
 دیکھو جاتا ہے مرے باپ کا سر نیزے پر
 دیکھو ہے برجِ امات کا قمر نیزے پر
 کیوں فلکِ قاطعہ کا تختِ جگر نیزے پر
 رد کے رہ جاتا تھا شبیر کا سر نیزے پر
 گردِ آلودہ تھے وہ سنبھل تر نیزے پر
 شامِ نیزے پہ ہوئی اور سحرِ نیزے پر
 اک سرِ حضرتِ شبیر تھا ہر نیزے پر
 تھا گلستانِ نبی کا گل تر نیزے پر
 تنِ ادھر، خاک پہ اور سرِ وہ ادھر نیزے پر
 صادق آیا بہ قضا کلکِ قدر نیزے پر
 کہ بدنِ خاک پہ تھا شاہ کا سر نیزے پر
 اک جگہ شام میں تھے شامِ دحر نیزے پر
 صدقے ماں جائی چلے آپ کدھر نیزے پر
 اے بہنِ جانا ہوں اس دوست کے گھر نیزے پر
 بوئے چالیس شب و روز بسر نیزے پر
 جھے مینے رہا زہرا کا قمر نیزے پر

جو کہ ہو شیرِ نستانِ امامت کا دبیر

کیا غضب ہے کہ ہو اس شیر کا سر نیزے پر



جس در کا ہر ایک ذرہ ہے اختر کے برابر
 محبوبِ خدا بیٹھے ہیں منبر کے برابر
 آنسو ہیں تمہارے اسے گوہر کے برابر
 بے رحم ہے تو شر ستم گر کے برابر
 جس کا کہ پر قتل ہو اکبر کے برابر
 نیزے کے برابر کبھی فخر کے برابر
 کوئی نہ لے آلِ عیمر کے برابر
 غش ساقی کوڑ ہوئے کوڑ کے برابر
 طاقت ہے تمہیں حیدرِ صفدر کے برابر
 اکبر کے برابر علی اصغر کے برابر
 چادر ہے یہ قلعہ کی چادر کے برابر
 بے شیر موا کوئی نہ اصغر کے برابر
 پر تھا نہ وہ نہیب کے مقدر کے برابر
 سایہ ہے ترے لطف کا چادر کے برابر
 دس روز محرم کے ہیں محضر کے برابر
 روتی تھیں کھڑی خنیت ستم گر کے برابر
 خواہر کو سمجھتا ہوں میں مادر کے برابر
 منہ پھیر لیا جب گئے کوڑ کے برابر
 قاصد جو چلے تیز کبوتر کے برابر
 اصغر کی رکھی لاش جب اکبر کے برابر
 ہنگامہ تھا ہنگامہ محشر کے برابر

ہو خاک سلامی در سروں کے برابر
 مشتاق ہیں کیا مرتبہ ابنِ علی کے
 مجلس میں بتول آئی ہے دو نذرِ محبوب
 دیتا تھا شرباں کو صدا لاشہِ فہر
 شہِ بولے کیلچے کا مرے درد وہ جانے
 زخموں میں یہ لذت تھی کہ خود جاتے تھے شہر
 سرنگے ہوئے قید ہوئے خاک پہ بیٹھے
 بیاسے جو زباں منہ سے نکالے ہوئے بیٹھے
 شہر سے اعدا نے کہا تیغ نکالو
 شہِ بولے لڑوں کیا کہ تمہیں جانتا ہوں میں
 نہیب نے کہا ہاتھ لگاؤ نہ لعینو
 ہے دودھ کے کوزوں پہ سدا فاتحہ ہوتا
 زہرا کے مقدر میں بھی تھا رنجِ اٹھانا
 مقنعہ کو جو چھنا بولی دہنِ شکر ہے یارب
 مظلومی شہر پہ دیتے ہیں گواہی
 کیا قبر ہے سیدائیاں سب ہاتھ کو باندھے
 قاتل سے کہا شہ نے کہ سرنگے نہ بچو
 تھی یاد سکینہ کی جو پیاس ان کو تو شہ نے
 کبھی تھی یہ صغرا کہ میں خطا شاہ کو بھیجوں
 شہِ آپ ہی رونے لگے مظلومی پہ اپنی
 سرشہ کا ستم کرنے جو نیزے پہ چڑھایا

فیاض نہیں ہے کوئی داور کے برابر
 یہ صاحبِ محفل ہو سکندر کے برابر
 اس غم کا ہر اک نکتہ ہے دفتر کے برابر
 دکھ کس پہ پڑا عابدِ مضطر کے برابر
 مظلوم نہ ہوگا کوئی سروڑ کے برابر
 ہے خاک ہمیں پھولوں کے بستر کے برابر
 ق یا قوت ہیں لبِ دانت ہیں گوہر کے برابر
 یہ دانت ہیں دمانِ پیہر کے برابر
 گھر کس کا لٹا غافلہ کے گھر کے برابر
 شیریں تو ہے لیکن نہیں کوڑ کے برابر
 جاتی تھی نہ وہ ہند کی دختر کے برابر

جبریل پکاریں گے کہ ہاں موند لو آنکھیں

آویں گی جو زہرا صفتِ محشر کے برابر

○

بہت الحرم ہے بیتِ ہمارے سلام کی
 مسند تو اب جلاؤ نہ خیر الانام کی
 ق بلتی ہے شکلِ نہیبِ عالی مقام کی
 خواہر ہے وہ حسین علیہ السلام کی
 لائی ہے قید کر کے مجھے فوجِ شام کی
 شبیر پر خدا نے سخاوت تمام کی
 عابد نے یوں مساقبتِ منزل تمام کی
 اور شہ نے رات طاعتِ حق میں تمام کی

کر شوق سے تو عرضِ دبیر جگر انگار
 یا بارِ خدا دولت و اقبال و چشم میں
 تا چند کروں شرحِ دبیر جگر انگار
 پاؤں پہ دمِ راہ کا چلنا غمِ زماں
 پیاسے رہے مارے گئے لاشہ ہوا پامال
 شہ کہتے تھے معبود کی گر اس میں خوشی ہے
 ظالم نے کہا کھول کے لبِ شہ کے چھڑی سے
 زہرا کی صدا آئی، چھڑی سے نہ انہیں کھول
 چادر بھی نہ چھوڑی کہ حرمِ منہ کو بچھپاتے
 کوڑ کا پیا پانی تو کہنے لگے شہر
 گرتا جو سکینہ کا پٹھا تھا تو حیا سے

تعریف کی ہے نظمِ رواقِ اہم کی
 فتنہ نے فوج سے کہا گھر تو جلا چکے
 نہیب سے ہند بولی کہ صورت سے آپ کی
 ق نہیب پکاری اُن سے نہ تشبیہ دے مجھے
 اور میں تو بیٹھی خانہِ زماں میں روتی ہوں
 دعوت میں حر کو کوڑ بخت عطا کیا
 تن میں بخار پاؤں میں بیزی گلے میں طوق
 کی تیغ تیز شمر لعلیں نے تمام شب

بانو یہ قبر پر علی اصغرؑ کے کہتی تھی
 پہلو میں نیزہ سجدے میں سر اور گلے پہ تیغ
 افسوس شمر سینے پہ اُس کے ہوا سوار
 جوں صبح رنگ ہو گیا نق اہل بیت کا
 کیوں چرخ کشتے اہل ستم کے تو ہوئیں دفن
 خُرو کو گلے لگا کے یہ کہتے تھے شاہِ دیں ق
 پانی بھی ان ساقی کوڑ پہ بند ہے
 آئی ندائے حق کہ نہ شرماؤ اے حسینؑ
 حضرت سے خُرنے عرض کی مولا بتائیے
 فرمایا شہ نے شاد ہواے خُرخوشا نصیب
 حضرت سے خُرنے عرض کی ہاتھوں کو جوڑ کر
 فرمایا شہ نے کبھی خطا؟ اور گناہ کیا؟
 نہ سب کو دیکھ دیکھ کے کہتے تھے اہل شام

مقبول کی یہ نظم شہ دیں نے اے دیر
 شہرت ہوئی اسی سے ہمارے کلام کی



نکلے اے بُجری زہراؑ کا چمن ہوتا ہے
 بیاہ کا جوڑا چمن کر یہ کہا قاسم نے
 کہا حوروں نے کہ یا ساقی کوڑ قریاد
 پہنا جب خلعتِ شادی تو قضا نے یہ کہا
 کہتی تھی قومِ اسد ہے یہ خدا کی قدرت
 جس نے کی عاصیوں کی عقدہ کشائی افسوس
 کہا صغرؑ نے کہ پردہ کی مرے پیاسے ہیں
 بعدِ مسلم جو چلے شاہ تو مسلم نے کہا
 مثل گل چاک پیسیر کا کفن ہوتا ہے
 سچ ہے یہ سُرخ شہیدوں کا کفن ہوتا ہے
 ذبحِ فرزند ترا رحمہ دہن ہوتا ہے
 اب کوئی دم میں یہ رنڈ سالادہن ہوتا ہے
 بے کفن دفنِ شہنشاہِ زن ہوتا ہے
 اُس کا فرزند گرفتار رسن ہوتا ہے
 دم بدم خشک یہاں میرا دہن ہوتا ہے
 رفتہ رفتہ یونہی دیران وطن ہوتا ہے

بیاہ قاسم کا اب اے بھائی حسن ہوتا ہے
 شہ نے فرمایا میرا کوچ بسن ہوتا ہے
 ترکیں تیغ کے پانی سے دہن ہوتا ہے
 کنبہ زہرا کا گرفتار سن ہوتا ہے
 کہ عیاں فاطمہ کا تم سے چلن ہوتا ہے
 دم بدم دل پہ فزوں رنج و سخن ہوتا ہے
 حال ایسا ہی تیسوں کا بہن ہوتا ہے
 جس پہ ہوتی ہے عنایات شہ دیں کی دیر
 اُس کا مقبول دو عالم میں سخن ہوتا ہے

روکے زینب نے کہا باندھے سہرا آکر
 پوچھا زینب نے کہ کیوں طبل بجاتے ہیں عدد
 ذبح کے بعد زباں نکلی ہوئی تھی شہ کی
 کہا فطہ نے کہ فریاد الہی فریاد
 کہا یہ ہند نے زینب سے بتاؤ مجھے نام
 دختر ہند سے رو کر یہ سکینہ نے کہا ق
 میرا گرتہ جو پھٹا ہے نہ سمجھ مجھ کو حقیر
 جس پہ ہوتی ہے عنایات شہ دیں کی دیر
 اُس کا مقبول دو عالم میں سخن ہوتا ہے

○

تیر مڑگاں کو بھی جنبش نہ ہوئی تیروں سے
 کوئی پائے نہ مرقع کی بھی تصویروں سے
 خوف زینب کو رہا خواب کی تعبیروں سے
 چادریں لے لو کوئی شاد کی ہمشیروں سے
 پانی ملنے کا نہیں آپ کی تقریروں سے
 کیا کریں کام پڑا ہم کو تو بے پیروں سے
 مجھ کو حیرت ہے کہ تم پھر گئے تحریروں سے
 اس طرح کس کی شہادت ہوئی تکبیروں سے
 سیکڑوں رنج سے اور لاکھوں ہی تدبیروں سے
 سلسلہ صبر کا جانا نہیں زنجیروں سے
 دم بدم آیہ قرآن کی توقیروں سے
 ہم کو منصب ہے بلا خلد کی جاگیروں سے
 یہ مشک ہے فلک آہوں کی تاثیروں سے

اُس کو مجرا نہ جسے خوف تھا شمشیروں سے
 شہ کے لشکر پہ وہ حیرت تھی کہ دیسی حیرت
 شاد نے خواب جو دیکھا کئی تعبیریں کہیں
 کیا ہی عابد کو ہوا غم جو نبی اعدا نے کہا
 شاد کرتے جو طلب آب تو اعدا کہتے
 جب کہ پانی نہ ملا شہ نے حرم سے یہ کہا
 لیل کوفہ سے کہا شہ نے کہ نامے بھیجے
 ذبح کے قوت ادا شہ سے تھی ہر دم تکبیر
 حیف وہ قتل ہوا جس کو علی نے پالا
 بولے عابد مجھے کیوں قید ہیں کرتے اعدا؟
 سر برہنہ تھے حرم کہتے تھے سایہ ہے ہمیں
 کہتے تھے شہ کے موالی کہ لٹا گھر تو لٹا
 گنج اختر یہ نہیں مہر نہیں ماہ نہیں

خدمتِ گنج شہیداں جسے ملتی ہے دیر
 خاک اُس در کی ہے کافی اُسے اکسیروں سے

○

چشمِ سباز کو کیوں اٹک فشانی نہ ملے
ہائے وہ قتل ہو اور بوند بھی پانی نہ ملے
خاک میں پر علی اکبر کی جوانی نہ ملے
اُس کے مرتد پہ چھڑ کئے کو بھی پانی نہ ملے
ایسے پھڑے کے مرے یوسف ثانی نہ ملے
لیکن اس شہر میں لوگو مرے جانی نہ ملے
بے کسی میں کوئی شیر کا ثانی نہ ملے
اس فسانہ سے کسی کی بھی کہانی نہ ملے
یعنی اس نہر کا حبائش کو پانی نہ ملے
زندہ شیر سے شیر کا جانی نہ ملے
بیاہ کی شب جسے پوشاک شہانی نہ ملے
چین تجھ کو بھی اسے ظلم کے بانی نہ ملے
قاصدِ خستہ کو پیغامِ زبانی نہ ملے
خاک میں گل کی مرے غنچہ دہانی نہ ملے
شاہ کو کون سے امداد نہانی نہ ملے
غم نہیں ہم کو جو پوشاک شہانی نہ ملے

مجھ کو ہر لحظہ تانف یہی رہتا ہے دبیر

ہم تو پانی پیسے شیر کو پانی نہ ملے

○

نُجْرَئی مالکِ کوثر کو جو پانی نہ ملے
جس کا اے نُجْرَئی کونین میں ثانی نہ ملے
شاہ کہتے تھے جو ہونی ہو وہ مجھ پر ہوئے
کیا قیامت ہے جو ہو ساقی کوثر کا پیر
قید خانے میں یہ تھا بیوہِ مسلم کا بیاں
سرِ مسلم درِ کوفہ میں ملا برجھی پر
گر کرے تابہ قیامت فلکِ پیر تلاش
قصہ سیدِ مظلوم ہے کتنا پر درد
کلکِ قدرت نے یہ تھا موجوں کی سطروں میں لکھا
کیوں فلکِ یوسف و یعقوب تو پھر اک جاہوں
کیوں نہ محتاجِ کفن ہوئے وہ بے کس نوشاہ
شمر سے کہتی تھی زینب ہمیں سرنگے کیا
پڑھتے ہی غرضی صغرئی کو ہوئے قتلِ حسین
شہ نے اعدا ہے کہا پانی دو گر استر کو
دارغِ اولاد و غمِ تفتگی و گرسنگی
ماں سے قائم نے کہا خوں میں رنگیں پوشاک

قتلِ شیر کی اے نُجْرَئی تیاری ہے
صبحِ عاشوریہ زینب سے کہا سروڑ نے
پوچھا زہرا نے کہ کیوں حُلد میں گھبرائے ہو
کہا عابد نے کہ جس دن سے ہوئے قتلِ حسین

دیدہ فاطمہ زہرا سے لبو جاری ہے
آج کا دن ترے بھائی پہ بہت بھاری ہے
شہ نے فرمایا کہ زنداں میں مری پیاری ہے
نہ دوا ہے نہ تسلی ہے نہ دل داری ہے

کیا لب خشک دکھانا بھی گزاری ہے
تم بھی پیارے ہو اور اُمت بھی مجھے پیاری ہے
گور میں سوؤں گا اب جھولے سے بے زاری ہے
ہائے کیا فاطمہ کی بیٹیوں پر خواری ہے
خود بہ خود آج مجھے قبر میں بے داری ہے
برچھی اکبر کے کلیجے پہ لگی کاری ہے
جھکو دنیا میں عجب طرح کی بیماری ہے
روکے شہ نے کہا وہ فاطمہ بے چاری ہے

حشر کا مجھکو نہیں غم کہ دبیر اُس دن کی

ہر احمد مختار کی مختاری ہے



ہوئی تھی گوہر نایاب ان کو بوند پانی کی
بجائے صاد زخم تیغ کی رُخ پر نشانی کی
شہ بے کس نے خر کی خلد میں کیا مہمانی کی
نہ تھی نوشاہ کو حاجت لباسِ وعفرانی کی
جدا بابا سے ہو کر ہائے تم نے زندگانی کی
نہ بابا جان آئے نے اجل نے مہربانی کی
اُسے افسوس دی اُندانے خدمت سار بانی کی
اکلتی ہے ہمارے بھی گلے میں بوند پانی کی
تو آکر روح زہرا نے سحر تک پاسہانی کی
نہ دیکھی حیف اکبر نے بہار اپنی جوانی کی
قسم اے سبطِ پیغمبر تمہیں میری جوانی کی
بدن میں بعد مرنے کے کفن نے بھی گرانی کی
تن لاغر سے باقی ہے رفاقت ناتوانی کی

سلامی شاہ پر ہمدت تھی یہ نقشہ دہانی کی
پسند آیا قضا کو جو جواں فوج حسینی کا
پائے ساغر کوثر کھلائے میوہِ بخت
بوانجا خود بخود شادی کے غم سے رنگِ زرد اس کا
غمِ طولِ فراقِ شاہ میں کہتی تھی یہ صغریٰ ق
شبِ ہجر اس تڑپ کر ہم نے کائی داسے حرومی
قطارِ ادمنوں کی دی راہِ خدا میں جس کے دادانے
کہا اہل وطن نے فاطمہ کا لال پیاسا ہے
مقید جب کیا زنداں میں ناموسِ پیہرِ گو
جوانانِ نبی ہاشم بھی کہتے تھے رو رو کر
علی اکبر یہ کہتا تھا مجھے مرنے کو جانے دو
غمِ شہ میں ہوئے یوں رفتہ رفتہ ناتواں علیہ
کہا سجاد نے صبر و قرار و تدبیر نے چھوڑا

غبارِ مرقہِ صغریٰ وہاں قربان ہوتا ہے لحد ہے جس جگہ پر قاصدِ زہرا کے جانی کی
دہیر خستہ یہ وہ یزم ہے یاں آکے زہرا نے
نغاں کی بال کھولے سر کو پیٹا نوحہ خوانی کی



سلامی اورج فلک پہ نہیں یہ تارے ہیں
عطش سے غش میں سلامی علی کے پیارے ہیں
سلامی اشک جو درِ نجف ہمارے ہیں
غمِ حسین سے روشن عمل ہمارے ہیں
سمیل آپ کی رکھنے سے ہے یہی ثابت
عمامہ شہ نے جو پھینکا تو بولی یوں زینب
زمیں پہ ڈڑے نہ کیوں تڑپیں صورتِ اختر
فلک پہ کیوں نہ کرے فخرِ کربلا کی زمیں
انگوٹھا دیکھ کے ہونٹوں پہ لاشِ اصغر کا
کنارہ شہ کی حرمت میں کہتے تھے اکبر
نبیؐ نے لاشِ شیر سے کہا پیارے
پکاری لاش مقامِ حیا ہے اے نانا
حسینؑ آئیں گے جب حشر میں کہیں گے ملک
حسینؑ کہتے تھے اکبرؑ نہ جاؤ مرنے کو
بدن سے کاٹ کے منھی سی گردنِ اصغر
عزیز رکھتا ہے رب عزیز شہ کو عزیز
کہا رفتوں سے شہ نے دکھا کے اعدا کو
یہ ظلم کرتے ہیں ہم چاہتے ہیں ان کی نجات
حرم یہ کہتے تھے چادرِ اڑھاؤ یا حیدر

ہماری آہِ شرر بار کے شرارے ہیں
جو آنکھ کھلتی ہے تو پانی کے اشارے ہیں
تو مول لینے کو شاؤءِ نجف کے پیارے ہیں
فلک ہے سینہ تو داغِ عزا ستارے ہیں
حسینؑ نقشہ دہنِ خلق سے سدھارے ہیں
کہ رن سے کیا علی اکبرؑ تمہیں پکارے ہیں
کہ زہرِ خاک ید اللہ کے ستارے ہیں
کہ اس میں بھی اسد اللہ کے ستارے ہیں
پکاری بانو ابھی پانی کے اشارے ہیں
شتاب آؤ کہ ہم گور کے کنارے ہیں
تیرے کلیجے پہ یہ تیر کس نے مارے ہیں؟
میں کس کا نام لوں سب کلمہ گو تمہارے ہیں
اسی نے کام گناہ گاروں کے سنوارے ہیں
تمہارے جینے سے ہم کو بڑے سہارے ہیں
شلو کے گرتے بھی بے رحموں نے اتارے ہیں
خدا کے پیارے ہیں یہ مصطفیٰؐ کے پیارے ہیں
ہم ان کے دوست ہیں گو یہ عدا ہمارے ہیں
ہم اُن کو پیارے نہیں اور ہمیں یہ پیارے ہیں
کہ اب کھلے ہوئے بلوے میں سر ہمارے ہیں

نسیم صبح سے صغریٰ یہ پوچھتی تھی مدام بتا مجھے گل زہرا کدھر سدھارے ہیں
کیا جو شاہ نے حملہ پکاری روح رسول
حسین جانے دو یہ کلمہ کو ہمارے ہیں

○

مجرئی ہستے رہے شہ اور غم دیکھا کیے
اے فلک بحرے میں جن کے تجھ کو غم دیکھا کیے
کج روی کی ہائے اس سے لشکر کفار نے
بارہا عابد نے راتوں کو فلک پہ کی نگاہ
اشتیاق چشمہ کوثر میں شاہ تشہ لب
مرگیا اصغر تو اک بچگی میں لیکن دیر تک
اس کے لاشے کو کیا اہل ستم نے پائمال
جب تک جیتے رہے شبیر یہ انوس تھا
کہتے تھے سجاد ہو کر نامہ مشکل کشا
شہ کے سر کو دیکھ کر نیزے پہ کہتے تھے حرم
مثل خورشید قیامت آج ہے نیزے پہ ٹو
گہ نظر حراب خنجر پر کبھی سوے خیام

شب خیال روضہ سروں رہا تھا اب دیر

خواب میں ہم سیر گلزار ارم دیکھا کیے

○

اکیسویں شب آئی ہے ماہ صیام کی
دنیا سے کوچ آج وحی نبی کا ہے
مولود کعبہ ہوئے گا زخمی سو پہلے سے
روزے میں آب تیغ پیا اور کھایا زخم
نوحہ ہے یہ حسن کا کہ فریاد یا خدا
بکھیتی ہے شیخ تربت خیر الانام کی
شعیوں سے ہے دواع شہ خاص و عام کی
حق نے سیاہ پوش جن بیت الحرام کی
لذت علی سے پوچھو اس آب و طعام کی
زیست دہائی دیتی ہے خیر الانام کی

تقصیر کیا ہے حلقہ بیت الحرام کی
رحلت ہے آج شافع روز قیام کی
کانپی لحدِ شبیرِ عالی مقام کی
تقصیر تو بتائیے آقا غلام کی
جس پر خدا نے اپنی عبادت تمام کی
کی قدر کلمہ گو نے یہ ماہِ صیام کی
عالم کی وہ جنا یہ مروتِ امام کی
طاقت نہ تھی زبانِ خدا میں کلام کی
دیکھی نہ چشمِ زخم نے شکلِ التیام کی
دیکھو نمازِ امام علیہ السلام کی

نکلا جنازہ گھر سے جو شیرِ الہ کا
فریادِ عرش پر گئی ہر خاص و عام کی

○

ہر گھلِ باغِ امامت موت کے دامن میں ہے
مثلِ رضواں وہ ہمیشہ خلد کے گلشن میں ہے
معدنِ درہائے شبنم اشکوں سے دامن میں ہے
بے بہا لعلِ بدخشاں مگر کی دامن میں ہے
پہلی منزلِ خلد کی اے مگر کی مدفن میں ہے
کس طرح جاؤں مسیحا میرا تہارن میں ہے
آج یہ طوقِ گراں تصویر کی گردن میں ہے
یا تختی نورِ حق کی وادیِ ایمن میں ہے
ق بولے اعدا غرقِ اکبرِ قزمِ آہن میں ہے
واہ کیا کیا زیورِ جنگ اس جواں کے تن میں ہے
کب اثرِ ایسا دعاے اطہر سوسن میں ہے

مجرئی گلچیں قضا شیر کے گلشن میں ہے
مجرئی جو بختیق کے سایہ دامن میں ہے
دلِ عنادل کی طرح اے مگر کی شیون میں ہے
لختِ دل سے چشمِ تریا قوت کی معدن میں ہے
کیا مقام و کوچِ شہ کے قافلے کو رن میں ہے
مجرئی کہتے تھے عابدِ تپ سے لرزہ تن میں ہے
قیدِ عابد سے سلائی دلِ مراشیون میں ہے
جلوہِ ماہِ نبی ہاشمِ سلائی رن میں ہے
اسلحہ ج کر گئے رن میں جو ہم شکلِ نبی
بکتر و چار آئینہ خود و ذرہ تیغ و سپر
گلشنِ قدرت کی ہے برگِ گلِ سوسن سپر

ایک جوشن ہے کیر اور ایک صغیر آفاق میں
 ہے یہ آغوش کماں معمور نورِ دوش سے
 قامتِ پُر نور کی ہے تابِ رشکِ آفتاب
 حال و استقبال ہو جاتے ہیں ماضی ہر قدم
 میں فداے آبروے تشنگانِ کربلا
 قبرِ اصغر سے کہا بانو نے راحت دیجو
 دیکھ کر خر کو سپاہِ شام میں بولے حسین
 یک بیک گہنے کا لٹنا دفعتاً داغِ پدر
 تادمِ محشر شہادت کی گواہی کے لیے
 قبرِ زہرا سے ہوئے رخصت جوشہ آئی ندا
 پوچھتی تھی فاطمہ صغریٰ نسیم صبح سے
 حالِ صغریٰ دیکھ کر ہمایاں کہتی تھیں آہ
 ضعف سے جنبش نہیں مطلق تنِ لاغر کو اب
 شہ کے سر سے بولے علیہ اے مسیحا انبیاء
 چشمِ زخمِ شاہ نے دیکھی نہ جو بچہ کی شکل
 کوچہ زخمِ تنِ شہ میں نہ کی بچہ نے راہ
 نگِ چشمی سے نہ روئے حالِ شہ پر ابلِ شام
 شام کو بانو چلی قتل سے تو رو کر کہا
 بسکہ ہے وقتِ ظہورِ مہدی ہادی کا شوق
 بولے شہِ نغیر میں شیرِ فاطمہ کا ہے مزا

شہرہ ہے تیری زبانِ دُرِ فشاں کا اے دیر
 لعل پوشیدہ و نورِ شرم سے معدن میں ہے

پر خواص جوشین اکبر کے اک جوشن میں ہے
 زورِ توس کو تجلی کھکشاں کی دن میں ہے
 سایہ اس کے قد کا طوبیٰ خلد کے گلشن میں ہے
 اہلِ ایام حیراں سرعتِ توسن میں ہے
 مثلِ کوثر حکم جاری خلد کے گلشن میں ہے
 سونے والا میرے دامن کا ترے دامن میں ہے
 اک محبتِ منتہی اس لشکرِ دشمن میں ہے
 کیا سکینہ پر ہجومِ درد و غم بچپن میں ہے
 سرخیِ خونِ شہیداں دشت کے دامن میں ہے
 روحِ تیرے ساتھ ہے قالبِ مرادفن میں ہے
 نونہالِ احمدِ مختار کس گلشن میں ہے
 چشمِ صرفِ اشک ہے دلِ نالہ و شیون میں ہے
 ہے کفن میں مردہ یا صغریٰ یہ پیراہن میں ہے
 پاؤں میں زنجیر ہے طوقِ ورنِ گردن میں ہے
 شرم سے پٹلی نہیں اب دیدہ سوزن میں ہے
 آمد و شدِ رشتے کی کیوں خانہ سوزن میں ہے
 واقعی اشکوں کی جاکب دیدہ سوزن میں ہے
 اے شہید و ہوشیار اصغر بھی میرا رن میں ہے
 مہر سے چشمِ مسیحا چرخ کے روزن میں ہے
 دامنِ مادر کی صورتِ قبر کے دامن میں ہے



گر مرقع میں شہیدِ ذمی شاں نکلے
 بُجری صبح نہ کیوں چاک گریباں نکلے
 کر بلا میں یہ لٹے دولتِ زہرا و علی
 لائے لاش ایک کی اور ایک کی رخصت کو گئے
 ایک خُر ایک پسر ایک غلام اک بھائی
 حشر میں بخش کے اُست کو کبے گا یہ خدا
 نا اُمیدی بہ جلو حسرت و حرماں بہ رکاب
 رتبہ ہائے شہِ مظلوم کو اور قرآن کو
 پر یہ ہے فرق کہ قرآن کے سی پاروں سے
 سحر عقد یہ کرتی تھی شکایتِ کبریٰ
 شب کو پوشاکِ عروسی تھی اور اب رندِ سالا
 رات جو بیابا کے سامان نظر آئے تھے
 ہندِ نہیب سے یہ بولی کہ تمہارے ہوتے
 دفقائے شہِ دیں کو نہ ملا غسل و کفن
 کہا زہب نے نہیں کہنے کے قابل یہ حال
 کر بلا آئے تو پیاسے رہے پیاروں پہ چھٹے
 کیا شہیدوں کو کفن دے وہ غریب و محتاج
 شاہ کہتے تھے پُر ارمان تھے اور پیاسے تھے
 شاہ کو شوقِ شہادت کے جو تھے طفلی سے
 شاہ کے سینے سے زہب نے کیے تیر جدا
 رعشہ ہے شاہ کے ہاتھوں کو تڑپتا ہے صغیر
 پہلے مئے کے لیے تبرِ سکینہ پہ گئے

شافعِ حشر نے کھینچا قلمِ عفوِ دبیر
 حشر میں جب کہ مرے دفترِ عصیاں نکلے



اے بُجریٰ اس بحر میں وہ شعر سنا گرم
 اے بُجریٰ اشک آتے ہیں ہنگامِ بکا گرم
 اے بُجریٰ بس ہوتا ہے بازارِ قضا گرم
 اے بُجریٰ تپ سے تن سجاؤ تھا یوں گرم
 لکھ بُجریٰ وہ شعرِ سلام شہدا گرم
 اے اہلِ عزا فاطمہؑ یاں ہوئے گی موجود
 ہنگامِ تمازت ہوا گر بزم میں آئے
 تفسیدِ زمیں پر رہی لاش اس کی چہل روز
 اکبرؑ نے زبانِ شہِ دیں لے کے دہن میں
 عابدؑ سے کوئی پوچھتا پیاسے ہو؟ تو کہتے
 چادر نہ میسر ہوئی لاشِ شہدا کو
 کبریا کا جلا دل تو یہ بولی بحرِ عقد
 ہر ایک قدم کہتے تھے یہ آبلہ اشک
 شہِ نے کہا اے شعر اتر سینے سے میرے
 گل ہائے ریاضِ نبویؐ زن میں پڑے تھے
 لاشِ علی اکبرؑ پہ حسینؑ آئے تو کس وقت
 عابدؑ نے کہا پڑ گئے پاؤں میں پھپھو لے
 یہ سوزِ غمِ شاہؑ تھا صرفاً کے جگر میں
 عابدؑ نے کہا سوزِ غمِ سیٹِ نبیؐ سے
 صرفاً کو تھا یہ خوف کہ جل جائے نہ مکتوب
 اکبرؑ نے کہا نزع میں ہاتھ اپنا رکھو تم
 یہ پیاس کی حدت تھی گلوئے شہِ دیں میں
 یہ دھوپ سبکی فاطمہؑ کے لال نے زن میں

جو مطلعِ خورشید سے مطلع ہو ہوا گرم
 ٹھنڈی ہے تیری آہ پہ تاثیر ہے کیا گرم
 سردیے پہ جوں شمع تھے شہِ کے رفا گرم
 پاؤں میں بھی جو آہن زنجیر ہوا گرم
 جو شمع سے ہر مصرعِ موزوں ہو ہوا گرم
 ٹوکر نے بھی پائے گی نہ اس بزم میں جا گرم
 تو رُو کے کرو بزمِ عزائے شہدا گرم
 زہراؑ جسے لگنے نہیں دیتی تھی ہوا گرم
 کی عرضِ زباں آپ کی کیا گرم ہے کیا گرم
 پانی سے ہم آگاہ نہیں سرد ہے یا گرم
 ہاں دھوپ کی گردوں نے اڑھائی ہے روا گرم
 دیکھو مرے حق میں ہوئی تاثیرِ جنا گرم
 ہے خاکِ بیاباں کی بہ زہرِ کفِ پا گرم
 ہے اب خبرِ امید محبوبؑ خدا گرم
 دو پہر تھی لو چلتی تھی آتش سے ہوا گرم
 جب عضوِ بدن سرد تھی سینہ تھا ذرا گرم
 ہے دھوپ سے یہ خاکِ بیاباں بکا گرم
 جو خلق سے ہوتی تھی اترتے ہی ہوا گرم
 دل گرم ہے تن گرم ہے سینہ ہے مرا گرم
 مضمونِ سبِ فرقت کا نامے میں لکھا گرم
 اے سیٹِ نبیؐ پیاس سے سینہ ہے ترا گرم
 جو ذبحِ دمِ خنجرِ بیداد ہوا گرم
 جو تن پہ زہر ہو گئی بالائے قبا گرم

عنائیں کے لاشے کو ترائی میں یہ غم تھا افسوس کہ ہے مختل شاہِ شہدا گرم
تقریفِ دیر اپنی ہے مصراعِ خلیق اب ٹھنڈی تھی زمیں گو کہ یہ جیتیں ہوئیں کیا گرم
واں بہرِ شفاعت جو دیر آئے گی زہرا خورشیدِ قیامت نہ رہے گا بخدا گرم



بحرئی انصار کم تھے شاہِ والا کی طرف اور لاکھوں اشقیا تھے حجِ اعدا کی طرف
فوج نے روکا جو رخ کو اس طرح کہنے لگا نار سے اب عزم ہے فردوسِ علی کی طرف
کوئی مانع ہو نہ میرا جانے دو جانا ہوں میں اپنے سردار اپنے مولّا اپنے آقا کی طرف
قل جب سرد ہوئے رن میں تو پھر وحش و طور آشیانوں سے گئے اڑ اڑ کے صحرا کی طرف
اس طرح اہل حرم سے کرتی تھی نہ شبِ بیاں بھائی صاحب دیکھتے ہیں اپنے شیدا کی طرف
رو چکی جب لاشِ شہ پر فاطمہ تو بولی اب پیٹنے عباس کو جاؤں گی دریا کی طرف
جب کہا صغرا نے شہ سے آئیو جلدی یہاں دیکھ کر رونے لگے شہِ شکیل صغرا کی طرف
جو رلاتے اور روتے ہیں غمِ شہ میں دیر حشر میں جائیں گے وہ فردوسِ اعلیٰ کی طرف



بحرئی دامن میں لی جب کربلا کے بن کی خاک گر گئی نظروں سے اپنے وادیِ احسن کی خاک
اے سلامی میں نہ لوں فردوس کے گلشن کی خاک ایک ڈڑہ گر ملے شہید کے مدفن کی خاک
خاک اس کے منہ میں جو اس کو کبے گلشن کی خاک نور ہے اے بحرئی شہید کے مدفن کی خاک
بولے شہ آرامِ شیعہوں کا مجھے منظور ہے دیکھنا خاکِ شفا ہوگی مرے مدفن کی خاک
خانہ زنجیر میں غل تھا کہ عابد ہیں اسیر قدر ہوگی حشر کے بازار میں آہن کی خاک
تہجِ قاتل کہتی تھی کافی نبی کی بوسہ گاہ اس گنہ سے ہو گئی سب آبرو آہن کی خاک
رونِ عاشورہ یہ تپتی تھی زمین کربلا جس کی گرمی سے تھی ٹھنڈی محم و گلِ خن کی خاک
لاشے بے سر پہ شہ کے کرتی تھی نہ شبِ یہ بین پر نہجتا کوئی نہیں اس خون بھری گردن کی خاک
کھیل کر باہر سے جب بچپن میں گھر آتے تھے تم جھانپتی تھیں فاطمہ پلکوں سے پیراہن کی خاک
ایک دن یہ ہے کہ تم عریاں پڑے ہو دھوپ میں شکلِ مرہم ہائے زخموں میں بھری ہے رن کی خاک

آئی زہرا کی مدائمی میں ہوں شب سے یہاں
 پوچھتی ہوں گردا سے تیغوں کے زخموں کا خون
 دن میں بہرِ حرب جب آئے امامِ شرق و غرب
 کہتے تھے ناری لڑیں تو خدا سے کس طرح
 ہاتھ میں اس شیر کے وہ برق دم شمشیر ہے
 ناریوں کی خاک سے ہے لاگ آبِ تیغ کو
 بولے شہِ منظور ہو مجھ کو اگر تو دین لڑے
 زعفرِ جن نے کہا یا شاہ یہ ارمان ہے
 شہ نے فرمایا نہیں یہ مرضی پروردگار
 رشتہ الفت قوی ہے تو بنا کر سمجھ تو
 جذبہ الفت سے قطرے عین دریا ہو گئے
 چاندنی اور دھوپ کی ہم پر حقیقت کھل گئی
 قبر کی راحت ہے کیا؟ اخلاصِ ابنِ بو تراب
 شمر و حر کی زشت و خوبی سے تو یہ ثابت ہوا
 جب تک ہوگا نہ محشر ہے یہ شکلِ فاطمہ
 پوچھا صغرا نے عزیزوں کو تو نہیب نے کہا
 بعدِ جہلم نہیب زہرا نے کہا اے کربلا
 تازیانہ شمر نے مارا تو نہیب نے کہا
 ناناکے روضے سے نکلے شاہ یہ کہتے ہوئے
 بولی بانو کھیلنے کو خلد میں احقر گئے
 تا بھریں گر گر کے گردِ ملبہ قبرِ حسین
 خاک ان کے استخوان تک ہو گئے قبروں میں ہائے

دیکھ لے سر پر مرے ہے کربلا کے بن کی خاک
 پاک کرتی ہوں کبھی میں تیروں کے روزن کی خاک
 پر تو عارض سے چمکی ڈوڑھ و ڈوڑھ رن کی خاک
 شعلہ ہے شبیر کے نقشِ سیم تو سن کی خاک
 جس کے سائے سے نگہ جل کر ہو روئیں تن کی خاک
 ڈھونڈتی پھرتی ہے یہ ہر کافر بدظن کی خاک
 فوج کو برباد کر دے دشت کے دامن کی خاک
 کربلا کی خاک میں مل جائے میرے تن کی خاک
 لشکرِ شبیر کی قسمت میں ہے اس بن کی خاک
 ہاتھ میں رکھو سدا مظلوم کے مدفن کی خاک
 پنجتن میں مل گئی آخر بہتر تن کی خاک
 رات دن اُڑتی ہے شہ کے مرقدِ روشن کی خاک
 دین کی دولت ہے کیا؟ شبیر کے دامن کی خاک
 وہ جہنم کا دھواں یہ خلد کے گلشن کی خاک
 منہ پہ شہ کا خون سر پر کربلا کے بن کی خاک
 کربلا کو سوئپ آئی میں بہتر تن کی خاک
 تجھ کو نہیب سوئے جاتی ہے بہتر تن کی خاک
 کیا تری خاقت میں ہے پھر کی اور آہن کی خاک
 ہے مقدر میں ہمارے کربلا کے بن کی خاک
 میں تو بیاں ہوں کون جھاڑے گا وہاں دامن کی خاک
 ہوتے ہیں جا جا کے زائر کربلا کے بن کی خاک
 سارکوں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے یاں مسکن کی خاک

مرہمِ زخمِ گنہ پوچھا جو عیسیٰ سے دبیر
 لکھ دیا نسخہ لگا شبیر کے مدفن کی خاک

○

ہاتھ سے نکلتے ہیں سلامی شراب تک
 مٹھ ڈھانپ کے چلاتی ہے دودھ پہراب تک
 مشکیزہ لگاتے ہیں علم میں بشراب تک
 کنبہ سر بازار پھرا ننگے سراب تک؟
 روتے ہیں غمِ شاہ میں انساں مگر اب تک
 پکڑے ہوئے ہاتھوں سے ہیں زہرا جگر اب تک
 بھائی کے لیے بھائی ہے سینہ سپر اب تک
 بچی ہوں لب گور نہ آئے پدر اب تک
 ہیں تعزیر کے ساتھ علم جلوہ گر اب تک
 مرنے پہ ستاتے ہیں ہمیں بد گھر اب تک
 اک چاہ نہیں دیکھے تھے شمس و قمر اب تک
 آتی ہے صد اروضہ میں ہے ہے پسر اب تک
 باقی رہا ذکرِ ستم بد گھر اب تک
 اللہ کو دکھلاتی ہے داغِ جگر اب تک
 سوچے ہوئے ہیں کان ہمارے پدر اب تک
 للہ سوائے کے دیا کس نے سراب تک
 سرکار سے تیرے نہ ماہم کو زراب تک
 خنجر ہے مراغون سے پیاسے کے تراب تک
 دبیر جگر افکار
 دیکھے نہ کبھی آنکھ سے تھمتے گھر اب تک

○

سوزِ غمِ شیر میں ہے یہ اثر اب تک
 بیٹے کے لیے فاطمہ ہر مجلسِ غم میں
 سقائی عباس ہے مرنے پہ بھی پیدا
 زہرا کے سوا اور بھی دنیا میں کسی کا
 اللہ رے اثرِ قتل کو شہ کے ہوئی مدت
 تقدیر کسی دل کو نہ دیوے غمِ اولاد
 جب تعزیر اٹھتے ہیں علم ہوتے ہیں آگے
 ہجولیوں سے رو کے کہا کرتی تھی صغرا
 مرنے پہ بھی ثابت ہے علمِ داریِ عباس
 جب ہاتھ کٹے لاشہ شہ نے کہا رو رو
 زینب کے پسرِ زن میں جو آئے تو ہوا غل
 زلواتی ہے ہر زائرِ شیر کو زہرا
 نے بالیاں باقی رہیں نے گوشِ سکینہ
 غافل نہیں اک آنِ غمِ شاہ سے زہرا
 گھرو کا بھی طمانچہ بھی ہمیں شمر نے مارا
 دیتے ہیں جی زائروں کو اب بھی زرد مال
 فخریہ کہا شمر نے حاکم سے یہ ہنس کر ق
 کا تری خاطر سے سرِ سیدِ مظلوم
 مثلِ گھرِ اشک
 دیکھے نہ کبھی آنکھ سے تھمتے گھر اب تک

ملک اُس خاک کو آنکھوں پہ اٹھا رکھتے ہیں
 گرم اچھے ہیں مقدر تو برا رکھتے ہیں

مُجرت پاؤں جہاں شاہ ہوا رکھتے ہیں
 مدح کی ہند نے جس دم تو کہا زینب نے

بیاہ ہم قاسم نوشہ کا بڑھا رکھتے ہیں
 بولے عابد نہیں مقدور دوا رکھتے ہیں
 آج تشریف کہاں شیرِ خدا رکھتے ہیں
 پشت پر ہاتھ مرے شیرِ خدا رکھتے ہیں
 آستیں اس لیے آنکھوں پہ سدا رکھتے ہیں
 اب علمِ فوج کا ہم اپنے اٹھا رکھتے ہیں
 گو نہ قاصد نہ کوئی پیکِ صبا رکھتے ہیں
 دل آگاہ بہ از قبلہ نما رکھتے ہیں
 کر یا میں اُسے نزدِ شہدا رکھتے ہیں
 ہم مگر سایۂ الطافِ خدا رکھتے ہیں

خاکساری کی جو پابند ہیں دنیا میں دہر

مثل آئینے کے وہ دل میں صفا رکھتے ہیں

ماں نے قاسم کی کہا شاہ سے خرقل ہوا
 کہا شیریں نے کہ عابد تمہیں تپ آتی ہے
 کہا زینب نے کہ ہر دن میں پڑی لاشِ حسین
 خر یہ کہتا تھا دمِ جنگ کہ دل بڑھتا ہے
 کہا کبریٰ نے کہ نوشاہ کی بو آتی ہے
 جب کہ مارے گئے عباسؑ تو بولے شیر
 بولی صغریٰ ہمیں سب حالِ پدر ہے معلوم
 حال کو قبلہ حاجات کی دیتا ہے خبر
 کہتے تھے راہ میں زائر کو ملک لے جا کر
 روکے کہتے تھے حرمِ آج ہیں گونگے سر



مُجری وہ چمنِ حُلد میں جانے کا نہیں
 ہم غریبوں کی کوئی لاش اٹھانے کا نہیں
 پانی ان کو میں دمِ ذبح پلانے کا نہیں
 بے سکیۂ کے تو میں پیاس بجھانے کا نہیں
 تجھ کو صحرٰ میں بیاباں میں سلانے کا نہیں
 وارث اب کوئی پیسیر کے گھرانے کا نہیں
 جاؤ جنت میں تمہیں کوئی رلانے کا نہیں
 شہ نے فرمایا کہ مقدور اب آنے کا نہیں
 لیویں صدقہ یہ چلن اپنے گھرانے کا نہیں
 بدلے شیر کے گر حلق کٹانے کا نہیں

غمِ شیر میں جو اشک بہانے کا نہیں
 شہدا کہتے تھے آئیں گے نہ عابد جب تک
 کہتا تھا شمر لعین لاکھ شہِ دیں تربیں
 کہا عباسؑ نے حیدر سے لبِ کوثر پر
 بولے شہِ قبر بناؤں گا تری منہی سنی
 مہجتن کا جو ہوا خاتمہ زینب نے کہا
 کہا بانو نے سکیۂ جو لگی توڑنے دم
 بولی زینب کہ گلے سے مرے لگ جانا ذرا
 سیب شامی نے دیا جب تو سکیۂ نے کہا
 خر کو آتی تھی صدا تجھ سے نہ خوش ہوں گے غن

دفنِ اصغرؑ کو کیا جب تو کہا سرورؑ نے
 کہا مسلمؑ نے وہ بے کس ہوں کہ بعد از رحلت
 سوزِ اصغرؑ تمہیں اب کوئی جگانے کا نہیں
 فاتحہ کو بھی کوئی ہاتھ اٹھانے کا نہیں
 جز حسینؑ ابنِ علیؑ حشر میں کوئی بھی دیر
 ہم گنہ گاروں کو دوزخ سے بچانے کا نہیں

○

کہے نہ مجرئی کیوں داما حسینؑ حسینؑ
 ہر اک مرض کی سلامی دوا حسینؑ حسینؑ
 کہے جو مجرئی وقتِ فنا حسینؑ حسینؑ
 نسیمِ غنچہٗ تسلیمِ زیبِ بارغِ نعیم
 حواسِ خمسہٗ زہراؑ قرارِ شیرِ خدا
 ہر اک نبیؑ نے کیا وردِ بختن کا نام
 عزیز و مرثیہ سننے کی تم کو کیا حاجت
 کچھ کے ترجمہٗ کل من علیہا فان
 قلم نے شاعِ شہدا کا حال جو پوچھا
 بہ دشتِ ماریہ پہنچے تو کھول کر آغوشِ
 پل صراط سے بے شک اتر ہی جائیں گے
 نہ پوچھو رحلتِ صغرؑ کا حال اے یارو
 یہ اپنی بیوہ کو عباؑ نے وصیت کی
 مگر بنا کے تیری خاکِ قبر سے تسبیح
 مرا شہیدا مرا بے گنہ مرا سید
 کیے یہ فاطمہؑ نے بینِ آکے مقتل میں
 ستم کا مارا تیسیرؑ کا پیارا بے چارا
 پڑا ہے بے لحدو بے نماز میتِ آہ
 یہ بینِ سن کے کہا لاش نے کہ اے لٹاں

بتوں زوقی ہے کہہ کر سدا حسینؑ حسینؑ
 براے دیدہ حق میں ضیا حسینؑ حسینؑ
 صدامزار سے لکے سدا حسینؑ حسینؑ
 بہارِ گلشنِ صبر و رضا حسینؑ حسینؑ
 امامِ خامنِ آلِ عبا حسینؑ حسینؑ
 بہت سے روئے مگر جب کہا حسینؑ حسینؑ
 تمہارے رونے کو ہے اکتفا حسینؑ حسینؑ
 ہوا محبتِ حق میں فنا حسینؑ حسینؑ
 زبانِ قدرتِ حق نے کہا حسینؑ حسینؑ
 زمینِ قبرِ پکاری بیا حسینؑ حسینؑ
 زباں سے کہہ کے یہ اہلِ عزا حسینؑ حسینؑ
 کہ کیسے پیارے اُس نے کہا حسینؑ حسینؑ
 کہوں گا میں تو لحد میں سدا حسینؑ حسینؑ
 ٹو وردِ کچھو صبح و ما حسینؑ حسینؑ
 مرا امامؑ مرا مقتدا حسینؑ حسینؑ
 کہاں پڑا ہے مرا دلِ رُبا حسینؑ حسینؑ
 مرا ستارہٗ میرا مہ لقا حسینؑ حسینؑ
 غریب و بے کس و بے آشنا حسینؑ حسینؑ
 خدا خدا کہو کہتی ہو کیا حسینؑ حسینؑ

دیرِ خوفِ سوال و جواب پھر کیا ہے

جواب نامے میں گر ہو لکھا حسینؑ حسینؑ

○

بُھری چھپنے کی جا ملتی نہ تھی سقار کو
جب کیا زیب کمر عباسؑ نے تلوار کو
پاس اب اپنے بلا لو خواہر ناچار کو
ہے تزلزل غم سے فیر احمدؑ مختار کو
کیسا صدمہ ہوگا روح حیدرؑ کرار کو
دل میں پرسوچو ذرا اپنے مالِ کار کو
اس لیے آگے بھی تھا ہم نے نہ پہنا ہار کو
زن میں کھینچا ابن حیدرؑ نے جو نہی تلوار کو
قید اُعدا نے کیا جب عابدؑ بیمار کو
قید کر کے لے چلے ہیں قافلہ سالار کو
ہے یہ ظاہر رنج ہے اس قافلہ سالار کو
حق نے کیا طاقت ہے دی اس صاحبِ آزار کو
آکے روکا ہے قضا نے اس مرے رہوار کو
سُرخ رو ہونا ہے یاں مجھ صادقِ اقرار کو
یا خدا پھولا پھولا رکھو تو اس گلزار کو
دیکھتے تھے جس گھڑی عابدؑ لبِ سوار کو

اس زمیں میں اک سلام اب اور کہہ لو اے دہیر

چاہتا ہے دل سنا کیجیے تری گفتار کو

○

تکاں ہے زخمِ دل کو چل عقابِ آہستہ آہستہ
کہ نہ ہوا آتی ہے تھامے رکابِ آہستہ آہستہ
کراے خُڑے تو اب راہِ ثوابِ آہستہ آہستہ
کیا زور کے یوں اُس سے خطابِ آہستہ آہستہ

غیظ میں جب آکے کھینچا شاہؑ نے تلوار کو
حسن و جاہ و جرات و شوکت نے آجوتے قدم
کہتی تھی زنداں میں زینبؑ بھائی ہے شوہرِ زینت
بولی عاشورے کے دن صُغرؑی ہوئے بابا شہید
تشنہ لب جب ذبح کرتا ہوگا شاہؑ دیں کو شر
ظالموں سے بولے شہِ گرقل کرتے ہو کرو
بدھیاں زخموں کی جب پہنیں تو قاسمؑ نے کہا
کوئل نے دشتِ شہادت میں گئی مانند برق
کر کے منہ سوئے نجفِ زینبؑ نے یہ رو کر کہا
یا امیرالمومنینؑ فریاد ہے فریاد ہے
دیکھ کر عابدؑ کو کہتے تھے یہ باہم راہِ رو
پہنے ہے زنجیر و طوق اور کھینچے اُونٹوں کی مہار
رُک گیا گھوڑا تو یوں بولے رفیقوں سے اہم
لو کرو خیمے بچا یہ ہی شہادت گاہ ہے
دیکھ فوجِ شاہؑ دیں زینبؑ نے کی رو رو دعا
تیر کھانا یاد آتا تھا علیؑ و صغرؑ کا تب

سلائی کرتے تھے اکبرؑ خطابِ آہستہ آہستہ
چلا خُڑ جب سوئے شبیرؑ گردوں سے صدا آئی
ادب لازم ہے تجکو کر نہ جولاں اپنے مرکب کو
سناں اکبرؑ کے سینے سے لگے جب کھینچے سرو زر

نہاں کھینچو شہِ عالی جناب آہستہ آہستہ
 تھی روتی ڈالے ہالوں کی نقاب آہستہ آہستہ
 مٹایا خاندانِ بوتراب آہستہ آہستہ
 نہ کراے اسپ طے راہِ ثواب آہستہ آہستہ
 سکینہ آتی ہے تھامے رکاب آہستہ آہستہ
 رواں زنجیر تھی جوں موج آب آہستہ آہستہ
 کہا شہ نے یہ باصد اضطراب آہستہ آہستہ
 نہ کر تو ذبح اے خانہ خراب آہستہ آہستہ
 نغاں کرتے تھے وہ سینہ کباب آہستہ آہستہ
 حساب اپنا نہ ہو روزِ حساب آہستہ آہستہ
 فرشتے اُن پہ کرتے ہیں عذاب آہستہ آہستہ
 کیا ہے طائرِ دل کو کباب آہستہ آہستہ

دبیر خستہ ہے مردم کو خوفِ آمدِ طوفان
 غمِ شہ میں بہا چشموں سے آب آہستہ آہستہ

○

بحرِکی اُس کو ثوابِ حج اکبر ہوگا
 بحرِکی غرق نہ خونِ دامنِ محشر ہوگا
 حُلد میں چاک گریبانِ پیہر ہوگا
 کہتی تھی نامِ خدا خوب یہ دلبر ہوگا
 قتل اٹھارویں سال آپ کا دلبر ہوگا
 دم تو الکا مرے بابا کا مکڑ ہوگا
 کہو دو گز کفن اس کو نہ میسر ہوگا
 علی اکبر علی اکبر علی اکبر ہوگا

جو کہ قربانِ مزارِ علی اکبر ہوگا
 جب عیاں سیدِ مظلوم کا لشکر ہوگا
 نو جوانِ قتل جو اے بحرِکی اکبر ہوگا
 بانو اکبر کے لڑکپن میں بلائیں لے کر
 شاہ کہتے تھے نہ دل اس سے لگاؤ بانو
 بولی صغریٰ کہ میرے دیکھنے کی حسرت میں
 شہ نے اعدا سے کہا لاشہِ اصغر کو دکھا
 بانو کہتی تھی لحد میں بھی مرے ہونٹوں پر

قبر عباسؑ پہ بنتی ہے سدا روح حسینؑ
 بالے پن میں جو ہوئی رائدِ دلہن قاسم کی
 شہ نے زینب سے کہا تم نہ کہیں جی کھونا
 شہ نے فرمایا نہ دکھ تو مرے سینے پہ قدم
 خلق میں ہوگا عیاں ظلم ترا صبر مرا
 شاہ کہتے تھے کہ وہ بے سروساماں ہوں میں
 عشرہ ماہ محرم کو یہ آتی تھی صدا
 موت کہتی تھی نظر کر کے زرخ اکبرؑ پر
 شہ نے اعدا سے کہا قتل نہ اکبرؑ کو کرو
 شہ نے زینب سے کہا فاتحہ دینا میرا
 اس لیے گورِ غریباں پہ نہ روئی باؤ
 شاہ کہتے تھے نہ کر ذبح ٹو مجھ پیاسے کو
 شہدا کہتے تھے زنداں میں ہے سجادِ حزیں
 خوف کر خشکی حشر کا ہر گز نہ دیر

کہ خنی این خنی مالک کوڑ ہوگا

○

جو خدا کو بتہ شمشیر جفا یاد کرے
 درِ دولت پر اگر شیرِ خدا یاد کرے
 نہ کوئی محکمہ روز جزا یاد کرے
 جب تلک زندہ رہے زمینِ عبا یاد کرے
 باغِ زہرا کی خزاں کو جو صبا یاد کرے
 جو پے پانی مرا خشک گلا یاد کرے
 اُمتِ جد کو جو ہنگامِ دعا یاد کرے
 جا کے فردوس میں بچہ مرا کیا یاد کرے

مُجرتی وہ کو نہ کیوں خلقِ خدا یاد کرے
 مُجرتی ہند کو پھر میری بلا یاد کرے
 ہر قدمِ شمر کا تھا حکم کہ وقتِ بے داد
 پشت پر دُڑا بے دادا لگاؤ اتنے
 کس طرح خاک اڑا کر نہ دم سرد بھرے
 اپنے ہر شیعہ سے مولّا کی یہ فرمائش ہے
 کلمہ گو آہ فراموش کریں حق اس کا
 کہا باؤ نے نہ پانی بھی ملا میرے گھر

دیکھ کر چہرہ اکبر یہ پکارے اداق
 رُخ ہے وہ گلشنِ قدرت کہ بوقتِ گلِ گشت
 گر نگہِ خطر کی ہو چاہِ ذقین سے سیراب
 زلف وہ زلف کہ شیرازہ اجزائے ثواب
 چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اس کا اگر
 قد پر نور ہے وہ شمع کہ دیکھے جو کلیم
 واہ کیا نور ہے کیا حسن ہے اللہ اللہ
 بولی صغریٰ کہ میحانے بھلایا حجاب
 آہ قتل اس کے نواسے کو کریں شہر سے دور
 پرزے پرزے کریں تن اس کا مسلمان صد حیف
 سونا راتوں کا سکینہ کو نہ بھولے کیوں کر
 ہے یقینِ عشرت دنیا سے طبعیت بھر جائے
 ننگے سر پھرنے سے کس طرح نہ زینب شرمائے
 ذکرِ شیر کا یوں کرتی تھی صغریٰ بیمار
 دستِ فریاد یقین ہے کہ کفن سے ہو بلند
 غرق ہو نوخ کے طوفان میں ہر کشتی چشم
 گو میں ذکر ہوں پہ محشر میں یہ خواہش ہے دہیر
 نہ تو جنت کی نہ فردوس کی خواہش ہے دہیر
 بس نجف میں مجھے اب شیرِ خدا یاد کرے



جو کہ مصروفِ سلامِ شہدا رہتا ہے
 اے فلک بعدِ فنا کاٹے گئے دستِ حسین
 گو وہ رہتا نہیں پر نام سدا رہتا ہے
 اک نہ اک ظلم ترے گھر میں نیا رہتا ہے

شمر کہتا تھا یہی ماں ہے علی اکبر کی
 شاہِ دیں لاشہ اکبر پہ کھڑے کہتے تھے
 شاہ کہتے تھے ہے کیا ذائقہ حیرِ جنا
 شمر سے شہ نے کہا پاؤں نہ رکھ سینے پر
 کہا باتوں میں زنداں میں ہوں اکبرِ دن میں
 رو کے یہ قاصدِ صغریٰ سے کہا عابد نے
 بولی زینب کہ نہیں خواب میں آتے اکبر
 ننگے سر لاشے پہ میں اس کے گئی تھی دن میں
 جب سے زینب گئی انبوہ میں سر ننگے آہ
 رو کے یہ ہند کی بیٹی نے سکینہ سے کہا ق
 وہ لگی کہنے یتیمی کے نشانی ہے یہ
 باپ مارا گیا بھائی موئے زنداں میں پھنسی
 خواب میں آن کے عابد سے یہ شہ نے پوچھا
 کہا سجاد نے اشک آنکھوں میں لب پر فریاد
 کہتی تھی قومِ اسدِ شام سے تاوقتِ سحر ق
 ننگے سر آتی ہیں خاتونِ قیاتِ دن میں
 ہے یہ شرمندگی پانی کے نہ پہنچانے کی
 رو کے یہ مادرِ قاسم نے کہا کبریٰ سے ق
 گھر رالٹا ہے اب شرم کہاں کی بی بی
 کہتے تھے اہلِ حرم گو کہ گرفتار ہیں ہم ق
 شام ہوتی ہے تو اونٹوں سے اترتے ہیں ہم
 کہتے تھے شاہِ نجفِ دن میں مرے گا عباس

جس کا اک ہاتھ کیلے پہ دھرا رہتا ہے
 ہوش اس جانیں انساں کا بجا رہتا ہے
 کہ لبِ زخم میں تا دیر مزا رہتا ہے
 یہیں گنجینہٴ اسرارِ خدا رہتا ہے
 روحِ رقی ہے جدا جسمِ جدا رہتا ہے
 کہو بھائی ترا محتاجِ دوا رہتا ہے
 اور مرے دل کو خیالِ ان کا سدا رہتا ہے
 شاید اس بات پہ وہ مجھ سے فغا رہتا ہے
 تب سے سرِ غلہ میں زہرا کا کھلا رہتا ہے
 سر ترا کس لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے
 کرتا بے وارثے بچوں کا پھنا رہتا ہے
 اس مصیبت میں بھلا ہوش بجا رہتا ہے
 اے پسرِ قید میں کیا حال ترا رہتا ہے
 پاؤں زنجیر میں رشتی میں گلا رہتا ہے
 حشرِ سانچِ شہیداں میں پلا رہتا ہے
 نعرہٴ زنِ صبح تلکِ شیرِ خدا رہتا ہے
 نیزے پر بھی سرِ عباس جھکا رہتا ہے
 تم اگر روک لو داری تو بنا رہتا ہے
 کوئی اس وقت میں پابندِ حیا رہتا ہے
 ہم سے پردہ کشیدے کس پہ سوا رہتا ہے
 اور سرِ شاہ تو نیزے پہ چڑھا رہتا ہے
 اپنے بھائی پہ ابھی سے یہ فدا رہتا ہے

طوفِ کعبہ کا تجھے شوق ہے از بسکہ دہیر

مضطربِ دل صفتِ قبلہ نما رہتا ہے

○

بحرائی جہاں شہ کی تصویر نظر آئی
 کس دکھ میں فلک تو نے شبیر کو ڈالا تھا
 زہرا نے شہیدوں کو دیکھا جو مرقع میں
 بے نور تھیں یہ آنکھیں شہ کی غم اکبر سے
 بانو نے کہا جب سے اکبر گئے دنیا سے
 وہ بیاہ تھا قاسم کا یا موت کا سارا تھا
 سر نیگے کھلے گیسو زندان ستم مسکن
 کی عرض دم مُردن شبیر سے یہ خُرنے ق
 شہ بولے مری ماں ہے آئی ترے لینے کو
 نیزے پہ سر شہ کی آنکھوں سے ہے آنسو
 عابد کی اسیری کا آنکھوں میں کھنچا نقشہ
 صد شکر کہ سر دیکھا شبیر کے قاتل کا
 کیا قہر ہے عالم نے شکر اس پہ کیا ہے
 صفائی نے کہا جوں جوں شوق اپنا ہوا افزوں
 زینب نے کہا شہ سے ہو خیر تری بھائی ق
 چاہا شہ بے کس نے ہمیشہ کو سمجھائیں
 جب حلق لگا کتنے اس وقت یہ فرمایا

سر سجدے میں اور سر پر شمشیر نظر آئی
 جز مرگ نہ جو کوئی تدبیر نظر آئی
 اک خُر کی نئی اس میں تصویر نظر آئی
 جو خط کی نہ صفائی کے تحریر نظر آئی
 جو خط کی نہ صفائی کے تحریر نظر آئی
 جو بی بی نظر آئی دلگیر نظر آئی
 یہ ہند کو زینب کی تو قیر نظر آئی
 جنت کی مجھے اس دم تعمیر نظر آئی
 اے خُر تجھے کچھ اپنی تو قیر نظر آئی ؟
 سر نیگے جو بلوے میں ہمیشہ نظر آئی
 جب حضرت باقر کو زنجیر نظر آئی
 یہ نالہ زہرا کی تاثیر نظر آئی
 سر نیگے جو سروں کی ہمیشہ نظر آئی
 وصل شہ بے کس میں تاخیر نظر آئی
 شب خواب میں ہے زہرا دلگیر نظر آئی
 لیکن نہ کوئی ایسی تقریر نظر آئی
 اس خواب کی اے زینب تعبیر نظر آئی

بیٹھا ہے دبیر آکر شہ کے درِ دولت پر

بہتر نہ کوئی اس سے جاگیر نظر آئی

○

غضب ہے بحر کی منتار تھے جو کوثر کے
 سلامی اشک بہا غم میں ابنِ حیدر کے

انھیں فلک نے اتارا ہے گھاٹِ خنجر کے
 فرشتے حشر میں دیں گے تجھے گہر کر کے

جھنڈولے بال جو آئے ہیں یادِ اصغر کے
 نبیؐ کے بو سے مجھے اور دگرے فخر کے
 جنابِ فاطمہؑ پھرتی تھیں گرد اس گھر کے
 رن سے باندھے ہیں بازو یہ میں نے حیدر کے
 کہ اہل بیتؑ ہیں سرنگے سب پیمر کے
 کہ قتل ہو گئے خورد و کلاں مرے گھر کے
 کہ ہیں ہزاروں خریدار میرے اک سر کے
 میں سر بلند ہوا حق کی راہ میں مر کے
 قسم خدا کی میں پہنچا خدا خدا کر کے
 نہ زن کو جاؤ تم اکبرؑ ہمیں حزیں کر کے
 تو دیکھ لے مری چھاتی پہ ہاتھ کو دھر کے
 ق سر اپنا تکیہ پر صغریٰؑ جو سو گئی دھر کے
 ابھی کھڑے ہوئے تھے شاہ آگے دختر کے
 ہم آئے ہیں علیؑ اصغرؑ کو قبر میں دھر کے

کتابِ وصفِ علیؑ میں اگر لکھوں میں دہر

بناؤں تارِ شعائی سے تارِ مسطر کے

کہا یہ بانو نے دل بچ و تاب کھاتا ہے
 گلوے شاہؑ نے کٹ کر کہا نہ بھولیں گے
 حم رسولؐ فتنہ قدر کے تھے قید جہاں
 کہا یہ شمرؑ نے عابدؑ سے ہاتھ باندھ کے آہ
 سر حسینؑ یہ کہتا تھا دو کوئی چادر
 بتولؑ کہتی تھی یہ لگ گئی نظر کس کی
 حسینؑ کہتے تھے کس کس کی میں کروں خاطر
 چڑھا جو نیزے پہ سر شاہؑ کا تو دی یہ صدا
 وہ راہِ عشقِ خدا ہے کہ جس کی منزل پر
 بیان کرتے تھے شہؑ رحم کر جوانی پر
 جگر کو چین نہیں دل مرا ترپتا ہے
 بروزِ قتلِ شہنشاہؑ دیں بوقتِ زوال
 اٹھی جو خواب سے رو کر یہ بولی ثانی سے
 دکھا کے خاک بھرے ہاتھ مجھ سے کہتے تھے



دم گلے میں ہے گلا طوقِ گلوگیر میں ہے
 شہؑ نے فرمایا ابھی لشکرِ بے پیر میں ہے
 خر مرا پیارا یہاں آنے کی تدبیر میں ہے
 سیرِ فردوس کی لکھی تری تقدیر میں ہے
 واہ کس درجہ سخاوت مری ہمشیر میں ہے
 یہی لکھا ہوا نہ بت تری تقدیر میں ہے

پاؤں سجاؤ کا اے مجرئی زنجیر میں ہے
 پوچھا اکبرؑ نے کہ لشکر کا ہراول ہے کون
 شاہؑ کہتے تھے جوانو نہ کرو تیغ زنی
 خطِ پیشانیِ خر دیکھ کے بولے شبیرؑ
 دی جو زنب نے رضا بیٹوں کو کہتے تھے حسینؑ
 شہؑ نے فرمایا کہ سرنگے پھرے گی در در

منتخب رباعیات دبیر

پردانے کو دھن شمع کو لو تیری ہے
مصابح و نجوم و آفتاب و مہتاب
عالم میں ہر اک کو تنگ و دو تیری ہے
جس نور کو دیکھتا ہوں ضو تیری ہے

اعدا کو اُدھر حرام کا مال ملا
واللہ کلاہ سرِ عالم ہوا خُر
خُر کو اسد اللہ کا ادھر لال ملا
خُلّہ ملا معصومہ کا رومال ملا

گر میرِ امامِ دوسرا حاصل ہو
اس دم ہو مددگارِ احمد کا لال
گو درد ہو لادوا، روا حاصل ہو
واللہ کہ دُرِ مدعا حاصل ہو

واللہ کہ طالعِ رساثر کو ملا
گھر خُر کا ہوا احمدِ مرسل کا دل
سردارِ امامِ دوسرا خُر کو ملا
خود و ارم و خُلّہ صلا خُر کو ملا

آرامِ دلِ حرم کا محذوم ہوا
دودھ اگلا لہو ڈالا، ڈراکھا کر سہم
کم عمر کا حالِ مرگ معلوم ہوا
اور سرد وہ معصوم کا معصوم ہوا

خُر کو مددِ حرم کا الہام ہوا
مسلم ہوا سرور کا ہر اول ہو کر
ہر درد و المِ سرور و آرام ہوا
حاصل خُر کو کمالِ اسلام ہوا

دردِ کہ طولِ امامِ معصوم رہا
مالک ہوا ساحل کا گروہ گمراہ
ہر اہل طبعِ غم کا محکوم رہا
اور آہِ امامِ عصر محروم رہا

لاریب خطاپوش امام اپنا ہے
اُن مرثیہ گوئیوں کو سلام اپنا ہے

یعنی علمِ نظمِ گلوں ہوتا ہے
اس سے مرے مرثیوں کا خون ہوتا ہے

گوئیں گے پکاریں گے جہاں بند کروں
کھل جائے حقیقت جو زباں بند کروں

تازہ ہے تمامی سخن اور تنقید ہے تقلید
تو مجہدِ نظم ہے فرض ان پہ ہے تقلید

ہر دیدہ حق میں سے یہ دُر پیدا ہے
پانی نہ ہو جس میں وہ کنواں اندھا ہے

اس دور میں جو آسمان سے نکلے
آدم ٹھہرے کہ یہاں سے نکلے

ہے علمِ خدا روحِ علیِ قالب ہے
کیا ذاتِ علیٰ ابنِ ابی طالب ہے

اور 'سین' ہے ساکِ سے سخاوت کے لئے
'ی' 'نون' ہیں تاریخِ شہادت کے لئے

ہے سُست کے چست پر کلام اپنا ہے
جو بند کے بند قطع کر لیتے ہیں

سرقہ مضمون کا زیوں ہوتا ہے
پر ان میں مندرج ہے حالِ شہدا

شیرانِ مضامین کو کہاں بند کروں
خلاقی مضمون کا ہے دعویٰ سب کو

شاہِ دیرِ آلِ نبی کی ہے یہ تائید
دردانِ مضامین پہ نہ کر منع کی تاکید

اشکِ غمِ شیرِ دُر یکتا ہے
بے اشکِ عزا آبروئے چشم ہے خاک

جو پھول کبھی نہ بوستان سے نکلے
عدشدر کہ شیرِ کُسنو تھا جنت

کونین پہ خالق کا ولی غالب ہے
اللہ ہے مطلوبِ نبیِ طالب ہے

'ح' نام میں ہے حق کی حمایت کے لئے
ہیں نامِ حسین میں بھی کیا خوبِ حروف

درمانوں کے آرام کو گھر بخشا ہے
دشمن کو رو دوست میں سر بخشا ہے

محتاجوں کا اغنیا نے زر بخشا ہے
احمد کے نواسے کی سخاوت دیکھو

فرمانِ ازل سے یہی اللہ کا ہے
نقشہ قلم و روات میں آہ کا ہے

غمِ لوح و قلم کو شہِ ذبیحہ کا ہے
جب سے کہ لکھا نامِ حسینِ مظلوم

ممکن نہیں تاثیرِ محرم بدلے
کعبہ کیوں کر لباسِ ماتم بدلے

ہر چند ہزار رنگِ عالم بدلے
باقی ہے ابھی دھوئیِ خونِ شہیڑ

ہو جائے نہ چھاؤں دھوپ ڈھلتے ڈھلتے
آجائے نہ موتِ راہ میں چلتے چلتے

گل ہو نہ چراغِ عمر جلتے جلتے
چلتا ہے تو جلدی چل زیارت کو دہیر

اغلب ہے ابھی فلکِ زمیں پر بیٹھے
اس ذکر میں آواز نہ کیونکر بیٹھے

گر اس پہ غبارِ غمِ سرور بیٹھے
ہٹا کہ گراں ہے سخنِ قتلِ حسین

خالی نہ بدونیک سے اصلا ہوگا
شہیڑ سا مظلوم نہ پیدا ہوگا

ہونے کو نہ اس بزمِ جہاں میں کیا کیا ہوگا
ظلم بھی ہوئے ہیں اور ہوں گے لیکن

مردے کو کلیجے سے لگاتے تھے حسین
گہر رکھتے تھے لاش گہر اٹھاتے تھے حسین

اصغر کو قتل میں لٹاتے تھے حسین
از بس کہ زمین کر بلا جلتی تھی

حیدر کو کہا ابرِ خنداں ہو کر
دہ دیتا ہے رو رو کے یہ خنداں ہو کر

رو جاتا ہوں انگشتِ بدنداں ہو کر
مانا کہ گہر بخش ہے نیساں بھی مگر

جب بخت بن قین نے زینبؓ بخشی زینبؓ نے تنہی پہ شفقت بخشی
جیغیں جڑ تن - جیہیں شق - جی بے چین جنت بخشی نبیؐ نے بخت بخشی

(صحت منقولا)

سرکارِ سلاطین سے سرکار نہیں جو مجلسِ مولا کوئی دربار نہیں
مداح ہوں میں امامِ بے سرکار دبیر سامان کیا کہ سر بھی درکار نہیں

ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں یا سلسلہٴ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے دبیر بندوں کو میں کس منہ سے خداوند کہوں

آقا سے کہیں کرتے ہیں دوری بندے شیعہ ہیں حسینؑ کے توری بندے
کیا خوب کھلے سیاہ پوشی کے رمز اللہ کے سائے میں ہیں توری بندے

ہے ماتم اہل بیت میں بیت اللہ پوشش ہے سیاہ سنگ اسود ہے گواہ
زمزم نہ کہو کعبہ ہے گریاں دائم سمجھو نہ ستوں ہے کششِ نالہ وآہ

شیئر کا عزا دجاہ سبحان اللہ غربت میں ہیں سب گواہ سبحان اللہ
حلقوم پہ شمشیر زباں پر تکبیر سبحان اللہ وہ سبحان اللہ

دنیا میں کبھی خوش کبھی دل گیر ہوئے پر شکر کہ مدحِ خوانِ شیئر ہوئے
اب عہدِ رواداری ہے ہشیار دبیر بچے سے جوان - جوان سے پیر ہوئے

ہر عضو سے سر بلند گو آنکھیں ہیں پرفرش کی ہو کمی تو لو آنکھیں ہیں
کس کس کے یہ زیرِ پا بچھاؤں میں دبیر مشتاق بہت ہیں، اور دو آنکھیں ہیں

کلامِ دہیر

جو دوست ہے الہیہ دعا دیتا ہے
ہر شے کا یہ اللہ سے سائل ہو دہیر
ورنہ بندے کو بندہ کیا دیتا ہے
سب کچھ اس ہاتھ سے خدا دیتا ہے

کچھ کام کی یہ آہ نہیں واہ نہیں
کثرت ہو کہ قلت ہو مجالس میں دہیر
ارشادِ خدا سے کون آگاہ نہیں
ناحق ہے جو قرینۃ الی اللہ نہیں

شہرہ راہِ عدم سے خضر آگاہ نہیں
صحت میں مرض میں رنج و راحت میں دہیر
اس راہ میں روح تک بھی ہمراہ نہیں
بندے کا کوئی سوائے اللہ نہیں

اس بزم کا دعویٰ ہے کہ جنت میں ہوں
کہتا ہے یہ دل سے درہم داغِ حسین
آنسو ہیں رواں کہ بحرِ رحمت میں ہوں
غنیۂ مغفرت کی قیمت میں ہوں

یارب ظلاقی ماہ و ماہی تو ہے
بے منت و بے سوال و بے استحقاق
بخشنده تاج و تختِ شاهی تو ہے
دیتا ہے جو سب کو یا الہی تو ہے

روشنی پہ ہے سرکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
کہتے ہیں ملکِ جن کے ہر اک گوہرِ اشک
بیٹھے ہیں عزادارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
دُور بار ہے۔ دربارِ حسینؑ ابنِ علیؑ

اصغرؑ کے لئے شغلِ فغاں رکھتے ہیں
چلاتی ہے بانو کہ ہے سونا جھگل
مرقد میں اُسے شاہِ زماں رکھتے ہیں
حضرت مرے بچے کو کہاں رکھتے ہیں

اقلیمِ حواسِ بیخودی نے ٹوٹا
یہ ماہِ رجب وہ ہے کہ جس میں شے سے
اور شیشہٴ صبر سنگِ غم سے ٹوٹا
نانا کی لحد چھٹی مدینہ چھوٹا

دل خود بخود افسردہ ہوا جاتا ہے بے روئے نہیں ہم سے رہا جاتا ہے
یہ روز وہ ہیں کہ کربلا کی جانب
فیڑ کا قافلہ چلا جاتا ہے

دل کعبہ ہے اس میں ہے مقامِ حیدر
آہیں میں تکیریں کریں گے تکرار
بھولوں گا نہ میں قبر میں نامِ حیدر
پُرش نہ کرو یہ ہے غلامِ حیدر

ادنیٰ سے سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے
کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دبیر
جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے
سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

محروم کسی کو نہ سخی نے رکھا
کیا زہد ہے کیا فیض ہے رغبت سے کبھی
کچھ مال نہ زر حق کے ولی نے رکھا
روزے کے سوا کچھ نہ علیٰ نے رکھا

یا شیرِ خدا، خدا کے نائب ہو تم
مہمان ہوئے اک وقت میں چالیس جگہ
یکساں بخدا حاضر و غائب ہو تم
ظاہر ہے کہ مظہرِ العجائب ہو تم

عین سے عینِ عبادت کا سر انجام ہوا
ی سے یاد رہا مشکل میں ہر اک بندے کی
لال وہ لام کہ جس لام سے اسلام ہوا
صدقے اس نام کے کیا خوب علیٰ نام ہوا

قالب کا شرف کیا ہے اگر جان نہیں
بیکار ہے زہد و ورع صوم و صلوٰۃ
جس میں کہ نہیں عقل وہ انسان نہیں
گر حبِ علیٰ نہیں تو ایمان نہیں

دربارِ جنابِ مصطفیٰ کو دیکھا
فردوس میں پہنچے جو نجف میں پہنچے
ان آنکھوں سے شانِ کبریا کو دیکھا
جنت دیکھی جو کربلا کو دیکھا

جموعہ کائناتِ برہم ہے آج
ہے صاحبِ ذوالفقار دنیا سے اٹھا
عاشور کے دن سے کیا یہ دن کم ہے آج
دامادِ رسولِ حق کا ماتم ہے آج

میزانِ سخنِ سنج میں ٹکنا ہوں میں
دل رہتا ہے بندِ قفلِ ابجد کی طرح
فکرِ گہرِ نظم میں گھٹکتا ہوں میں
جب حرفِ شناس ہو تو کھلتا ہوں میں

گلشن میں صبا کو جستجو حیر ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا
بلبل کی زباں پہ اُنگٹو تیری ہے
جس پھول کو سوگھتا ہوں بُو تیری ہے

حاصل ہو جہاں میں نیک نامی مجھ کو
آقا کا تو کیا ذکر وسیلے کے لئے
تصنیف کی فکر ہو مدامی مجھ کو
درکار ہے قنبر کی غلامی مجھ کو

یا شاہِ نجفِ رحمتِ یزداں تم ہو
دعویٰ سب کو ہے مومنیت کا مگر
قرآنِ قالب ہے جانِ قرآن تم ہو
مومن وہ ہے کہ جس کے ایماں تم ہو

کہتی تھی سکینہ قتلِ بابا دیکھا
زندان میں پھنسے اور طمانچے کھائے
بھیا علیِ اصغر کا خون میں لاشہ دیکھا
اس تین برس کے سن میں کیا کیا دیکھا

پابندِ غمِ عالیٰ خوش ذات ہوں میں
جو پوچھتا تھا راہ میں سجاد سے نام
مانندِ جرسِ نغاں میں دن رات ہوں میں
کہتے تھے ساربانِ سادات ہوں میں

یا شاہِ نجفِ مالکِ کشور تم ہوں
بیجا نہیں کہتا ہے دہر اے آقا
درِ علمِ الہی کے ہو گھر گھر تم ہو
اللہ کے بعد بندہ پرور تم ہو

رہے جسے دنیا میں خدا دیتا ہے دل میں وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تمہی دستِ ثنا آپ اپنی جو طرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

بندوں پہ کرمِ حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شکرِ گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجھ کو ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

یاد آگئی خنجر کے تلے جب زینب کی شہ نے فغاں ہم سے چھٹی اب زینب
پیاری تھی بہن ایسی کہ مرتے مرتے دوبار کہا شاہ نے زینب زینب

بندوں سے پیامِ احدِ پاک کہا مجبورِ ازل سے ما عبدِ ناک کہا
دیکھی جو نبیؐ کی خاکساری حق نے لولاک لما خلقت الافلاک کہا

ہم شانِ نجف نہ عرشِ انور ٹھہرا میزوں میں یہ بھاری وہ سبک تر ٹھہرا
اس پلے میں تھا نجف اور اس پلے میں عرش پہنچا وہ فلک پر یہ زمین پر ٹھہرا

حاصل جسے آقا کی حضوری ہو جائے عصیاں کی تیرگی سے دوری ہو جائے
اے صلِّ علیٰ مجلسِ پُر نور حسینؑ ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہو جائے

کہتی ہے زمیں ہمسرِ عرشِ آج میں ہوں زیرِ قدمِ صاحبِ معراج میں ہوں
آواز لبِ فرش سے ہوتی ہے بلند طرہ یہ ہے سب پہ عرش کا تاج میں ہوں

میدان میں کوئی جانے والا نہ رہا اور کوئی گلا کٹانے والا نہ رہا
جو مارا گیا اُسے تو لائے شیئر شیئر کا کوئی لانے والا نہ رہا

ہم شکلِ رسولِ حق کا لاشہ دیکھا کتنے ہوئے حلقِ شاہِ دیں کا دیکھا
زیستِ کہتی تھی آہ لوگو میں نے اک عرصہ دوپہر میں کیا کیا دیکھا

میدان میں جب آئے شہِ عرشِ پناہ بولا بنِ سعد کیجئے بیعت یا شاہ
منہ پھیر کے حضرت نے یہ غصے سے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ

صغراً کہتی تھی غم نے مارا مجھ کو جینا نہیں بن باپ گوارا مجھ کو
باہر کوئی بولتا تو کہتی۔ ثانی بابا نے کہیں ہو نہ پکارا مجھ کو

بے جرم و خطا نبی کا پیارا مارا لشکرِ چُن چُن کے اُس کا سارا مارا
قیدی کیا گھر لوٹ لیا اندا نے کنبہ پھرتا تھا اُس کا مارا مارا

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہم کو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہم کو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہیں تجھے تو پیتا ہے جان کے دانہ ہم کو

رومال نہ اشکوں سے بھگونے پائے منہ آبِ گہر سے بھی نہ دھونے پائے
کیا جلد ہوا ماہِ محرم آخر جی بھر کے حسین کو نہ رونے پائے

عابد تھے ہمیشہ صبح ہوتے روتے جب جاگتے روتے جب سوتے روتے
چالیس برس پدر کو روئے اللہ رخسارے بھی گھٹل گئے تھے روتے روتے

زیستِ بلوے میں ننگے سر پھرتی تھی پر سر سے نہ شانہ کے نظر پھرتی تھی
تھی چشم کی پچلی صفتِ قبلہ نما سر پھرتا تھا جس سمت ادھر پھرتی تھی

جو مر گئے فی القور سب دفن ہوئے
عاشور نے چہلم کا تفاوت دیکھو

إلا نہ حسین تشنہ لب دفن ہوئے
کب قتل ہوئے حسین کب دفن ہوئے

عابد جو اٹھا کے رنج وایذا آئے
ہم جونیاں آئیں تو کہا صغرا نے

غل تھا کہ وطن میں شہ والا آئے
کچھ تم نے سنا ہمارے با با آئے

اکبر جو گیا ہونے کو جو میدان میں تلف
باٹو سروپا برہنہ بیتاب تھی یوں

بیچھے گیا روتا خلف شاہ نجف
بچہ گودی میں آنکھیں میاں کی طرف

یا علی آپ کے کرم کی ہے دہم
اس عنایت سے ہو گیا معلوم

بھیجا شربت برائے قاتل شوم
دوستاں را کجا کئی محروم

تا حشر ہے شبیر کا ماتم باقی
بخشا لو گناہ سال بھر کے اپنے

پر زیست کا عرصہ ہے بہت کم باقی
دو دن ہے رہا اور محرم باقی

زہرا کی ولا میں ہند صادق نکلی
زندان میں جوشب کو آئی تھا شام میں غل

کیا معتقد مخبر صادق نکلی
کاذب کے محل سے صبح صادق نکلی

حاصل جسے آقا کی حضوری ہو جائے
اے صلح علی مجلس پر نور حسین

عصیان کی تیرگی سے دوری ہو جائے
ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہو جائے

احسان نہیں گر بزم عزا میں آئے
گرمی ہی کے دن تھے کہ تمہارے خاطر

آئے تو پناہ مصطفیٰ میں آئے
شبیر دفن سے کربلا میں آئے

جو مجلسِ ماتم میں یہاں روتا ہے ہر فرد گند اُس کی خدا دھوتا ہے
ثابت ہے حدیثوں سے کہ یہ قطرۂ اشک برزخِ حسین کی دوا ہوتا ہے

افسوس کہ جو مالکِ کوثر ہوئے پانی نہ دمِ ذبح میسر ہوئے
ماں چادرِ قلعہ کی ہووے مختار دردِ سرِ زنبُ پ نہ چادر ہوئے

ہر چند ہزار سال آدم روئے یعقوب بھی فرزند کو پیہم روئے
جس دم کیا حاسبانِ قدرت نے حساب سجاد کے رونے سے بہت کم روئے

اے مومنو اس بزم کو توقیر بڑی ہے سرکھولے ہوئے فاطمہ یاں بیٹ رانی ہے
جو جو کہ یہاں آئے ہیں مجرائی ہیں شہ کے مجلسِ نہیں دربارِ حسین ابن علی ہے

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
سادات کو قید اس مہینے میں کیا قیدی کو محرم میں مٹھوا دیتے ہیں

مدارِ امیر ابنِ امیر آتا ہے دربار میں شاہوں کے فقیر آتا ہے
مشتاقِ خنِ خلق چلی سکتی ہے لو مرثیہ پڑھنے کو دیر آتا ہے

جس دل میں محبتِ ولی پیدا ہو سرمایہٴ نورِ ازل پیدا ہو
جب سبجے فکرِ معنی بیتِ اللہ مضمون نہ کوئی سحرِ علی پیدا ہو

بن بن کے ہزار بار آئی دنیا پر ہنجمِ علی میں نہ سہائی دنیا
جس طرح اٹھا یا تھا درِ خیر کو نظروں سے اسی طرح گرائی دنیا

چاہیں جو علی یاس کو امید کریں مردے کو عطا ہستی جاوید کریں
ذرے کو فلک، فلک کو عرشِ اعظم تارے کو قمر، قمر کو خورشید کریں

چاہیں جو علی گدا کو سلطان ہو جائے دیکھیں سوئے صحرا تو گلستاں ہو جائے
مجبور کو مختار کریں قادر ہیں گر مُور کو چاہیں تو سلیمان ہو جائے

جو روضہ میں باریارب ہو جاتا ہے وہ اوج میں لا جواب ہو جاتا ہے
جلا ہے جو شب کو قمر حیدر پہ چراغ وہ صبح کو آفتاب ہو جاتا ہے

حیدر نے دم بذل نہ کیا کیا بخشا قطرے کے طلبگار کو دریا بخشا
قربان مروتِ علی وقتِ اخیر قاتل کو بھی شربتِ گوارا بخشا

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے روشن ہے دہر پر جہاں جاتا ہے
مغرب کی جانب کو ہے قمر حیدر یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

کہنے سے ازاں کے دین سب ملتا ہے پر نامِ علی نہ لو تو کب ملتا ہے
اعدادِ محمدؐ و علیؑ کو کہن لو جب دونوں یہ باہم ہوں تو رب ملتا ہے

سر گشتہ نہ کیوں چرخِ ستمگار پھرے ہے ہے سرِ شہیڈ پہ تلوار پھرے
خورشید نے دیکھا نہ ہو سایہ جس کا دروا دی زینتِ سر بازار پھرے

بانو کو قلق اکبرِ ذبیحہ کے تھے نالے دلِ سوزاں سے بلند آد کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن ہوگا کہتی تھی مسیں بھیگی تھیں دن بیاہ کے تھے

جنت کو چلا بہرِ سلامِ حیدر
آنے دو اسے ہے یہ غلامِ حیدر

نیا سے اٹھالے کے جو نامِ حیدر
وہاں جو رقیبوں نے تو رضوں نے کہا

اس وقت جو غلِ دن میں سوا ہوتا ہے
تن سے سرِ شہپر جدا ہوتا ہے

نہیب نے کہا فضلہ سے کیا ہوتا ہے
وہ بولی کہ میں دیکھ کے آئی ہوں ابھی

اس راہ میں شیعوں کی نجات آساں ہے
سب شیعوں کی نیکی و بدی یکساں ہے

حیدر کا لقب صراط اور میزاں ہے
میزانِ کرم میں اُن کے تلخے ہیں اشک

استحابِ نبی پئے خبر آئے ہیں
اللہ کے گھر سے اپنے گھر آئے ہیں

دروازے پر شیعہ ننگے سر آئے ہیں
یہ روز وہ ہے کہ ہو کے مجروح امام

ان آنکھوں سے شانِ کبریا کو دیکھا
جنت دیکھی جو کربلا کو دیکھا

دربارِ جنابِ مصطفیٰ کو دیکھا
فردوس میں پہنچے جو نجف میں پہنچے

عاشور کے دن سے کیا دن کم ہے آج
دامادِ رسولِ حق کا ماتم ہے آج

مجموعہ کائنات برہم ہے آج
بے صاحب ذوالفقارِ دنیا سے اٹھا

گلزارِ جنان سے مثلِ بو نکلیں گے
پر جب نکلیں گے بآبرو نکلیں گے

گھر چھوڑ کے بہرِ جنت نکلیں گے
اس چاہ میں گرتے تو ہیں بصورتِ دیو

اب تک نہیں طور کچھ رہائی کا ہے
چہلمِ نزدیک میرے بھائی کا ہے

رض میں گلا غلق کی بجائی کا ہے
سالم سے یہ کہتی تھی کہ تو رحم کرا

جنت آخر ہے جامِ کوثر پہلے
آئیں گے نکیرین سے حیدر پہلے

شیعوں کی ہے بخشش دمِ محشر پہلے
مرقد میں سوال سے بھی خاطر ہے جمع

شمعِ لحدِ نبیؐ کا پروانہ ہوں
میں بھی اُسی تسبیح کا اک دانا ہوں

حر کہتا ہے نادانوں سے میں دانا ہوں
واللہ کہ جس سجدہ کے بارہ ہیں امام

پڑھتی تھیں لبِ بام پہ قرآنِ زمیں
کیا وجہ کہ تھی باسرعریاں زمیں

لکھا ہے کہ ایک دن بصدِ شاں زمیں
کہتے ہیں کہ تاظہر نہ نکلا خورشید

کیا اشک تھے کہ دل پہ قابو نہ رہا
اس ہاتھ سے کیا ہو جس کا بازو نہ رہا

شہ کہتے تھے عباسؓ سا مہر نہ رہا
یک دست گئی تاب و توانِ شہیر

آسان نہیں مسئلہٴ مشکل ہے
دوزخ نے کیا کیا جو مرے قابل ہے

سمجھے گا وہ اس رمز کو جو عاقل ہے
میں قابلِ دوزخ ہوں گناہوں سے مگر

کعبہ شریفِ علم کے در سے پایا
لو ہم نے وصیِ خدا کے گھر سے پایا

موٹی جو وہاں حکمِ قدر سے پایا
گودی میں لئے علیؑ کو کہتے تھے نبیؐ

ہے کامِ دہن کو گھرِ انشائی سے
یہ زندہ ہے منقبت سے وہ پانی سے

دل تازہ ہے حیدر کی ثنا خوانی سے
چھلی ہے مری زبان مگر فرق یہ ہے

جس کو دیکھو حسد سے دل پاک نہیں
سینوں میں کدورت کے سوا خاک نہیں

اچھوں کو برا کہنے میں کچھ باک نہیں
کچھ تید نہیں ہے اس میں اپنے ہوں کہ غیر

بانو کہتی تھی میرے جانی اکہڑ برباد ہوئی تیری جوانی اکہڑ
اس فتنہ دہر میں برنگِ لالہ ہے داغِ جگر تیری نشانی اکہڑ

شہ کے رفقار دن میں لڑے جاچکا کے جنت میں گئے تیر و سناں کھا کھا کے
رادی نے لکھا ہے صبح سے ظہر تلک شہ رویا کیے لاش ہر اک لالا کے

جس گھر میں کہ نور ازلی پیدا ہو وہاں کون بھلا بجز ولی پیدا ہو
کعبہ کے پیہر کا اگر ڈھونڈے اسم پیدا ہو جب اس سے تو علی پیدا ہو

خُر کو مدی حرم کا الہام ہوا ہر درد دو الم سرور و آرام ہوا
مسلم ہوا سرور کا ہراول ہوکر حاصل خُر کو کمالِ اسلام ہوا

دردا کہ ملول امام معصوم رہا ہر اہل طمع عمر کا محکوم رہا
مالک ہوا ساحل کا گروہ گمراہ اور آہ امام عصر محروم رہا

مومن کو ہر ایک بکا سے بے زاری ہے واجب شہ میں نائلہ و زاری ہے
جز ماتم نورعین زہرا رونا آنکھیں کہتی ہیں مردم آزاری ہے

ہیں ہند میں کربلا کا دم بھرتے ہیں کشتہ اکسیر کی ہوس کرتے ہیں
کھل جاتا ہے عشق آکے انشاء اللہ اسے خاک شفا تجھ پہ ہم مرتے ہیں

جب کشور دیں خدا نے آباد کیا حیدر کو امیر مغل کا ایجاد کیا
بیعت سے علی کی سونوں کو حق نے اکملت لکم دینام ارشاد کیا

حیدرؑ کی وا میں بے توقف نکلا
اس چاہ میں جو گرا وہ یوسف نکلا

ایماں سے جسے کچھ بھی تعارف نکلا
بے ساق کور کی محبت میں نجات

اپنا بھی اسی نور سے آب و گل ہے
قابل میں ترے ہوں تو مرے قابل ہے

تعمیر جہاں میں نور جو شامل ہے
اس ربط سے جنت کی عدا ہے یہ دیر

ہے نور کا تر کا شب تاریک نہیں
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

معراج نبیؐ میں جانے میں تشکیک نہیں
توسین کے قرب سے یہ ظاہر ہے دیر

حق بندگی حق کا ادا کرتے ہیں
بندے ہیں مگر کارِ خدا کرتے ہیں

حل عقدوں کو شاہِ مل اُتی کرتے ہیں
مارا بھی جلایا بھی نصیری کو دیر

حق کہنے سے ہاں تلخ کلام اپنا ہے
پر کبر و غرور کو سلام اپنا ہے

شریں سختی ہمیشہ کام اپنا ہے
گو مرثیہ خوب نظم کرتے ہیں دیر

طوبیٰ کا علم مبارک حیدرؑ
دیر قدم مبارک حیدرؑ

کعبہ حرم مبارک حیدرؑ
دین دنیا بہشت و کور سب کچھ

ہر شے بخدا جدا جدا روتی ہے
اس نور کو خاک کربلا روتی ہے

شیخ کو سب خلق خدا روتی ہے
ہر دانہ تسبیح ہے ایک قطرہ اشک

پیدا ہوئے واں پہ فعلِ ربانی سے
جس طرح سے بیت مصرعہ ثانی سے

روشن ہے حرم علیؑ عمرانی سے
کامل ہے قد پاک سے یوں بیت اللہ

کلامِ وح

اے اہلِ فلک اوج ہمارے دیکھو
ہے بزم میں نیک اختروں کا جلوس
مضمون بلند کے اشارے دیکھو
چمکے ہوئے دوپہر کو تارے دیکھو

دنیا ہے اداس دن بھی بے نور ہے آج
غربت میں ہوئے شہید امام ہفتم
عالم غم وادندہ سے معمور ہے آج
ہر پختہ کو روزِ عاشور ہے آج

جب فعلِ ابوتراپ ہو جاتا ہے
ہوتی ہے شراب تو نجف میں سرکہ
تقدیر کو انقلاب ہو جاتا ہے
زار کا گنہ ثواب ہو جاتا ہے

بانو نے کہا مر گیا پیارا میرا
سر نیزہ پہ اکبر کا پھرتے ہیں عدو
دنیا سے جواں لال سدھارا میرا
گردش میں ہے ان دنوں ستارا میرا

دی آئینہ دیں کو جلا حیدر نے
جس طرح الگ شام سے ہے صبح یونیں
بخشی رخِ شرع کو ضیا حیدر نے
باطل سے جدا حق کو کیا حیدر نے

یارب جبروتی تجھے زبیدہ ہے
توحید کا کلمہ یہی پڑھتا ہے دبیر
ہر تن ترے سجدے میں سر انگندہ ہے
جو تیرے سوا ہے وہ ترا بندہ ہے

شیعوں نے ماتم کے ثمر اوٹے ہیں
یاں اٹک ریاکی کی بھی قیمت ہے بہشت
ثابت ہے دلا شیعوں دل ٹوٹے ہیں
موتی سچے ہیں جوہری جھوٹے ہیں

جب دہتر ہستی مرا برہم کرنا
برباد نہ جائے میری خاک اے گردون
سیپارہ لایم محرم کرنا
تیار چراغِ بزم ماتم کرنا

مر کر بھی نہ چین زیرِ افلاک ملے
اے خانہ خراب قبر تیری خاطر
اک تارِ کفن نہ خاک سے پاک ملا
کھویا بھی جو نہ جان تو کیا خاک ملا

الفت ہے حبیبِ حق کی آب و گل میں کہتا ہوں علی ہر اک مشکل میں
ہے صدرِ نشین کتبِ بتوں و حنین ہر دم ہے یہ بخ سورہ طاقِ دل میں

اکثر نے جو گھر موت کا آباد کیا صفرائی کو دمِ نزع بہت یاد کیا
لاشے پہ جگر پکڑے یہ کہتے تھے حسینؑ تم نے علی اکثر ہمیں بر باد کیا

چودہ معصوم ہیں درخشاں انجم اوصاف ہیں مہدی کے مگر عقل ہے گم
کیوں ان سے نہ ہو دینِ نبی کا کامل ناقص کہیں ہوتا ہے مہ چار دہم

مرنے کو نمازِ صبح پڑھ نکلے پر سجدہ کے ارماں سے خنجر نکلے
مر کر بھی امامِ واہِ سجدہ کی شکل سرِ رشتہ طاعت سے نہ باہر نکلے

یاد آگئی خنجر کے تلے جب زینبؑ کی شہ نے فغاں ہم سے چھٹی اب زینبؑ
پیاری تھی بہن ایسی کہ مرتے مرتے ” بار کہا شاہ نے زینبؑ زینبؑ

دردا کہ میرا دو جہاں آخر ہے ماتم ہے شروع اور رمضان آخر ہے
یہ ماہِ محرم ہے مگر ببرِ عزا واں عشرہ اول ہے یہاں آخر ہے

جب دردِ زباں نازِ علی ہوتی ہے مصروفِ مددِ روحِ علی ہوتی ہے
غمِ ہم سے جدا ہوتا ہے اور ہم غم سے تفسیرِ سینیکی جلی ہوتی ہے

اونچا نہ ہو سکا حق کے دلی کا ماتم آخر ہوا دامادِ نبیؐ کا ماتم
اس جعد کو ہوتے ہیں دو مہمان و داع اک ماہِ صیام ایک علیؑ کا ماتم

احمدؑ کا وسی اور بہادر حیدر وہ شہرِ علوم ہیں تو ہے در حیدر
داماد و حبیب و جانشین و ہدم ہیں دونوں جہاں گواہ حیدر حیدر

کھا نیزہ کرا جوئی زمیں پر اکٹر بابا پکارا ہو کے مضطر اکٹر
ہلکا تھا عرش رب اکٹر ہے گواہ کہتے تھے حسین جب کہ الہ الہ

بے جرم خطا نئی کا پیارا مارا لشکر پُجن پُجن کے اُس کا سارا مارا
قیدی کیا گھر لوٹ لیا اعدا نے کنبہ پھرتا تھا اُس کا مارا مارا

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہم کو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہم کو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہیں تجھے تو پیتا ہے جان کے دانہ ہم کو

جس گھڑی مسلمِ یکس کا خیال آتا ہے صاحبِ درد کو افسوس کمال آتا ہے
سرتو نیزے پہ چڑھا لاش پھری کوچوں میں ایلچی پر کہیں ایسا بھی زوال آتا ہے

عزیزو آنسو بہاؤ محرم آ پہنچا فلک پہ نالہ خیراتسا بھی جا پہنچا
برائے بخشش لت شہید ہونے کو حسین متصل دشت کربلا پہنچا

بانو نے کہا لال پلنے پایا ارمان مرا کچھ نہ نکلنے پایا
تھی آرزو پاؤں چلنے دیکھوں اس کو اصغر مرا گھٹٹیوں نے چلنے پایا

مرقد میں نہ کیوں شاہ مدینہ پیٹے زہرا تربت میں کیوں نہ سینہ پیٹے
تھے ہاتھوں سے قید خانے میں جب بابا کے واسطے سکینہ پیٹے

ختم شد

رُباعیاتِ مرزا دیر

اس میں

مرزا سلامت علی صاحب دیر اعلیٰ اللہ مقامہ کی
چیدہ چیدہ ۱۸۶ رُباعیات درج کی گئی ہیں،

ناشران

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی - اندرون موچی دروازہ
حلقہ ۷۲ - لاہور

اپنے بچوں کے پڑھنے کے لئے دعا گو سیہ نذر

حمد و نعت و منقبت و سلام اور ذکر مصائب البیت اطہار پر مشتمل کتاب

نور و ظہور

مصنف :- الحاج پروفیسر سید فیض الحسن صاحب فیضی
 مدظلہ العالی "نور و ظہور" ہمارے شعر و ادب کی دُنیا میں
 ایک غیر فانی اور قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ
 اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں
 یکم محرم الحرام - دس محرم الحرام - گیارہ محرم الحرام - تیرہ محرم
 الحرام - بیس محرم الحرام کے نوحہ سینہ زنی -
 عظمت حسین - مرثیہ ۶۲ بند - جو کہ مصائب
 سے بھرپور درج ہیں اور اس میں آیہ مباہلہ کی تفسیر
 بھی نظم میں تحریر ہے۔ آج ہی آرڈر بھیج کر
 طلب فرمائیں۔ سائز ۱۸ x ۲۳ مکھڑائی عمدہ -
 آفٹ چھپائی - کاغذ سفید رنگین سرورق -
 پر یہ مناسب -

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی - اندرون موچی دروازہ لاہور

۱

پروانے کو دھن شمع کو کو تیری ہے
عالم میں ہر اک کو تنگ و دو تیری ہے
مصبح ، نجوم و آفتاب و مہتاب
جس نور کو دیکھتا ہوں ضو تیری ہے

۲

تعرین تشار

قطرے کو گہر کی آبر و دیتا ہے
قدس و کو ، گل کو رنگ و بودیتا ہے
بیکار تشخص ہے ، تصنع بے سود
عزت وہی عزت ہے ، جو تو دیتا ہے

۳

حمد

یا رب خلاقِ ماہ و ماہی تو ہے
بخشدہ تاج و تخت شاہی تو ہے
بے منت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہے جو سب کو یا الہی تو ہے

یا رب جبروتی تجھے زبندہ ہے
 ہر تن ترے سجدے میں غرقِ فکندہ ہے
 توجید کا کلمہ یہی پڑھتا ہے دبیر
 جو تیرے سوا ہے وہ ترا بندہ ہے

معبود کی شانِ بے نیازی دیکھو
 ہر پردے میں حسنِ کار سازی دیکھو
 تر ہو جو یہاں مژہ تو بخشنے وہ گناہ
 اے اہل نظر! پلکِ نوازی دیکھو

غامہ بھی مری طرح سیہ کار نہیں
 یہ مشقِ گنہ کسی کو زہنہار نہیں
 گر خوفِ برابر ہی نہ ہو صاف کہوں
 مجھے سا عامی، خدا سا غفار نہیں

۷

کیا قامتِ احمدؑ نے ضیا پائی ہے
چہرے میں عجب نور کی زیبائی ہے
مُصنّف پہ نہ کیوں فخر ہو اس صورت کو
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

۸

کیوں خامہ سے مشقِ خط پیہر کرتے
بے ملک رقمِ لاکھ وہ دفتر کرتے
فرمایا سفید رُو، سیاہ کاروں کو
کاغذ کو سیاہ رُو، وہ کیونکر کرتے

۹

آدمؑ نے شرفِ خیرِ بشر سے پایا
رشتہ ایمان کا اس گہر سے پایا
دو مہم محمدؐ سے جہاں روشن ہے
مضمون یہ دلِ شمس و قمر سے پایا

تسلیم نبیؐ کو ہر سیلماں خم ہے
خاتم ہے لقب، زیرِ نگیں عالم ہے
سائے کی سیاہی نہ رہے کیونکہ دُور
خاتم ہے۔ مگر نور کی یہ خاتم ہے

معراج نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نور کا ترش کاشپ تاریک نہیں
قوسین کے قُرب سے یہ ثابت ہے دیر
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

یسین کو یسین کر جو قضا کرتے ہیں
حق اَلْفِت احمد کا ادا کرتے ہیں
یسین ہے نبیؐ کا نام سوزِ ع کے وقت
اس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

کیا قامتِ زہراؤ علیٰ زیبا ہیں
ایمان کے گویا دو الف یکجا ہیں
ان دونوں کے فرزند ہیں گیتِ رُہِ معصوم
جیسے دو الف سے یازدہ پیدا ہیں

کونین پہ خالق کا ولی غالب ہے
ایمان ہے رُوح، اور علیٰ قالب ہے
اللہ ہے مطلوب، نبی طالب ہے
کیا ذاتِ علیٰ ابن ابی طالب ہے

حل عقدوں کو شاہِ ہل اتی کرتے ہیں
حق بندگی حق کا ادا کرتے ہیں
مارا بھی جلایا بھی نصیر ہی کو دبیر
بندے ہیں۔ مگر کارِ خدا کرتے ہیں

یا شاہ نجف فراغتِ دنیا دو
دُنیا نہ فقط لوں گا معِ عقیقہ دو

یا دولتِ دوسرا دو یا بہرِ سوال
اپنا سا کریم دوسرا بتلا دو

دیکھوں جو ہیں حیدر کا مزار آنکھوں سے
گر جائے بہشت کی بہار آنکھوں سے

لاقی ہے صبا جو شرمہ غاکِ نجف
تعظیم کو اٹھتا ہے غبارِ آنکھوں سے

کینا ہے عیسیٰ ریتِ مِلا کا بندہ

میں ہوں احسانِ مُرتضا کا بندہ

گر سچ ہے اَلْاِنْسَانُ مُبْتَلٰی اِلَاحْسَانِ

بندہ ہے نصیری کے خدا کا بندہ

۱۹

بن بن کے ہزار بار آئی دُنیا
 پر چشمِ علیؑ میں نہ سمائی دُنیا
 جتنا کہ اٹھایا درخبر کو بلند
 نظروں سے اُسی قدر گرائی دُنیا

۲۰

دیکھوں گا جو میں چہرہ تابانِ علیؑ
 جاں و قتِ فنا کروں گا قربانِ علیؑ
 گو جاؤں گا دُنیا سے تھی دستِ دِیر
 کیا غم ہے کہ دستِ من دوامانِ علیؑ

۲۱

سب کے درِ دولت سے تم اکراہ کرو
 ہاں گھر میں درِ علویم کے راہ کرو
 کعبہ درِ خیدر ہے نہ ششدر ہو دِیر
 جاؤ بیٹھو بھی ! اللہ اللہ کرو

۲۲

✓
 رہ جاتا ہوں اُنکشت بدنیاں ہو کر
 حیدر کہ کہا ابر، سخن داں ہو کر
 مانا کہ گہر بخش ہے۔ نیساں بھی مگر
 وہ دیتا ہے رورو کے یہ خنداں ہو کر

۲۳

ہیں سایہ سدرہ میں غلامانِ علیؑ
 سدرہ ہے اُنہیں سر و خرامانِ علیؑ
 ملتی ہے پناہ گوشہ گیر میں دیر
 سو ہم نے لیا گوشہ دامانِ علیؑ

۲۴

نئی شان کا سراپا

ایمان ہے دل، قبلہ علیؑ کا رُو ہے
 اور سلسلہ شرع ہر اک گیسو ہے
 آنکھیں حنینؑ اور زبان ہے قرآن
 خود ہے وہ ید اللہ، نبیؐ بازو ہے

۲۵

جبریلؑ نے دیکھا تھا جو تارا پہلے
 اُس سے بھی امام تھا ہمارا پہلے
 آئے جو برائے سیرِ دنیا میں علیؑ
 اللہ نے اپنے گھر اُتارا پہلے

۲۶

کہنے سے اذال کے دین سب ملتا ہے
 پر نامِ علیؑ نہ لو تو کب ملتا ہے
 اعداؤِ مُحمّدؐ و علیؑ کو گن لو
 یہ دونوں جو باہم ہوں تو رُب ملتا ہے

۲۷

محمّدؐ کسی کو نہ سخی نے رکھا
 نے مال نہ زرِ حق کے ولی نے رکھا
 کیا زہد ہے، کیا فیض کہ رغبت سے کبھی
 روزے کے سوا کچھ نہ علیؑ نے رکھا

۲۸

کیا لام علیؑ سے معرفت حاصل ہے
 یہ لام دل بادشہ عادل ہے
 قرآن کے سی پارے ہیں اور لام کے تین
 قرآن بلا فرق علیؑ کا دل ہے

۲۹

حیدر کو جو خالق کا ولی کہتا ہے
 شہاباش قدیر ازلی کہتا ہے
 کہتے ہیں نصیری تو علیؑ کو اللہ
 بندہ اللہ کو علیؑ کہتا ہے

۳۰

کہے کائناتیں علیؑ کے در سے پایا
 معدن ایمان کا اس گہر سے پایا
 پہلے تو علیؑ طے خدا کے گھر سے
 پھر ہم نے خدا کو ان کے گھر سے پایا

۳۱

گلگشتِ نجف کو جب قدم اٹھیں گے
تب دل سے غبارِ درد و غم اٹھیں گے
بیٹھیں گے در علیؑ پہ جا کر جو دبیر
جنت کا قبالہ لے کے ہم اٹھیں گے

۳۲

مدح نجف

کعبے کی طرح نجف بھی نورانی ہے
ان دونوں کا معمار ازل بانی ہے
مدفن ہے نجف علیؑ کا کعبہ مولد
یہ بیتِ خدا کا مصرعِ ثانی ہے

۳۳

خورشیدِ سرشام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیر پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب تو ہے قبرِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

۳۴

روشنے میں جو باریاب ہو جاتا ہے
وہ آوج میں لا جواب ہو جاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبر حیدر پہ چراغ
وہ صبح کو آفتاب ہو جاتا ہے

۳۵

ہر عیش نجف میں خواب ہو جاتا ہے
ہر عطر حیا سے آب ہو جاتا ہے
روشنے میں یہ تازگی ہے جو شمع کا گل
گرتے گرتے گلّاب ہو جاتا ہے

۳۶

خانہ کعبہ میں ملا جلا ایتر

مولد جو وہاں حکمِ قدر سے پایا
کعبہ نے شرفِ علیؑ کے در سے پایا
ہاتھوں پہ لئے نبیؐ یہ کہتے نیکے
لو ہم نے وحیِ خدا کے گھر سے پایا

۳۷

بے پانوں مہم نجف کی یارب سر ہو
 بے نطق بیاں مدحِ علی فر فر ہو
 آنکھیں نہ ہوں پر نگاہ مولا پہ ہے
 دل ہو کہ نہ ہو پر اُلفت حیدر ہو

۳۸

سائے میں نجف کے آسماں بستے ہیں
 خوشبو وہ ہے جو بارِغِ جناں بستے ہیں
 تائیدِ خدا جو خضرِ منزل ہو دبیر
 چل بیسے وہاں علیؑ جہاں بستے ہیں

۳۹

دتر ہے علیؑ کا ہر بشر سے پایا
 اس خیرِ بشر کو پاک شر سے پایا
 کعبہ میں حیات اور مسجد میں وفات
 پایا جو کچھ خدا کے گھر سے پایا

۴۰

رُوقبَلہ کی جانب ہو تو دل سوئے علیؑ
 سونگھوں جو پھول آئے خوشبوئے علیؑ
 آئینہ میں، آب و خواب میں، پتلی میں
 یارب ہر شکل سے دکھاؤئے علیؑ

۴۱

انجم نے شرف نورِ قمر سے پایا
 اور ماہ نے خورشیدِ سحر سے پایا
 اس قافیہ و ردیف کا ہے فیضِ دبیر
 جس نے پایا ہمارے گھر سے پایا

۴۲

کعبہ ہی فقط نہ مولدِ حیدر ہے
 مسجدِ مقفل ہے عرشِ حق منظر ہے
 ہر دل میں ہے یاد اُس کی اللہ اللہ
 جو گھر ہے خدا کا وہ علیؑ کا گھر ہے

سُنِّتِ جَنَابِ طَلِیْقِ الرَّهْمٰ

۴۳

مَعصُومۂ جَوْ شَغْلِ اَسِیَا کَر تِی تھیں
 حیدر کی اطاعت میں قَدَمِ دھرتی تھیں
 تَقْسِیمِ عَلٰی کَر تے تھتے روزی ہر صُبح
 گندم سے یہ پتھر کا شِکَم بھرتی تھیں

۴۴

کیا صَاحِبِ فُقَرِ بِنْتِ پیغمبر ہے
 عَفّت ہے لباس، نُوْرِ حَقِّ زیور ہے
 فَضْل ہے کُنِیز اور ابو ذر ہیں غلام
 گھر میں یہ برائے نام سِیمِ وزر ہے

۴۵

مدح امام حسنؑ

قُرْبَانِ حَسَنؑ کے رُوحِ نُوْرانی پر
 رُویت ہے مہِ عید کی پیشانی پر
 یوں شانِ عَلٰی ختم ہے ان پر جیسے
 مَطْلَعِ ہو تمام مَصَدَعِ ثَنائی پر

۴۶

علم و ہنر و فضل کا مجمع ہے حسن
خوبی و نیکوئی کا مرقع ہے حسن

دیوانِ امامت میں ہیں بارہ بیتیں
مطلعِ حیدر ہیں حُسنِ مطلع ہے حسن

۴۷

نامِ حسینؑ

”ح“ نام میں ہے حق کی حمایت کیلئے
اور ”سین“ ہے سائل سے سخاوت کیلئے

ہیں نامِ حسینؑ میں بھی کیا خوب حروف
”می“ ”نون“ ہے تاریخِ شہادت کے لئے

۴۸

درجِ امام حسینؑ

مُحْتاجوں کو اغنیاء نے زربخشا ہے
درماندوں کے آرام کو گھربخشا ہے

احمد کے نواسے کی سخاوت دیکھو
دُشمن کو رو دوست میں مہربخشا ہے

۴۹

خوشنود علیٰ و شہِ لولاک ہوئے
 زہرا و حسنؑ کے دل فرخناک ہوئے
 اکٹ حسنؑ حسینؑ کی ولادت کا یہ ہے
 لو آج بہم پہنچتے پاکٹ ہوئے

۵۰

نیزے پہ سرشہ سے سحقی حشمت پیدا
 تھا جلوہ خورشید قیامت پیدا
 نیزے پہ وہ سر تھا سب سروں کے آگے
 تھی بعد فنا شانِ امامت پیدا

۵۱

خار و گُل و بوستان و صحرا دیکھے
 نیزنگ شب و روز کے کیا کیا دیکھے
 اب قبر حسینؑ چل کے تو دیکھ دیر
 دنیا دیکھی اور اہلِ دُنیا دیکھے

۵۲

جو روضہ شاہِ کربلا تک پہنچا ✓
 معراج ہوئی عرشِ علاتک پہنچا
 کیا قُرب ہے اللہ کا اللہ اللہ
 پہنچا جو حسینؑ تک خدا تک پہنچا

۵۳

لوح و قلم

غم لوح و قلم کو شہِ فریجاہ کا ہے
 فرمانِ ازل سے یہی اللہ کا ہے
 جب سے کہ لکھا نام حسینؑ مظلوم
 نقشہ قلمِ دوات میں اہ کا ہے

۵۴

اک دل ہے دبیرِ لاکھ اربانوں میں
 حسرت ہے کہ ہوں شاہ کے دربانوں میں
 نکلے قفسِ تن سے جو واں طائرِ رُوح
 ہو گر و چہل چرخِ پروانوں میں

۵۵

سیاہ لباس کعبہ

ہر چند ہزار رنگ عالم بدلے
ممکن نہیں تاثیرِ محترم بدلے
باقی ہے ابھی دعویٰ خونِ شبیر
کعبہ کیونکہ لباسِ ماتم بدلے

۵۶

اشتقاقِ زیارتِ درجہ کربلا علی

گل ہو نہ چراغِ عمرِ جلتے جلتے
ہو جائے نہ چھانوں دھوپ ڈھلتے ڈھلتے
چلنا ہے تو چل جلد زیارت کو دیر
آ جائے نہ موت راہ چلتے چلتے

۵۷

درجہ پنجن پاک

ہو پیر و پنجتن کہ رہبر یہ ہیں
تن پانچ ہیں پر یک دل و یکسر یہ ہیں
ہوتے ہیں صدف میں پانچ موتی بالکل
ایمان کی صدف کے پانچ گوہر یہ ہیں

مدح امام عصر ع

۵۸

اعجازِ امامِ انس و جن روشن ہے
 ہر دم ہیں جواں یہ حالِ بنِ روشن ہے
 مہدیٰ ہیں نہاں، نورِ ہدایت ہے عیاں
 خورشید تو بدلی میں ہے دنِ روشن ہے

ولادتِ شبِ نیرِ شہان

۵۹

کیا مرتبہ قائمِ القیامت کا ہے
 بس خاتمہ آقا پہ عدالت کا ہے
 ہے نصفِ مہینہ ادھر اور نصفِ ادھر
 انصاف یہ ایک شبِ ولادت کا ہے

۶۰

مہدیٰ پہ فدا کُل کے شہنشاہ یہ ہیں
 فرمان وہ کائناتِ اللہ یہ ہیں
 اعداد ہیں مہدیؑ و دہن کے یکساں
 گویا دہنِ قدرتِ اللہ یہ ہیں

۶۱

قائم دائم امام انس و جان ہے
 دوران محکوم مہدی دوران ہے
 کیا خوب ہے یہ غیبتِ مولا کی دلیل
 وہ جان ہے پنجن کی جاں پنہاں ہے

۶۲

مہدی کو امام حق مانتے ہیں
 چھپتا نہیں حق لوگ بجا کہتے ہیں
 غیبت میں ہے یوں صدقِ امامت جیسے
 بے دیکھے خدا کو سب خدا کہتے ہیں

۶۳

یاشاہِ نجف وہ نیک خو تیری ہے
 نکہت مشہور وہ چار سو تیری ہے
 تو ہے گلِ دین مہدی ہادی ہیں گواہ
 قائم چمن دہر میں بو تیری ہے

۶۴

احسان ہیں چار وہ کے انس و جن پر
 واجب ہے ولا ان کی ہر اک مومن پر
 ہیں اول و آخر دو محمدان میں
 ختم ان پر نبوت ہے امامت ان پر

۶۵

جامع سیپاروں کا جو رحمان ہوا
 چودہ معصوموں کا شاخوآن ہوا
 سورے مصحف کے ایک سو چودہ ہیں
 کابل چودہ سے رمل کے قرآن ہوا

۶۶

کیوں محبت یداللہ سے نہ قیوم ملے
 چودہ طبق اس نام کے محکوم ملے
 ”دس“ ”یا“ کے ہیں اور ”وال“ یداللہ کے چار
 اللہ کے ساتھ چودہ معصوم ملے

۶۷

اُربح کُتبِ خالقِ غفار آئے
چودہ کے گواہ رُتبہ یہ چار آئے

تا ہوں عدد چار وہ معصوم تمام
الحمد کے سات آئے دُوبار آئے

۶۸

مجلس ہے حضور آئیے بسم اللہ
تشریف شریف لائیے بسم اللہ
کل حشر میں بھی کہوں گا انشاء اللہ
دُرِ غلہ کا وابے چائیے بسم اللہ

۶۹

گر اس پہ غبارِ غم سرور بیٹھے
اغلب ہے ابھی فلکِ زمین پر بیٹھے
حقاً کہ گراں ہے سُغنِ قتلِ حسینؑ
اس ذکر میں آواز نہ کیونکہ بیٹھے

۷۰

کس مرتبہ خستہ و خمزیں ہے آواز
ہاں تعز یہ دار شاہ دیں ہے آواز
نکلے نہ اگر کُنج دہن سے ہے بجا
ماقم کے ہیں دن سوگ نشین ہے آواز

۷۱

ماقی لباس

موجوں کو غم شاہ میں بیتابی ہے
ہر چرخ میں آسمان دولابی ہے
کیوں مردم دیندار سیہ پوش نہ ہوں
ہر بحر کے بُر میں جامئہ آبی ہے

۷۲

آقا سے کہیں کرتے ہیں دُوری بندے
شیعہ ہیں حسینؑ کے حضوری بندے
کیا خوب کھلے سیاہ پوشی کے رمز
اللہ کے سائے میں ہیں نوری بندے

۷۳

ہے ماتم اہلبیتؑ میں بیت اللہ
 پوشش ہے سیاہ سنگِ اسود ہے گواہ
 زمزم نہ کہو کعبہ ہے گریاں وائے
 سمجھو نہ ستون ہے کششِ نالہ و آہ

۷۴

کچھ کام کی یہ آہ نہیں واہ نہیں
 ارشادِ خدا سے کون آگاہ نہیں
 کثرت ہو کہ قلت ہو مجالس میں دبیر
 ناحق ہے جو قربتِ الٰہی اللہ نہیں

۷۵

کیا فکرِ دوا خاکِ شفا کے ہوتے
 چاندی کی تلاشِ یکمیا کے ہوتے
 خاموشِ خلافِ بندگی ہے یہ دبیر
 بندوں سے کہوں حالِ خدا کے ہوتے

توکل

۷۶

رونے کا غم شہ میں ہمیں فرماں ہے
 دل و ارغ عزا سے چمن رضواں ہے
 ماتم کے لئے سینے پہ زخم نشتر
 گل یہ بھی ہے لیکن گلِ نافرماں ہے

۷۷

اشکِ غم شبیرِ دُرِ بیکتا ہے
 ہر دیدہ حق ہیں سے یہ دُرِ پیدا ہے
 بے اشکِ عزا آبروئے چشم ہے خاک
 پانی نہ ہو جس میں وہ کنواں اندھلے

۷۸

آنکھیں ہیں غم شاہ میں رونے کے لئے
 دل حق نے دیا طول ہونے کے لئے
 دھوتے ہیں ہر ایک شے کو پانی سے مگر
 آنسو ہیں فقط گناہ دھونے کے لئے

۷۹

زاد جو بخیل ہے سقّر پائے گا
فاسق جو سخی ہے غلہ میں جائے گا
دیے گوہر اشک لے دے زہرا
غافل یہ دیا لیا ہی کام آئے گا

۸۰

گھر غلہ میں مجلسوں کے جانے سے ملا
قصر گہر اشکوں کے بہانے سے ملا
ہر چشم کے چشمہ سے ہے ظاہر یہ دبیر
کوثر مردم کو اس بہانے سے ملا

۸۱

عصیاں کا فرمانِ معافی نہ ملا
کہ عمر تلف وقتِ تلافی نہ ملا
کس کس سے کیا گنہ کے درماں کا سوال
بجز خاکِ شفا جوابِ شافی نہ ملا

۸۲

عیسیٰ وہ ہے اس غم میں جو آزاری ہے
 ہر عارضے کا علاج یہ زاری ہے
 نایاب ہے اس بزم میں جنس عصیاں
 زاری کے سبب یہ گرم بازاری ہے

۸۳

اے تربتِ پاکِ دم ترا بھرتے ہیں
 کشتے اکسیر کی ہوس کرتے ہیں
 کھل جاتا ہے عشق آ کے انشاء اللہ
 اے خاکِ شفا تجھی پہ ہم مرتے ہیں

۸۴

آفتاب

سب کو غمِ شہ میں صرفِ شیون سمجھو
 تارے دلِ آسمان کے روزن سمجھو
 خورشید نہیں چرخِ چہارم پہ نمود
 دایرِ جگرِ میحِ روشن سمجھو

۸۵

دیکھو شرفِ مجلسِ غم آنکھوں سے
 رفتار میں لوکارِ قدم آنکھوں سے
 ریکھو ادبِ آشکوں سے کہ اُن کو ہے یہ فخر
 سب آتے ہیں یاں پانوں سے ہم آنکھوں سے

۸۶

شاہِ ملک و خور کی مجلس یہ ہے
 تاجِ سرِ جمہور کی مجلس یہ ہے
 ہوتی ہے گناہوں کی سیاہی زائل
 واللہ عجب نور کی مجلس یہ ہے

۸۷

اعدا کو ادھر حرام کا مال ملا
 خُر کو اسد اللہ کا ادھر لال ملا
 واللہ! گلاہِ سرِ عالم ہوا خُر
 حلیہ ملا معصومہ کا رومال ملا

۸۸

گر مہرِ امام دوسرا حاصل ہو
گو درد ہو لا ذوا۔ دوا حاصل ہو

اس دم ہو مددگار گر احمد کا لال
واللہ! کہ دیر مدعا حاصل ہو

۸۹

واللہ کہ طاری رسا خر کو بلا
سردارِ امام دوسرا خر کو بلا

گھر خر کا ہوا احمد مرسل کا دل
خور و ارم و محلہ صلاح کو بلا

۹۰

آرامِ دل حرم کا معذورم ہوا
کم عمر کا حال مرگ معلوم ہوا

دود آگلا، لہو ڈالا، ڈرا کھلا کر سہم
اور سرد دہ معصوم کا معصوم ہوا

۹۱

حُر کو مددِ نِرم کا اِلہام ہوا
 ہر درد و المِ سُور و آرام ہوا
 مُسلم ہوا سرور کا ہر اول ہو کر
 حاصلِ حُر کو کمالِ اسلام ہوا

۹۲

درد ! کہ طولِ امامِ معصوم رہا
 ہر اہلِ طبعِ عمر کا محکوم رہا
 مالک ہوا ساحلِ کا گروہ گمراہ
 اور آہ ! امامِ عصرؑ محروم رہا

۹۳

جب بختِ بنِ قین نے زینتِ بخشِ
 زینبؑ نے تشفیٰ تب بشفقتِ بخشِ
 تیغیں بُزِ تن، جہیں شق، جہاں بے چین
 جنتِ بخشِ نبیؐ نے جنتِ بخشِ

(حضرت م)

۹۴

متعلق واقعاتِ کربلا

حُر کا شہِ مظلوم سا آقا ہے کون
 حُر سا شہِ لبِ تشنہ پہ شہید ہے کون
 ایسا ہی ملا کہ پھر نہ معلوم ہوا
 قطرہ ہے کون، اور دریا ہے کون

۹۵

حُر کو کیا بخت کبریا نے بخشا
 یہ نام اُسے بختِ رسا نے بخشا
 جب عُذرِ گنہ کرتا تھا، کہتے تھے حسینؑ
 میں نے بخشا، مرے خدا نے بخشا

۹۶

لاکھوں سے لڑائی میں نہ حُر بند ہوا
 یاں تک کہ جدا تیغ سے ہر بند ہوا
 جب آنکھ ہوئی بند تو یوں لا کیا غم
 راضی تو ید اللہ کا دلبند ہوا

۹۷

یتیموں سے جدا کر کا جو ہر بند ہوا
 قُربِ پسرِ فاطمہ وہ چند ہوا
 بہرِ دل صد چاکِ جگر بند بتول
 مہمان کا بند بند پیوند ہوا

۹۸

خُر و دل سے تصدقِ شہِ ذی جاہ پہ تھا
 پہ وادہ چراغِ اسد اللہ پہ تھا
 آیا جو فدا ہونے کو کہتے تھے حسین
 روکی تھی مری راہ مگر راہ پہ تھا

۹۹

حضرت عون و محمد

خورشید و قمر کا ایک مطلع دیکھو
 سعدین کا اک بُرج میں مجمع دیکھو
 دیتا ہے ندا عون و محمد کا جمال
 طیار ہے جعفری مرقع دیکھو

۱۰۰

بیٹوں نے رو حق میں جو سر بخش دیا
 زینبؓ نے حق اپنا سر بسر بخش دیا
 بولے جو دم نزع کہ اماں! پانی
 پانی تھا کہاں، دودھ مگر بخش دیا

۱۰۱

حضرت عباسؓ

دونوں کے شرف سے ہم خبردار ہوئے
 ایسے نہ علم دار نہ سردار ہوئے
 دریا پر گرے کٹ کے جو عباسؓ کے ہاتھ
 دنیا سے حسینؑ و ست بردار ہوئے

۱۰۲

دریا سے سکینہؓ کا جو سقا نکلا
 سقائی کا ارمان نہ اصلا نکلا
 پانی میں ملا لہو جو بہہ کر تو کہا
 دریا بھی مرے خون کا پیاسا نکلا

۱۰۳

دریا سے تو بیزار تھے تو بیشک عباسؑ
مدفن وہاں کیوں سمجھے مُبارک عباسؑ
یہ رُمز ہے پیاسے جو ہوئے قتل حسینؑ
دریا پہ گواہی کو ہیں اب تک عباسؑ

۱۰۴

ہمت میں نہ عباسؑ کا تھا ثانی ایک
اعدائے نہ بات اُن کی مگر مافی ایک
شانے سے بہایا خونِ مشکیزے سے آب
سُتے کا کیا آہ ! لہو پانی ایک

۱۰۵

عباسؑ ہیں رشکِ ملک انسانوں میں
پر ہیں عوضِ دستِ کٹے شانوں میں
پر کھولے ہوئے کہتے ہیں قبرِ شہ پر
ہم بھی ہیں اسی شہ کے پروانوں میں

۱۰۶

گھٹتے ہیں گنہ، عز و شرف بڑھتے ہیں
 زائرِ صلوات ہر قدم پڑھتے ہیں
 مرنے پہ بھی ہے شوقِ علمداری شاہ
 عباس کے روضہ میں علم چڑھتے ہیں

۱۰۷

عباس کے غم میں چشمِ سرورِ دم تھی
 حالتِ شہِ بیکیں کی عجب اُس دم تھی
 اشک آنکھوں میں اور زبان پہ عباس کا نام
 رُخِ زرد، کمر پہ ہاتھ گردن خم تھی

۱۰۸

ظاہر میں تو دریا پہ علم دار گئے
 باطن میں وہ کوثر کے طلب گار گئے
 تھایں دریا ئے شہادتِ حائل
 دو ہاتھ میں اس پار سے اُس پار گئے

۱۰۹

بعضوں کا حریر بے شکن تکیہ ہے
یا بابِ سلاطینِ زمنِ تکیہ ہے
میں بندہ درگاہِ جنابِ عباسؑ
اپنا تو دبیر یہ سخنِ تکیہ ہے

۱۱۰

کبرئے بولی کہ خوب ارمان نکلتے
مرنے کے لئے قائمِ ذیشان نکلتے
دیکھے تھے جو کچھ بیاہ کے سامان شب کو
وہ صبح کو سب خواب پریشان نکلتے

۱۱۱

اکبرؑ نے جوانی کو برباد کیا
یثرب کو تباہ، رن کو آباد کیا
ہچکی جو اجل کی آئی، بابا سے کہا
شاید مری صغر نے مجھے یاد کیا

۱۱۲

جب پشت سے نوک نیزہ باہر نکلی
 بکٹھا ہے تڑپ کے رُوح اکبر نکلی
 تھراتے تھے کھینچنے میں شبیر کے ہاتھ
 پھر آہ ! سناں جگر سے کیونکر نکلی

۱۱۳

یہ پیاس سے رن میں ہوئے اکبر بیتاب
 کھلا کے ہوا زرد گل باغ شباب
 بولے جو حسینؑ آئیں کمک کو تو کہا
 بابا یہ کمک ہے یہ کمک ہے آب آب

۱۱۴

حضرت علیؑ اصغرؑ

ماں کہتی تھی دُودھ پینا بھولے اصغرؑ
 دُنیا میں نہ تم پھلے نہ پھولے اصغرؑ
 لہرائیں گے تابہ زلیست میرے دل پر
 سنبل سے ترے بال جھنڈولے اصغرؑ

۱۱۵

بانو کو قلق اکبر فوجاہ کے تھے
 شعلے دل سوزاں سے بلند آہ کے تھے
 گر پوچھتا تھا کوئی کہ سن کیا ہوگا
 کہتی تھیں مٹیں بھیگتیں دن بیاہ کے تھے

۱۱۶

جس دم ہوا اقربا کو فرمانِ امام
 پڑھ پڑھ کے نمازیں ہوئے قربانِ امام
 ہر روز ہیں رکعتیں نمازوں کی گواہ
 مارے گئے سترہ عزیزانِ امام

۱۱۷

سجائو پہ زورِ تپ نقاہت میں رہا
 جُز رنج کوئی پاس نہ آفت میں رہا
 زنجیر کو لغزشِ محق ہر اک گام، مگر
 ثابت قدم آبلہ رفاقت میں رہا

۱۱۸

تصویر

ہے گرم زمین، پاؤں جلے جاتے ہیں
 رخصت پہ آنسو بھی ڈھلے جاتے ہیں
 اس دُھوپ میں پہنے ہوئے بیڑی عابد
 تلواروں کے سائے چلے جاتے ہیں

۱۱۹

عابد نے سوائے خاکِ بستر نہ رکھا
 تپ میں سرِ بالین شفا سر نہ رکھا
 زندان میں نبض ہتکڑی نے دیکھی
 جُز داغِ کسی نے ہاتھِ دل پر نہ رکھا

۱۲۰

تصویر

گوفے کو چلے تو چشمِ عابد غم تھی
 حلقے میں لے ہوئے سپاہِ غم تھی
 زنجیرِ کمر میں اور قدم میں چھالے
 گردن میں تھا طوق اور گردن غم تھی

۱۲۱

در پیش قلق برہنہ پائی کاہے
 سر نیزے پر شاہ کر بلائی کاہے
 سب رنج ہیں عابد کو مگر کاہش جاں
 صدمہ زینٹ کی بے ردائی کاہے

۱۲۲

عابد کہتے تھے آسے ٹوٹ گئے
 باغی چین فاطمہ سب ٹوٹ گئے
 خواب و خورش و تاب و توان، صبر و قرار
 سب ہم سے چھٹے جب سے پد چھوٹ گئے

۱۲۳

بارہ تھے اسیر ایک رستی میں تمام
 اور جاتے تھے پیش پیش عابد ناکام
 ہم رتبہ تبیع نہ ہو کیوں وہ رسن
 جس کا امام ہو دو عالم کا امام

۱۲۴

جو مر گئے دُنیا میں وہ سب دفن ہوئے
 اَلَا نَہِ حَیْنُ تَشْنُہِ لَبِ دَفْنِ ہوئے
 عاشور سے چہلم کا تفاوت دیکھو
 کب قتل ہوئے حَیْنُ کب دفن ہوئے

۱۲۵

جب سے کہ فلک پہ صبح صادق نکلی
 کب ہند سے آفاق میں صادق نکلی
 نکلا سپہ شام میں حُر مومن پاک
 یہ شام میں پنجتن کی عاشق نکلی

۱۲۶

زہرا کی ولایت ہند صادق نکلی
 یہ شام میں مثل صبح صادق نکلی
 لکھا ہے کہ سر ننگے محل سے اپنے
 بہر حُریم مخبر صادق نکلی

۱۲۷

دعوائے ولا میں ہند صادق نکلی
 کب مُعقّد مُخْبِر صادق نکلی
 زنداں میں جو شب کو آئی تھی شام میں غل
 کاذب کے محل سے صبح صادق نکلی

۱۲۸

شاہد ہے وفا پہ داستانِ شیریں
 شیریں نے فدا کی شہ پہ جانِ شیریں
 شپیر کے ہے وعدہ صادق کا بیاں
 گویا مرے مُنہ میں ہے زبانِ شیریں

۱۲۹

بلیل یہ زمانہ ایک گل کا نہ ہوا
 محکوم آئو و رسل کا نہ ہوا
 بندوں کو عبث خیال یکتائی ہے
 اللہ پر اتفاق کُل کا نہ ہوا

۱۳۰

جو علم معانی و بیایاں کو سمجھے
البتہ دبیر کی زبان کو سمجھے
کیا دادِ بلند می سخن اُس سے بھلا
کیساں جو زمین و آسماں کو سمجھے

۱۳۱

کب غیر کے مضمون پہ خیال اپنا ہے
الہامِ خدا شریکِ حال اپنا ہے
اک یہ بھی ہے اعجازِ آئمہ کا دبیر
دُنیا میں سخنِ سحرِ حلال اپنا ہے

۱۳۲

شیریںِ سخن، ہمیشہ کام اپنا ہے
حق کہنے سے ہاں تلخِ کلام اپنا ہے
گو مرثیہ خوب نظم کرتے ہیں دبیر
پرِ کبر و غرور کو سلام اپنا ہے

۱۳۳

ہے سست کو چست پر کلام اپنا ہے
 لا ریب خطا پوش امام اپنا ہے
 جو بند کے بند قطع کر لیتے ہیں
 اُن مرثیہ گویوں کو سلام اپنا ہے

۱۳۴

افسوس مری قدر نہ جاہل سمجھے
 سمجھایا تو نقطہ مقابل سمجھے
 معنی ہیں۔ یہی نزاع لفظی کے دبیر
 خاموش جو ہم ہوئے تو قائل سمجھے

۱۳۵

کس خوابِ تنافل میں یہاں سوتا ہے
 کیوں مفت متاعِ زندگی کھوتا ہے
 تو حق سے لگا کہ صبح پیر ہی آئی
 ہشیار چراغِ عمر گُل ہوتا ہے

محبت احباب

۱۳۶

ہم چشم بہت کم آشنا ہوتے ہیں
 کب مردم دیدہ ایک جا ہوتے ہیں
 یہ مجمع احباب غنیمت ہے دبیر
 اک بات میں دونوں کب جدا ہوتے ہیں

عصائے پیری

۱۳۷

پیری سے جو دال قد میں خم اور ہوا
 دم تیز رو ملک عدم اور ہوا
 سمجھو نہ عصا سوئے عدم جانے کو
 دو پانوں تو تھے ایک قدم اور ہوا

فوائد سفر

۱۳۸

پہنچا جو کمال کو وطن سے نکلا
 قطرہ جو گہر بنا عدن سے نکلا
 تکمیل کمال کی غریبی ہے دلیل
 پختہ جو ثمر ہوا چمن سے نکلا

۱۳۹

پیش اُمرا طالب زر جھکتے ہیں
 سجدے کی طرح مگرے کو سر جھکتے ہیں
 سنجیدہ ہیں یہ لوگ ترازو کی طرح
 ہے مال سوا چدھر اُدھر جھکتے ہیں

۱۴۰

ناداں کہوں دل کو کہ خردمند کہوں
 یا سلسلہ وضع کا پابند کہوں
 اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے دیر
 بندوں کو میں کس مُنہ سے خداوند کہوں

۱۴۱

دُنیا زنداں ہے جائے آرام نہیں
 گہوارہ بحر گردشِ ایام نہیں
 آنکھوں میں سپیدی و سیاہی کی طرح
 چمکی جو پلک صبح نہیں شام نہیں

۱۴۲

ہاں بلبُلِ سدِ رہِ شورِ تحسین ہو جائے
وہ نظم پڑھوں کہ بزمِ رنگین ہو جائے
پہلِ نقطے ہوں پھولِ حرفِ طوبیٰ مصرع
فردوسی اگر آئے تو گلچیں ہو جائے

۱۴۳

شہرہ جو مرے کلام کا ہر سُوئے
یہ باعثِ رشکِ حاسدِ بد خوئے
یہ جوہرِ ذاتی ہے چھپاؤں کیونکہ
خورشید میں روشنی ہے گل میں بوئے

۱۴۴

صد حیف کہ پہلے سے نہ ہشیار ہوئے
آرامِ محسوس کے نہ طلب گار ہوئے
ہنگامِ اجل آنکھ کھلی غفلت سے
جب سونے کا وقت آیا تو بیدار ہوئے

۱۳۵

کس خواب میں زندگی بسر کرتا ہے
 کس فلد میں شام کو سحر کرتا ہے
 طالع ہوئی صبح بچ گیا کوہِ رحیل
 بیدار ہو قافلہ سفر کرتا ہے

۱۳۶

اندھیرے خیر میں ریا کرتے ہیں
 برباد نکوئی کی جزا کرتے ہیں
 غیروں کو مثالِ روشنی فائدہ ہے
 مانند چراغِ خود جلا کرتے ہیں

۱۳۷

فرقتِ اجاب

بے دوست کے ہے زیستِ ندامت یہ ہے
 مَر جاییں تو حسرت کی علامت یہ ہے
 موقوف ہے دیدِ رفتگاں محشر پر
 محشر میں ہے دیر کیا قیامت ہے

۱۵۴

ہر سر کا عجب یاں سر و ساماں دیکھا
 اقبال اور ادبار کو یکساں دیکھا
 دُنیا کے خیال میں جو کس آنکھیں بند
 ہم نے تو فقط خواب پریشان دیکھا

۱۵۵

یارانِ گزشتہ کی خبر خاک نہیں
 ایسے ہی گئے کہ اب اثر خاک نہیں
 چُن چُن کے کیا خاک ہنر مندوں کو
 اے پر خ ! تجھے قدر ہنر خاک نہیں

۱۵۶

دُنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا
 کس کس کا نہ یاں ہم نے زمانہ دیکھا
 برسوں دہا جن کے سر پہ چتر نہ تیں
 قربت پہ نہ اُن کی سنا میاں دیکھا

۱۵۷

یہ عیش و نشاط و کامرانی کب تک
 گریہ بھی سہی تو نوجوانی کب تک
 گریہ بھی سہی، قرار دولت ہے محال
 گریہ بھی سہی۔ تو زندگانی کب تک

۱۵۸

طوفان ہے ہوس، غرق بنی آدم ہیں
 ہر دل ہے سہرا میثم عیش و غم ہیں
 کاسہ ہے اجل، خلق خدا پینے کو
 دروازہ ہے قبر جانے والے ہم ہیں

۱۵۹

کوشش سے موافق ہو زمانہ معلوم
 قسمت سے زیادہ چسین پانا معلوم
 مانند مرثہ کھڑے رہو پیش بنگاہ
 اس قُرب پر آنکھوں میں سمانا معلوم

۱۶۶

وہ دل نہ رہا دھیر وہ ہم نہ رہے
اسبابِ حواس بھی فراہم نہ رہے
کب زادِ راہ عدم کا آیا ہے خیال
جب کیسہ زندگی میں درہم نہ رہے

۱۶۷

اب نامِ خدا زبان پر جاری کر
غافلِ دم امتحان تو ہتھیاری کر
بالوں کی سیاہی پہ سفیدی آئی
لے مٹج ہوئی کوچ کی تپاری کر

۱۶۸

مُر کر بھی نہ چین زیرِ افلاک ملا
اک تارِ کفن نہ گرد سے پاک ملا
اے خانہ خراب قبر تری خاطر
کھویا بھی جو نقدِ جاں تو خاک ملا

۱۶۹

اک دن پیوند خاک ہونا ہوگا
 تنہا تنہا لوح میں سونا ہوگا
 اس قبر کے پردے کا کھلا حال دبیر
 جو اوڑھنا ہوگا وہ بچھونا ہوگا

۱۷۰

مغز و روں کا خاک کر و فر چشم میں ہے
 اعزاز فر و تنوں کا ہر چشم میں ہے
 رتبہ روشن ہے خاکساری کا دبیر
 مہر مہ جو ہوا سنگ تو گھر چشم میں ہے

۱۷۱

خالص زبر ایماں کو جو ہونا ہوگا
 تو خاک درِ علیٰ بچھونا ہوگا
 گر خواب اجل نجف میں آئیگا دبیر
 اکیر مرے حق میں وہ سونا ہوگا

۱۷۸

جو زر سے ہے بیزار ابو ذر وہ ہے
 دل جس کا ہے قابو میں دلاور وہ ہے
 اللہ کو ناپسند ہے خود بینی
 توڑے جو یہ آئینہ سکندر وہ ہے

۱۷۹

جو نفس کشی کرے وہی غازی ہے
 یہ بازی طفلان نہیں جانبازی ہے
 ہوتا ہے خدا رکوع و سجدہ میں قریب
 جھکنے کی بدولت یہ سرافرازی ہے

۱۸۰

تواضع

کم مایہ سبک پیش جہاں ہوتا ہے
 میزاں سے بدیہی یہ عیاں ہوتا ہے
 خوردوں سے تواضع ہے بزرگی کی دلیل
 جھکتا ہے وہ پتہ جو گراں ہوتا ہے

۱۸۱

جو قصر کرے حرص کو قیصر وہ ہے
تکلیف ہے جسے حق پہ تو نگر وہ ہے
آئینہ سکندر نے بنایا تو کیا
دل جس کا ہے۔ آئینہ سکندر وہ ہے

۱۸۲

اے تن ! تو فرد تنی و مسکینی کر
اے دل چمن عسلم کی گلپینی کر
گر مدِ نظر ہے چشمِ مردم میں جگہ
مُتلی کی طرح سے ترک خود بینی کر

۱۸۳

گنجینہ حُبِ شاہ دیں ہے دل میں
گر و اُس کے دلائے مومنین ہے دل میں
حاسد کو ہے بیچ و تاب کیوں نوح کی شکل
یاں مثل حُباب کچھ نہیں ہے دل میں

۱۸۴

بالائے زمیں زندوں کی تعمیر ہیں
مردوں کی بنیاد خاک جاگیر ہیں
عبرت کے مرقع کا ہے اک صفحہ زمیں
دونوں طرف اس ورق کے تصویر ہیں

۱۸۵

ستارے سے چشم مہر نادانی ہے
اس دود میں دل بھی دشمن جانی ہے
مُشکل ہے کہ ہاتھ آئے عنان آرام
شبدیز فلک ستارہ پیشانی ہے

۱۸۶

خاکساری

بندوں پہ کرم حضرت باری کا ہے
مقدور کے شک گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجھ کو
نمرہ یہ نہال خاکساری کا ہے
ختم شد